Marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کی تاریخ

ایک جائزہ

جمیل یُوسف

کتاب گھر

2022، آئی 10/2، اسلام آباد

Marfat.com

Marfat.com

اگر کوئی قوم اپنی تاریخ سے غافل ہو تو وہ ایسے شخص کی طرح
ہے۔ جس کی یادداشت کھو جائے۔

علامہ اقبالؒ

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ،9
حضرت محمد ﷺ، 13
تجدید حلف الفضول،16
میثاق مدینہ، 21
خطبۂ حجتہ الوداع،24
خلیفۃ الرسول کا انتخاب،33
حضرت ابوبکرؓ کا پہلا خطبہ،36
اسلامی فوج کا دستور العمل،39
جنگ یرموک،40
حضرت عمر فاروقؓ،41
بیت المقدس، 41
حضرت عمر فاروقؓ کا امان نامہ،42
جنگ قادسیہ،43
حضرت عثمان غنیؓ،46
حضرت ابوذر غفاریؓ،52
حضرت علی المرتضیٰؓ،55
حضرت حسنؓ،61
بنوامیہ کا دور،63
حضرت امیر معاویہ،63
یزید،66
حضرت امام حسینؓ،66
عبدالملک بن مروان،68
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ،68
ولید اور سلیمان،70
عمر بن عبدالعزیزؒ،73
ہشام بن عبدالملک،75
عباسیوں کا دور،78
ہارون الرشید،80
مامون الرشید،80
رومیوں سے جنگیں،80
سلجوقی سلطنت،84
صلیبی جنگیں،86
سلطان صلاح الدین ایوبیؒ،87
عباسی خلافت کا خاتمہ،88
عباسیوں کا عہد حکومت،90
فتح اندلس،92
فرانس پر حملہ،93
امیر عبدالرحمٰن،94
عبدالرحمٰن الناصر،97
منصور حاجب،98
یوسف بن تاشفین،101
ابوالحسن،103
غرناطہ،104
اندلس کا اسلامی عہد،105

Marfat.com

صقلیہ میں اسلامی حکومت، 106
تاتاری اور تیموری، 108
سلطنت عثمانیہ، 111
سلطان سلیم اور سلیمان اعظم، 115
خیرالدین باربروسا، 116
عثمانیوں کا زوال، 117
جنگ بلقان، 120
جنگ عظیم اوّل، 120
مصطفیٰ کمال، 121
مصر کا عہد جدید، 122
جمال الدین افغانی، 124
ایران، 125
افغانستان، 125
مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند، 130
محمد بن قاسم، 130
سلطان محمود غزنوی، 134
محمد غوری، 138
سلطان قطب الدین ایبک، التمش، 140
رضیہ سلطانہ، 141
سلطان ناصرالدین قباچہ، 143
سلطان غیاث الدین بلبن، 143
جلال الدین خلجی، 147
علاؤالدین خلجی، 148
حضرت نظام الدین اولیاؒ، 151
سلطان غیاث الدین تغلق، 153
محمد تغلق، 154
فیروز تغلق، 156
سکندر لودھی، 158
عہد مغلیہ، 160
ظہیرالدین بابر، 160
نصیرالدین ہمایوں، 164
شیر شاہ سوری، 164
جلال الدین اکبر، 165
نورالدین جہانگیر، 168
شہاب الدین شاہجہان، 170
اورنگ زیب عالمگیرؒ، 170
مغلیہ سلطنت کا زوال، 172
ٹیپو سلطانؒ، 183
جنگِ آزادی، 186
سر سید احمد خانؒ، 188
علامہ اقبالؒ، 192
قائداعظمؒ، 196
کیا پاکستان انگریزوں نے بنایا؟، 195
قائداعظم، سیرت و کردار، 210
قائداعظم کا تصورِ پاکستان، 213
سقوطِ ڈھاکہ، 219

Marfat.com

پیش لفظ

یہ کتاب لکھنے کے دوران بعض نکات کی وضاحت اور معلومات کی فراہمی میں اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے اس طرح فوری مدد فرمائی ہے کہ میں حیران رہ گیا ہوں۔ مثال کے طور پر کسی تاریخی کردار کی تصویر کشی میں مجھے کسی ایسے منظر کی تلاش ہے جس میں اس شخصیت کے خدوخال نمایاں ہو کر سامنے آ جائیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک اخبار میں کسی ایسے مضمون پر نظر پڑتی ہے جو میری مشکل حل کر دیتا ہے یا مثلاً بھولی بسری کسی ایسی کتاب کا خیال آ جاتا ہے جس میں حل طلب مسئلے کی وضاحت موجود ہے، تو وہ کتاب گویا خود بخود دستیاب ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ میں ایسی ہی ایک کتاب کی تلاش میں لائبریری گیا تو وہ کتاب لائبریرین کی میز پر پڑی تھی۔ پتہ چلا کوئی صاحب ابھی ابھی واپس کر کے گئے ہیں۔ یہ اللہ کا خاص احسان ہے ورنہ ابراہام لنکن کو ایک دفعہ اپنی مطلوبہ کتاب حاصل کرنے کے لیے بیس میل پیدل چلنا پڑا تھا۔ مجھے کئی دفعہ یہ احساس ہوا کہ اس کتاب کی تحریر و تصنیف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری غیبی مدد کی جا رہی ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ کے موضوع پر بے شمار کتابیں موجود ہیں مگر مطالعۂ تاریخ کے دوران جو بفضل خدا میری حیاتِ مستعار کے پچاس سالوں پر محیط ہے، میرے ذہن میں ایسے نکات پیدا ہوتے رہے ہیں جن کی وضاحت عمومی طور پر تاریخِ اسلام پر مشتمل کتابوں میں نظر نہیں آئی۔ مثلاً تجدید حلف الفضول کا واقعہ علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبیؐ کی چھ ضخیم جلدوں میں اتنے اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ نہ اس کے پس منظر کا پتہ چلتا ہے نہ اسے پڑھ کر آنحضورؐ کے کردار پر خاطر خواہ روشنی پڑتی ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع کی تفصیلات اکثر تاریخی کتب میں کماحقہ موجود نہیں ہیں۔ میثاقِ مدینہ جو باہمی معاہدے کی روشنی میں جمہوری انداز سے مرتب کردہ دنیا کا پہلا تحریری آئین ہے۔ اکثر کتب میں اپنی اہمیت کے مطابق بیان نہیں ہوا۔ اسی طرح مختلف مقامات پر میں نے ایسے نکات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے جو اہم ہیں، جن کی وضاحت سے کسی شخصیت یا واقعے کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے، اور جو عام تاریخی کتب میں یا تو غیر ضروری

Marfat.com

اختصار کی نذر ہو گئے ہیں یا پھر ان کو سرے سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

چونکہ ابتدائے اسلام کے واقعات سے اکثر قارئین بخوبی واقف ہیں اس لیے یہ حصہ اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے مگر اختصار کے باوجود واقعات کے بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کا بیان تاریخ کی مشہور اور ضخیم کتابوں میں تشنہ رہ گیا ہے۔ یہ ایسے گوشے ہیں جن سے تاریخی شخصیات کے سیرت و کردار کی صحیح عکاسی ہوتی ہے اور واقعات کے اہم پہلو اُجاگر ہوتے ہیں۔

جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہے میں نے آسان اور رواں دواں زبان میں ایک ایسی کتاب لکھنے کی کوشش کی ہے، جس کا مطالعہ قاری پر بوجھ نہ بنے اور جسے ایک ہی نشست میں دلچسپی کے ساتھ بآسانی شروع سے آخر تک پڑھا جا سکے اور اس تھوڑے سے وقت میں چودہ سو سال کے واقعات جو دنیا کے چار براعظموں پر پھیلے ہوئے ہیں قاری کی نظر سے گزر جائیں تاکہ اس کے ذہن میں واقعات کا ایک ناقابلِ فراموش تسلسل قائم ہو جائے۔ واقعات کا یہ تسلسل، جو تاریخ کا صحیح شعور اور ادراک پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے، مختلف ادوار پر علیحدہ علیحدہ کتابیں پڑھنے سے حاصل ہونا مشکل ہے۔

اکثر مصنفین کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کی کتاب، قاری کو اُسی موضوع پر دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دے مگر میری خواہش اور کوشش یہ رہی ہے کہ یہ کتاب قارئین میں مطالعۂ تاریخ کا شوق پیدا کر دے اور وہ اس کتاب میں مندرج مختلف موضوعات پر مزید مطالعہ کے لیے مفصل اور بہتر کتابوں کی طرف راغب ہوں۔ اگر میری یہ ناچیز کاوش قاری میں تحقیق و جستجو کا جذبہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میری سعی رائیگاں نہیں گئی۔

میں جناب بشیر حسین ناظم اور جناب قمر رعینی کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے بعض نکات کی وضاحت کی اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

میں اپنی بیٹیوں شاذیہ اور عائشہ اور بیٹے عُمر کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تحریر و تصنیف کے دوران میری مدد کی۔ شاذیہ بیٹی نے نہ صرف پروف ریڈنگ کا کٹھن کام بحسن و خوبی سرانجام دیا بلکہ اپنے مشوروں سے کئی جملوں کی ساخت اور الفاظ کے دروبست کو بہتر بنانے میں میری رہنمائی کی۔

جمیل یوسف

Marfat.com

Marfat.com

بسمِ اللہِ الرحمن الرّحیم

حضرت محمد ﷺ

مسلمانوں کی تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہمارے پیارے حضور حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہے۔ حضرت محمد ﷺ تاریخ عالم کی عظیم ترین شخصیت ہیں۔ عالمِ انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت، جو صرف اپنوں کی نظر میں ہی سب سے بڑی شخصیت اور عظیم ترین انسان نہیں ہیں بلکہ غیر بھی جو آنحضور ﷺ کو پیغمبر نہیں مانتے آپ ﷺ کے اس بے مثال مقام و مرتبہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ دیکھیں مائیکل ایچ ہارٹ کی مشہور کتاب دی ہنڈرڈ The 100 جس میں تاریخ عالم کی ایک سو اہم شخصیات کی درجہ بندی اُن کی عظمت، اہمیت اور کامیابیوں کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ اس فہرست میں ہمارے حضور پرنور حضرت محمد ﷺ پہلے نمبر پر ہیں۔ تھامس کارلائل نے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں اپنے مشہور و معروف مضمون بعنوان ''دی ہیرو ورشپ۔ محمدؐ دی پرافٹ'' میں لکھا ہے کہ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی شخصیت اور بڑے سے بڑے بادشاہ کی اطاعت اس عزت و احترام اور محبت سے نہیں کی گئی جس طرح حضرت محمد ﷺ کی اطاعت اُن کے پیروکاروں نے کی۔

تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے مگر اس پر زیادہ تر اتفاق ہے کہ پیدائش سوموار کو ہوئی۔ اس سال ربیع الاوّل میں سوموار 2، یا 9 ربیع الاوّل کو ہوا۔ لہٰذا 9 ربیع الاوّل کو یوم پیدائش مان لیا گیا۔ جدید ترین سیرت کی کتاب الرحیق المختوم (جسے

Marfat.com

سعودی عرب کی طرف سے ساری دنیا میں اوّل انعام ملا) کے مصنف صفی الرحمٰن مبارک پوری نے اسے ہی اپنایا ہے۔عیسوی تاریخ 20یا22اپریل 571ءلکھی جاتی ہے۔

وفات کے بارے میں بھی اختلاف ہے لیکن عموماً 12 ربیع الاوّل 11ھ پر اتفاق کرلیا گیا ہے۔

رحمۃ للعالمین محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ 20 اپریل 571ء بمطابق 9 ربیع الاول سنہ 01 عام الفیل مطابق 40 جلوس کسریٰ نوشیرواں بروز پیر بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع آفتاب دنیا میں تشریف لائے۔

آپ ﷺ بڑی تکالیف اور مشکلات سے گزرے۔آپ ﷺ کے والد ماجد آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔جب آپ ﷺ تقریباً پانچ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی انتقال کر گئیں۔جب آپ ﷺ کی والدہ کو دفنایا جا چکا اور سب رشتے دار گھر کو لوٹنے لگے تو آپ ﷺ فرط جذبات سے اپنی والدہ کی قبر سے لپٹ گئے اور اُن کو پکارتے رہے"امی جان آپ اٹھ کر گھر کیوں نہیں چلتیں، یہاں کیوں لیٹ گئی ہیں، آپ کے سوا میرا اور کون ہے"لوگوں نے بڑی مشکل سے آپ ﷺ کو دلاسہ دے کر قبر سے الگ کیا اور اپنے ساتھ گھر لائے۔کچھ دنوں کے بعد نہال والوں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس مکہ بھیج دیا۔اُنہوں نے آپ ﷺ کو بڑے لاڈ پیار سے اپنے پاس رکھا مگر دو سال ہی گزرے تھے کہ وہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔موت سے پہلے آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کو اپنے بیٹے حضرت ابو

Marfat.com

طالب کے سپرد کر دیا۔ حضرت ابو طالب آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ مرحوم کے سگے بھائی تھے۔ وہ بھی آنحضور کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مگر ان کے مالی حالات اچھے نہ تھے کنبہ بھی بڑا تھا۔ بڑی مشکل سے گزارا ہوتا۔ اُن کے گھر والوں کو پیٹ بھر کھانا کم ہی نصیب ہوتا۔ آپ ﷺ اپنے چچا کی مالی مشکلات کو کم کرنے کے لیے مکہ سے باہر بھیڑ بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو پہننے کے لیے اچھے کپڑے بھی میسر نہ تھے۔ پاؤں میں جوتا بھی شاذ و نادر ہی ہوتا۔ ملک عرب کی چلچلاتی دھوپ میں ننگے پاؤں پہاڑوں پر بھیڑ بکریاں چرایا کرتے۔ حضرت محمد ﷺ کے لڑکپن اور نوجوانی کا زمانہ اسی عسرت اور تنگ دستی میں گزرا۔ اسی لیے لکھنا پڑھنا بھی نہ سیکھ سکے۔ شاید اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا۔

آپ ﷺ نوجوانی میں ہی اخلاق و کردار کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز تھے۔ مکہ والے آپ ﷺ کو امین اور صادق کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ ﷺ کی امانت اور صداقت کا شہرہ عام تھا۔ آپ ﷺ کے انداز گفتگو اور حسن سلوک سے لوگ آپ ﷺ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ مکہ کی معروف اور متمول تاجر خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے اپنا کاروبار آپ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ آپ ﷺ کی نگرانی میں یہ کاروبار بہت پھلا پھولا۔ حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی دیانتداری، شرافت اور شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے خود آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھجوایا۔ جو آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے مشورے کے بعد قبول کر لیا۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کی شادی ہو گئی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ اس سے پہلے دو دفعہ حضرت

Marfat.com

خدیجہؓ کی شادی ہو چکی تھی۔ ان کے پہلے دونوں خاوند یکے بعد دیگرے انتقال کر چکے تھے۔

تجدید حلف الفضول:

حضور ﷺ کی جوانی کے دور کا ایک نا قابل فراموش واقعہ حلف الفضول کی تجدید ہے۔ کسی زمانے میں عرب کے بعض سر برآوردہ سرداروں نے آپس میں یہ عہد کیا تھا کہ ہم ہمیشہ مظلوم کی طرف داری اور ظالم کا مقابلہ کریں گے۔ اس جماعت میں جتنے اشخاص شامل تھے ان سب کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا ہے۔ اس لیے اس عہد نامے کو حلف الفضول کا نام دیا گیا تھا۔ اس عہد نامے پر عمل درآمد مفقود ہو چکا تھا۔ قبائل اور ان کے سردار اپنی طاقت کے بل بوتے پر جو چاہتے کرتے۔ آنحضرت ﷺ اور ان کے تایا زبیر بن عبد المطلب جو حضرت عبد المطلب کے بعد خاندان کے سربراہ تھے کی تحریک پر حلف الفضول کی تجدید کی گئی۔ ایک انجمن قائم کی گئی۔ جس میں بنو ہاشم۔ بنو عبد المطلب، بنو اسد۔ بنو زہرہ، بنو تمیم شامل تھے ہر ممبر نے اس بات پر اقرار کیا کہ:۔

۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔

۲۔ مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

۳۔ غریبوں کی امداد کیا کریں گے۔

۴۔ زبردستوں کو ظلم کرنے سے روکیں گے۔

۵۔ مظلوموں کو اُن کا حق دلائیں گے۔

Marfat.com

اس عہد نامے کی تجدید کی تحریک حضور علیہ وسلم نے ایک واقعے کی اطلاع ملنے پر اٹھائی۔ واضح رہے کہ اس زمانے میں عرب میں نہ کوئی پولیس کا نظام تھا نہ کوئی عدالت تھی۔ ہر شخص کے حقوق کا محافظ صرف اس کا اپنا قبیلہ تھا۔ مکہ سے باہر دور دراز کے مقامات پر جو قبیلے آباد تھے۔ اُن کا کوئی فرد اگر شہر مکہ میں آتا اور اس کے ساتھ کوئی زیادتی یا ظلم ہو جاتا تو اُس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہء کار نہ تھا کہ خاموشی کے ساتھ ظلم برداشت کرے۔ کیونکہ اس کے دور افتادہ قبیلے میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ مکہ میں اس کی مدد کو پہنچ سکے۔ اور اس کے لیے قریش کے قبیلوں سے لڑائی مول لے۔

خانہ کعبہ کی زیارت کے دنوں میں جنوبی صحرا سے ایک بادیہ نشین اپنی جوان لڑکی کے ساتھ جب مکہ میں وارد ہوا تو ایک مالدار تاجر نے اس کی بیٹی کو اغوا کر لیا۔ وہ اجنبی بے یار و مددگار مکہ کے گلی کوچوں میں فریاد کر رہا تھا کہ حضرت محمد علیہ وسلم کے کانوں تک اُس کی چیخ و پکار پہنچی۔ آپ علیہ وسلم نے اپنے چچا زبیر بن عبد المطلب کو ساتھ لیا اور قریش کے ہم خیال نوجوانوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ اگر شہر میں کسی پر ظلم ہو تو وہ خاموش نہ بیٹھیں۔ اس پر بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تمیم کے کچھ نوجوان زبیر بن عبد المطلب اور آپ علیہ وسلم کے ہمراہ خانہ کعبہ گئے اور حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھایا کہ وہ شہر میں کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں سے نوجوانوں کی یہ جماعت سیدھی اُس تاجر کے گھر پہنچی۔ جس نے لڑکی کو زبردستی اپنے گھر میں ڈال رکھا تھا۔ اور اُسے مجبور کر دیا کہ وہ فوری طور پر لڑکی کو اُس کے باپ کے حوالے کر دے۔ اس طرح حضرت محمد علیہ وسلم کی تحریک پر حلف الفضول کی تجدید ہوئی اور مکہ کے شہر میں عدل و انصاف قائم کرنے والا ایک ادارہ قائم ہو گیا۔ یہ واقعہ حضور

Marfat.com

ﷺ کے اعلان نبوت سے بہت پہلے کا ہے۔

نبوت سے پہلے کا ایک اور مشہور واقعہ کعبہ کی مرمت اور تعمیر نو کے وقت حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کی تنصیب کا ہے، جب آپ ﷺ کی فہم و فراست اور منصف مزاجی سے قریش کے قبائل باہم خون ریزی اور کشت و خون سے بچ گئے۔

آنحضرت ﷺ کے اخلاق و کردار کی بلندی اور ان کی طبیعت اور مزاج اور دوسروں سے ان کے حسنِ سلوک کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ حضرت زید بن حارثؓ جب ایک نوعمر لڑکے تھے تو انہیں ڈاکوؤں نے اغوا کر کے اور غلام بنا کر فروخت کر دیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا حکیم بن حزام زیدؓ کو کہیں سے خرید لایا اور انہیں اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کی نذر کر دیا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی شادی آنحضور ﷺ سے ہو چکی تھی۔ آنحضور ﷺ نے زید بن حارثؓ کو بالکل اپنے بیٹے کی طرح رکھا۔ کچھ عرصے بعد حضرت زیدؓ کے گھر والوں کو پتہ چل گیا کہ ان کا بیٹا مکے میں موجود ہے۔ حضرت زیدؓ کے والد حارث اور ان کے چچا کعب انہیں لینے آ گئے اور حضور ﷺ سے درخواست کی کہ جس قیمت پر زیدؓ کو خریدا گیا ہے مہربانی کر کے وہ رقم لے کر زیدؓ کو ان کے حوالے کریں۔ حضور ﷺ نے بغیر کسی رقم کے زیدؓ کو والد اور چچا کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی مگر حضرت زیدؓ نے کہا ''میں تو آپ ﷺ کو چھوڑ کر ہرگز جانا نہیں چاہتا۔'' ان کے باپ حارث نے خفا ہو کر کہا کہ تو غلامی کی زندگی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے۔ زیدؓ نے کہا ''ہاں، میں نے اپنے آقا ﷺ میں وہ بات دیکھی ہے کہ اب میں اپنے ماں باپ بلکہ تمام کائنات کو بھی ان پر ترجیح

Marfat.com

نہیں دے سکتا'' واضح رہے کہ یہ واقعہ بھی آنحضور ﷺ کے آغاز نبوت سے پہلے کا ہے۔

جولوگ آنحضور ﷺ کے معجزوں کی تلاش میں رہتے ہیں ان کو آنحضور ﷺ کی زندگی کے اس طرح کے واقعات پر غور کرنا چاہیے۔ کیا اس طرح کے واقعات معجزوں سے کم ہیں؟ پھر غزوہ ء بدر میں مسلمانوں کی عظیم فتح سے بڑھ کر بھلا اور کیا معجزہ ہوسکتا ہے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا جرنیل اور جنگی ماہر اس کی وضاحت نہیں کرسکتا کہ تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں نے جن کے پاس صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں اور سواری کے لیے صرف دو گھوڑے تھے، کس طرح اسلحے سے پوری طرح لیس ایک ہزار جنگجوؤں کو شکستِ فاش دے دی۔ مسلمانوں کی اس فتح نے دنیا کی تاریخ بدل کر رکھ دی۔ نتائج کے لحاظ سے یہ بلا شبہ اہم ترین اور عظیم ترین جنگ ہے۔

رسالت کا آغاز چالیس سال کی عمر میں (پہلی وحی) 12 فروری 610ء بروز پیر (09 ربیع الاوّل) کو ہوا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلی وحی کا پہلا لفظ ''اقراء'' تھا۔ جس کے معنی ہیں پڑھو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارا دین تحصیل علم و دانش کو کیا اہمیت دیتا ہے۔ دنیا کے کسی اور مذہب یا دین میں حصول علم کو یہ اہمیت نہیں دی گئی۔ تین برس تک انفرادی دعوت اسلام جاری رہی، قریش کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے۔ نبوت کے پانچویں سال پہلی ہجرت حبشہ کو ہوئی۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو تقویت ملی۔ نبوت کے ساتویں برس قریش کے نو قبیلوں نے ایک باہمی معاہدے کے تحت آپ ﷺ کے خاندان یعنی بنو ہاشم کا مقاطعہ کر دیا۔

Marfat.com

جس کا مطلب یہ تھا کہ مکے کا کوئی شہری نہ تو بنو ہاشم کے ساتھ کوئی تعلق رکھے اور نہ ان کے ساتھ کوئی لین دین کرے۔ نہ کسی قسم کی امداد بہم پہنچائے۔ مکہ کے جس علاقے میں بنو ہاشم یعنی حضرت ابو طالب کا خاندان رہائش پذیر تھا اسے شعب ابو طالب کہتے ہیں۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے تمام افراد تین برس تک اس گھاٹی میں محصور رہے۔ یہ وقت انتہائی تنگی اور مصیبت میں گزرا۔ کئی دن فاقہ کشی کی کیفیت رہی۔ درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرنا پڑتا۔

آنحضور ﷺ سے جب کسی صحابی نے پوچھا کہ حضور ﷺ کیا زندگی میں آپ ﷺ پر سخت ترین وقت شعب ابو طالب میں آیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں مجھ پر سخت ترین اور اذیت ناک وقت وہ تھا جب سفر طائف میں لوگوں نے پتھر مار مار کر مجھے لہولہان کر دیا تھا'' سفر طائف میں اتنی سخت تکلیف اٹھانے کے باوجود آنحضور ﷺ نے اپنے دشمنوں کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ ان کو ہدایت دے۔

عقبہ کی پہلی بیعت سے اسلام کی روشنی یثرب میں پہنچی۔ نبوت کے گیارھویں سال یثرب کے بارہ آدمی بیعت ہوئے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ بطور داعی یثرب بھیجے گئے۔ عقبہ کی دوسری بیعت اگلے سال ہوئی۔ جس میں 72 آدمی مسلمان ہوئے۔ آپؐ نے ساتھیوں کو یثرب کی طرف ہجرت کی ہدایت فرمائی۔ آخر میں آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ خود ہجرت کی۔ جس کے دوران غار ثور میں تین دن قیام فرمایا۔ 20 ستمبر 622ء (08 ربیع الاوّل) کو قبا پہنچے۔ مواخات کے ذریعے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔

Marfat.com

میثاق مدینہ:

آنحضور ﷺ نے مدینہ پہنچ کر یہودیوں اور دوسرے غیر مسلم قبائل سے مذاکرات کیے اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اور مسلمان باہم امن واطمینان سے رہنے کے لیے آپس میں ایک معاہدہ کرلیں۔ یہ معاہدہ جو مسلمانوں اور مدینے کے اندر اور باہر مضافات میں رہنے والے تمام قبائل کے درمیان طے پایا تحریری شکل میں تھا۔ اس معاہدے کو تاریخِ عالم کی پہلی سیاسی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخ نے اسے میثاقِ مدینہ کا نام دیا۔ اس دستاویز کی کم وبیش (52) شقیں ہیں۔ انسانی معاشرے کے مختلف طبقوں کے مابین امن وامان قائم رکھنے اور نظم ونسق چلانے کے لیے گویا یہ پہلا تحریری آئین ہے جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔

میثاق کی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں:

۱۔ یہودی اور مسلمان اور معاہدے کے دوسرے شرکاء ایک قوم (ملک وقوم کے موجودہ تصور کی طرح) ہوں گے۔ کسی ایک فریق کو جنگ پیش آئے گی تو دوسرے سب مل کر اس کی مدد کریں گے۔

۲۔ ہر فریق کو اپنے اپنے دین پر کاربند رہنے کی مکمل آزادی ہوگی۔

۳۔ مدینے پر حملہ ہوگا تو سب مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔

۴۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

۵۔ اگر ان کے درمیان کوئی نئی بات یا اختلاف پیدا ہوگا یا جھگڑا اٹھے

Marfat.com

گا تو فیصلہ خدا اور رسولؐ پر چھوڑا جائے گا۔

۶۔ کوئی فریق عہدنامے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

غزوہء بدر ہجرت کے دوسرے سال 19 رمضان، 16 مارچ 624ء کو ہوا، جس میں مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوئی۔ اگلے سال غزوہ اُحد 03 شوال 03ھ، 26 مارچ 625ء کو پیش آیا۔ جنگ خندق 5ھ، مارچ 627ء کا اہم واقعہ ہے جس میں کفار کی ناکامی نے ان کا زور توڑ دیا۔ اس دوران یہودیوں کی شرارتیں جاری رہیں ان کا قلع قمع کر دیا گیا۔ 6ھ بمطابق 627ء آپ چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے۔ قریش مکہ نے راستہ روکا۔ بالآخر صلح نامہ حدیبیہ طے پایا اور فریقین دس سال تک پرامن رہنے پر رضامند ہو گئے۔ یہ صلح اسلام کے لیے فتح مبین ثابت ہوئی۔

ہجرت کے ساتویں سال آپ ﷺ نے مختلف ممالک کے فرمانرواؤں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے مختصر خطوط ارسال کیے۔ نجاشی، شاہِ حبش آپ کا خط پڑھ کر فوراً مسلمان ہو گیا۔ ہرقل، قیصرِ روم، مقوقس شاہِ مصر و اسکندریہ، شاہِ بحرین، شاہِ عمان، شاہِ دمشق، شاہِ یمن، کسریٰ شاہ فارس، آنحضور ﷺ نے ان سب کو ایک ہی مضمون کے خطوط بھیجے اور دعوت دی کہ اللہ پر ایمان لے آئیں اور نیکی کی راہ اختیار کریں۔ اس طرح وہ دنیا و آخرت میں مسرت و کامرانی سے ہمکنار ہوں گے۔ آنحضور ﷺ نے ان خطوط میں یہ بھی لکھا کہ اسلام کی دعوت کا پہنچانا ان پر اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔ عرب و شام کے متعدد رئیسوں کو بھی اسی طرح کے خطوط ارسال کیے اور مختلف قبیلوں میں مبلغین بھیجے۔

Marfat.com

جنگ خیبر محرم 07ھ مئی 628ء میں پیش آئی جس کے نتیجہ میں یہودیوں کا قلع قمع ہو گیا۔ جنگ موتہ بصریٰ (شام) کے حاکم کے ہاتھوں حضور ﷺ کے سفیر حضرت حارثؓ بن عمیر کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے لڑی گئی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمانوں کا مقابلہ ایک لاکھ رومیوں سے تھا۔ پہلے تین سپہ سالاروں کی شہادت کے بعد چوتھے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ نے دشمنوں کو مار بھگایا۔ انہیں سیف اللہ کا لقب عطا ہوا۔ رمضان 8ھ میں مکہ فتح ہوا۔ صلح حدیبیہ کو خود قریش نے توڑ دیا تھا۔ حضور ﷺ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ پہنچے۔ اہل مکہ نے بغیر لڑائی کے ہتھیار ڈال دیئے۔ جس شہر میں پورے تیرہ سال آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کو اذیت ناک ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا تھا اُس شہر میں بطور فاتح قدم رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں نیام میں ڈال لیں اور نگاہیں نیچی کر کے شہر کے گلی کوچوں سے گزریں۔ تاریخ عالم میں اس عفو ودرگزر اور حسن سلوک کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔

جنگ حنین اور طائف کے محاصرہ کے بعد آپ ﷺ کامیاب واپس آئے۔ اب وفود کی مدینہ آمد شروع ہوئی اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔ (یدخلون فی دین اللہِ افواجا) سفر تبوک ہجرت کے نویں سال کا واقعہ ہے۔ تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ حضور ﷺ قیصر روم کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے تبوک پہنچے۔ بیس دن وہاں قیام فرمایا۔ قیصر روم نے پیش قدمی کا ارادہ ترک کر دیا۔

Marfat.com

خطبۂ حجۃ الوداع

حج ہجرت کے نویں سال فرض ہوا۔ ہجرت کے دسویں سال ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی قیادت میں حجِ بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ حضور ﷺ نے اس موقع پر عرفات اور منیٰ میں خطبے دیے جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان خطبات میں عالم انسانیت کی بھلائی کی خاطر اسلامی تعلیمات کی روح کو سمو دیا گیا ہے۔ اس خطبے کو خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ یہ بنیادی انسانی حقوق کا ایک عظیم الشان چارٹر ہے۔ جو یو این او کے چارٹر سے چودہ سو سال پہلے پیغمبر اسلام نے عالم انسانیت کو دیا۔

حضور ﷺ نے 9 ذی الحجہ کو اُن تمام مسلمانوں کو جو حج کی غرض سے مکہ آئے ہوئے تھے عرفات میں جبل الرحمہ نامی پہاڑی پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ تاکہ آپ ﷺ اُن سے خطاب کرسکیں۔ جب آپ ﷺ خطاب فرمانے کے لیے اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک جم غفیر آپؐ کے سامنے ایستادہ ہے آپؐ کو اندازہ ہوا کہ آپ کی آواز سارے مسلمان نہیں سن سکتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اونچی آواز والے چند افراد کو مختلف مقامات پر متعین کر دیا تاکہ وہ لوگ آپ ﷺ کے الفاظ دہرائیں اور اس طرح سب لوگوں تک آپؐ کے ارشادات پہنچ سکیں۔

آپ ﷺ کے الفاظ دہرانے والوں میں اسلام کے مشہور موذن حضرت بلالؓ اور ایک دوسرے مسلمان ربیعہ بن امیہؓ شامل تھے۔ ان دونوں کی آواز بہت بلند

Marfat.com

اور صاف تھی۔

خطبہ شروع کرنے سے پہلے آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا ''آیا جانتے ہو یہ مہینہ کون سا مہینہ ہے؟''

سب نے جواب دیا ''یہ ذی الحج کا مہینہ ہے''

آپ ﷺ نے دریافت کیا ''آیا جانتے ہو یہ سرزمین کون سی سرزمین ہے؟''

حاضرین نے یک آواز ہو کر کہا ''یہ عرفات کی مقدس سرزمین ہے یارسول اللہ''

اس کے بعد آپ ﷺ نے اللہ کا نام لیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد شہادتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا:

''اے اللہ کی امت! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس کی اطاعت کرو۔ میں جو کچھ کہتا ہوں غور سے سنو۔ اور اس پر عمل کرو۔ شاید یہ آخری بار ہے کہ میں اس مقام پر مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع میں شرکت کر رہا ہوں۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر تم لوگوں کے ساتھ یہاں آسکوں گا کہ نہیں۔ اور تم لوگوں سے اے اللہ کی امت! دوبارہ ملاقات ہو سکے گی کہ نہیں۔ اے لوگو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے اور اُس کی اطاعت کرتے رہے تو یقین رکھو کہ تمہاری جان و مال اور عزت و ناموس ہر طرح کے گزند سے اُس وقت تک محفوظ رہیں گے جب تک کہ اللہ تمہیں اپنی طرف بلا نہ لے کیونکہ تمہاری جان اُسی کے قبضے میں ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ذرا سا توقف فرمایا اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ''آیا میں پیغمبر ہونے کے ناطے اپنا فرض ادا کر سکا ہوں؟ اے

Marfat.com

اللہ تو ہی بتا کہ جو ذمہ داری تو نے مجھے سونپی تھی وہ پوری ہوئی یا کہ نہیں۔''

حاضرین نے یک صدا ہو کر جواب دیا'' ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔''

حضور ﷺ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: '' اے لوگو میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ تم لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ جس کسی کے پاس کوئی امانت ہے اُسے اصلی حالت میں اُس کے مالک کو لوٹا دے۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرنا۔ اے لوگو رباء سے پرہیز کرو۔ زمانہ جاہلیت کی رباخوری اسلام میں منع ہے۔ لیکن تمہارا مال و دولت تم پر حلال ہے۔ اللہ نے رباخوری کی ممانعت کی ہے۔ اور پہلا شخص جسے میں رباخوری سے منع کرتا ہوں میرے چچا عباس بن مطلب ہیں۔

اے لوگو! اگر کوئی شخص کسی کے قتل کا مرتکب ہو تو اُس کی سزا بھی قتل ہی ہو گی۔ لیکن اگر کوئی قتل غیر ارادی طور پر واقع ہو جائے تو قاتل کو دیت کی صورت میں ایک سو اونٹ ادا کرنا ہوں گے۔ ایک سو اونٹ سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔ جو کوئی ایسا کرے تو جان لے کہ اس نے دورِ جاہلیت کی رسومات کی پیروی کی ہے۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے ایک بار پھر پوچھا: '' آیا میں اپنا فرض ادا کر سکا ہوں کہ نہیں؟ اے اللہ تو ہی بتا جو ذمہ داری تو نے مجھے سونپی وہ پوری ہوئی یا نہیں''

حاضرین نے با آواز بلند جواب دیا: '' ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا فرض بہت اچھے طریقے سے ادا کر دیا ہے''

آپ ﷺ نے اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا: '' اے لوگو جان لو کہ

Marfat.com

آج ابلیس بہت سیخ پا ہے۔ کیونکہ وہ جان چکا ہے اب تمہاری سرزمین میں یعنی اسلام کی سرزمین میں اُس کی بات ماننے والا کوئی نہیں رہا۔ اور نہ ہی کوئی اس کی پیروی کرنے کو تیار ہے۔ مگر اے لوگو مت بھولو کہ شیطان ہمہ وقت تمہارے تعاقب میں ہے وہ کوشش کرے گا کہ تمہیں ایسے راستے دکھائے جو گمراہی پر ختم ہوتے ہیں۔ وہ تمہارے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ کوشش کرے گا کہ دوسرے کاموں میں مداخلت کرے۔ لہذا تم لوگ ہمیشہ ہوشیار رہو اور شیطان سے بچتے رہو۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بے اہمیت کاموں میں بھی حزم واحتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو۔ تاکہ شیطان بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں میں مداخلت کر کے تمہارے دین کی جڑیں کھوکھلی نہ کر سکے۔

اے لوگوں ایک عام مہینے کو حرمت والے مہینے میں جگہ دینا وہ بدعت ہے جسے بے دین لوگوں نے اپنایا تھا۔ چنانچہ وہ گمراہ ہوئے۔ اسلام کے مہینے وہی ہیں جو اللہ نے معین کیئے ہیں۔ اور اللہ کی کتاب میں جس کا ذکر ہوا ہے۔ یعنی سال میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے ان بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ ذیقعدہ، ذی الحج، محرم، اور رجب ہیں۔

اے لوگو! اب میں عورتوں کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری عورتیں تم پر حق رکھتی ہیں اور تم بھی اُن پر حق رکھتے ہو۔ اُن کا فرض ہے کہ تمہاری عزت وناموس کی حفاظت کریں۔ اور جنہیں تم پسند نہیں کرتے انہیں گھر میں نہ آنے دیں۔ اگر وہ اپنے فرائض میں کوتاہی کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے ان سے دوری اختیار کرو۔ اگر وہ اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیں تو اُن کے لیے اچھی غذا اور

Marfat.com

مناسب لباس فراہم کرو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی عورتوں سے بہترین سلوک روا رکھو۔ اُن کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آؤ۔ تمہاری عورتیں تمہارے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ ایک بار پھر کہتا ہوں کہ اپنی عورتوں سے نہایت اچھا برتاؤ رکھو۔''

یہاں حضور ﷺ نے پھر وہی سوال دہرایا: ''آیا میں نے اپنا فرض پورا کردیا ہے۔ اے اللہ تو ہی فیصلہ کر کہ جو ذمہ داری تو نے مجھے سونپی وہ پایۂ تکمیل کو پہنچی؟''

حاضرین نے یک زبان ہوکر جواب دیا یارسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا فرض نبھا دیا۔''

تب آپ ﷺ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! جو ایمان لائے اور اسلام میں داخل ہوئے وہ سب آپس میں بھائی ہیں۔ اور ایک بھائی کا مال دوسرے بھائی پر حرام ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے مال میں دست اندازی نہیں کرسکتا مگر یہ کہ پہلے اُس کی رضامندی حاصل کرلے۔

اے لوگو میرے بعد ایک دوسرے کی جان کے دشمن نہ بن جانا۔ اور ایک دوسرے کی گردن زنی پر مت اُتر آنا بلکہ اسلامی اخوت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا اور تمہارے درمیان نہیں رہوں گا لیکن میں تم میں ایک چیز چھوڑ کر جارہا ہوں، اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑا، تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے۔

آیا میں نے اپنا فرض پورا کردیا یا نہیں۔ اے اللہ تو ہی بتا کہ جو ذمہ داری تو

Marfat.com

نے مجھے سونپی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟''

حاضرین نے ایک بار پھر والہانہ انداز میں جواب دیا: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔''

آپ ﷺ نے اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا جد بھی ایک ہی تھا۔ سب آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے تھے۔ چنانچہ تم سب کا خمیر ایک ہے اور وہ ہے مٹی۔ تم میں سے کوئی کسی دوسرے پر فوقیت نہیں رکھتا۔ بلکہ اللہ کے نزدیک برتر وہی ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف زیادہ ہے۔ کوئی عرب یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی غیر عرب پر برتری رکھتا ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ برتر وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔''

یہاں آپ ﷺ نے پھر اپنا سوال دہرایا: ''آیا میں اپنا فرض پورا کر سکا ہوں یا نہیں۔ اے اللہ تو ہی بتا تو نے جو ذمہ داری مجھے سونپی تھی وہ تکمیل کو پہنچی یا کہ نہیں۔ حاضرین نے پھر یک زبان ہو کر جواب دیا: ''یا رسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ میری باتیں اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ تاکہ سارے مسلمانوں تک میری بات پہنچ جائے۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کے لیے اُس کی میراث سے ایک حصہ مقرر فرمایا ہے لہٰذا ایسی وصیت مت کرنا کہ ایک وارث کو اُس کے حصے سے زیادہ ملے۔ اگر کسی اجنبی کے لیے وصیت کرنا چاہو تو یاد رکھو۔ ایک اجنبی کا حصہ جو تمہارا

Marfat.com

رشتے دار نہیں تمہاری وراثت کے ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ اے لوگو! چھوٹا بچہ اپنی ماں سے متعلق ہے اور جو مرد زناء محصنہ کا مرتکب ہو اُسے سنگسار کر دیا جائے۔ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا باپ کہے اور اپنے آقا کے سوا کسی اور کو آقا جانے تو ایسا شخص اللہ کی لعنت سے دوچار ہو گا۔

اے لوگو تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں اُسی عزت و حرمت کی مستحق ہیں جس طرح تم آج کے دن کی، اس مہینے کی اور اس شہر کی عزت و حرمت کرتے ہو۔

میں زمانہ ء جاہلیت کے تمام خون (یعنی بدلہ لینے کی ریت) آج مٹا رہا ہوں۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے ربیعہ بن حارث ؓ بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔

اے لوگو! اپنے غلاموں (یعنی خادموں) کا خیال رکھو۔ جو خود کھاؤ، ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو ان کو پہناؤ۔

اے لوگو! تمہیں خُدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ دیکھو مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کا گناہ بیٹے پر نہ ڈالا جائے اور بیٹے کا گناہ باپ پر نہ ڈالا جائے۔

اے لوگو اگر کوئی نک کٹا حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور تمہیں خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو تم اُس کی بات سنو۔

یہاں حضور ﷺ نے ایک دفعہ پھر پوچھا: ''آیا میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اے اللہ تو ہی بتا جو ذمہ داری تو نے مجھے سونپی تھی وہ پوری ہوئی یا کہ نہیں۔''

Marfat.com

حاضرین نے با آواز بلند پھر کہا ''یا رسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو نہ میرے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی نئی امت پیدا ہوگی۔ خوب سن لو اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ وقت پر نماز پڑھو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کرو۔ خانہ کعبہ کا حج کرو۔ اپنے حاکموں کے فرمانبردار رہو۔ اس کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ تمہیں اپنی جنت میں داخل کرے گا۔''

حضور ﷺ نے ایک دفعہ پھر سوال کیا: ''آیا میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے؟ اے اللہ تو ہی فیصلہ کر کہ جو ذمہ داری تو نے مجھے سونپی تھی وہ پایہء تکمیل کو پہنچی یا نہیں۔''

حاضرین نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی پورا کر دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور فرمایا: ''اے اللہ گواہ رہنا''

آخر میں پیغمبر اسلام نے السلام علیکم کے ساتھ اپنا خطبہ ختم کیا۔

اس خطبے نے وہاں پر موجود لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر چھوڑا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اُس دن ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان جبل الرحمہ میں جمع تھے۔ اور آپ ﷺ کی آواز سن رہے تھے۔ جب آپ ﷺ اپنی فرض کی ادائیگی کے بارے میں سوال کرتے اور حاضرین من حیث المجموع جواب دیتے تو ایسا روح

Marfat.com

پرور منظر وجود میں آتا جو دلوں میں جوش وولولہ پیدا کرتا یوں لگتا جیسے پہاڑ اور صحرا کپکپا رہے ہوں۔ جن لوگوں نے اُس دن پیغمبر اسلام کا خطبہ سنا اُن کی ہستی کے ذرے ذرے میں خطبے کے الفاظ پیوست ہو کر رہ گئے اور وہ اس کا کوئی لفظ اپنی زندگی کے آخری دن تک نہ بھلا سکے۔

دین کی تکمیل۔(الیوم اکملت لکم دین کم)

مدینہ واپسی۔ حجتہ الوداع کے بعد صرف اسّی یا اکاسی دن آپ اس دنیا میں رہے۔ 12 ربیع الاوّل 11ھ بمطابق 7 جون 632ء بروز پیر روحِ پاک بدن مبارک سے جدا ہوئی۔ آپ نے 63 سال چار دن کی عمر پائی۔

اللھم صلی علیٰ محمدِ وعلیٰ آله و اصحابه اجمعین.

☆☆☆

Marfat.com

خلیفۃ الرسولؐ کا انتخاب

حضورﷺ کی رحلت سے مسلمانوں پر گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انہوں نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا، جب وہ اپنے پیارے نبیﷺ کے دیدار سے محروم ہو جائیں گے۔ اُن کے لیے دنیا اور آخرت کی ساری خوشیاں اور کامرانیاں حضور ﷺ سے وابستہ تھیں۔ حضور ﷺ کے انتقال کی خبر اُن پر بجلی بن کر گری۔ اسی ذہنی کیفیت کے زیر اثر حضرت عمرؓ نے یہ ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ حضور ﷺ رحلت فرما گئے ہیں۔ جذبات میں انہوں نے اپنے میان سے تلوار نکال لی اور فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ حضور ﷺ نہیں رہے میں اُس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان ذہنی طور پر اس لمحے کے لیے تیار نہیں تھا کہ جب وہ یہ سنے کہ اُن کے پیارے آقاﷺ جن کو دیکھ دیکھ کر وہ جیتا ہے اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔

بنو نجار کے محلے میں سکتے کا عالم تھا۔ حضور ﷺ کے گھر کے لوگ، ان کے رشتے دار، اُن کی ازواج المطہرات اور متعدد صحابہ کرامؓ حضورﷺ کے جسد مبارک کے گرد ساکت و جامد کھڑے تھے۔ اس صدمہ جانکاہ سے سب کے ہوش حواس گم ہو چکے تھے۔ کسی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں۔ حضورﷺ کے جسد اطہر کو کہاں

Marfat.com

دفنائیں۔ غسل کون دے اور اس کی کیا صورت ہو۔ ایسے عالم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ اپنی قبر کے بارے میں وصیت فرما گئے ہیں کہ جہاں ان کا وصال ہوگا وہی ان کی قبر بنائی جائے گی۔ پھر غسل اور نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی دوسری جملہ تفصیلات کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہدایات دیں۔ اتنے میں خبر پہنچی کہ سقیفہ بنوساعدہ میں لوگ جمع ہو رہے ہیں اور اس مسئلے پر بحث ہو رہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اب قیادت اور رہنمائی کون کرے گا۔ چونکہ اِس امر کا فیصلہ اور اس پر سب کا اتفاق بڑا اہم اور ضروری تھا تا کہ امت میں کسی قسم کا انتشار اور فساد پیدا نہ ہو، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کے ہمراہ سقیفہ بنوساعدہ پہنچے اور پہنچتے ہی اعلان کیا "اے لوگو! تم حضرت عمرؓ، اور عبیدہ بن جراحؓ میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ آخری دم تک ان دونوں سے راضی اور خوش تھے۔" اس پر حضرت عمرؓ نے با آواز بلند فرمایا کہ اے لوگو تم سب جانتے ہو کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنی جگہ امام بنایا تھا اور خود بھی ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں نماز ادا کی۔ اب کون ہوگا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آگے بڑھنا چاہے گا ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ کہنا تھا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب حاضرین نے بیعت کر لی۔

دوسرے دن مسجد نبوی کے اجتماع عام میں جہاں سب لوگ جمع تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ "اے لوگو! تم نے میری بیعت کی ہے

Marfat.com

اور مجھے اپنا امیر اور خلیفہ منتخب کیا ہے لیکن میں اپنے آپ کو اس بھاری ذمہ داری کا اہل نہیں سمجھتا۔ اس لیے میری معذرت قبول کریں۔ اور کسی اور کو میری جگہ اپنا امیر چن لیں'' یہ کہہ کر وہ منبر سے اُتر آئے۔ صحابہؓ نے انہیں پکڑ کر پھر منبر رسولؐ پر لا کھڑا کیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں ہم آپ پر متفق ہیں آپ ہی ہمارے امام ہیں۔ یہ کہہ کر لوگوں نے پھر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی۔ طبری نے لکھا ہے کہ ''اس موقع پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت علی المرتضیٰؓ تھے''۔ اس روز 33 ہزار صحابہ کرامؓ نے ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفۃ الرسولؐ کا لقب دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسجد نبوی میں موجود حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

"میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ بس اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو اور میری بات مانو۔ اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں تو تمہارا فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر قائم کرو۔ راستی اور راست گفتاری امانت ہے اور دروغ گوئی خیانت۔ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اُس کا حق نہ دلوا دوں۔ اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں دوسروں کا حق اُس سے نہ لے لوں انشاءاللہ۔ تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا۔ جب کوئی قوم جہاد ترک کر دیتی ہے۔ تو وہ ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ جب میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ کیونکہ پھر تم پر میری فرمانبرداری فرض نہیں ہے۔ اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے۔"

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضور ﷺ کی علالت کی وجہ سے مسلمانوں کا جو لشکر رومیوں کے مقابلے کے لیے شام جانے سے رک گیا تھا اسے کوچ کا حکم دیا۔ حضور ﷺ نے اس لشکر کا سپہ سالار حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ ان کی عمر صرف 17 برس تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ جیسے جید صحابہ کرام ان کے لشکر کے سپاہی تھے۔ حضرت اُسامہؓ حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے جو حضور ﷺ کے غلام تھے۔ بعض صحابہ کرام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لشکر کی کمان کسی تجربہ کار بزرگ قریشی سردار کو سونپی جانی چاہیے۔ جب اس خیال کا اظہار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "آنحضور ﷺ کے مقرر کردہ سپہ سالار کی جگہ کسی اور کے تقرر کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح کی گمراہی سے اللہ مجھے اپنی امان میں رکھے" کچھ دیر توقف کر کے فرمایا: "شاید کچھ مسلمانوں کے دلوں میں ابھی تکبر اور غرور کا شائبہ موجود ہے۔" یہ کہہ کر لشکر گاہ میں تشریف لائے جہاں فوج کوچ کے لیے تیار کھڑی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اُسامہؓ کے گھوڑے کی باگ تھام کر اُن کے آگے آگے پیدل چلنا شروع کر دیا۔ اور اسطرح لشکر کی روانگی شروع ہوئی۔ اُسامہؓ نے اُتر کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ پیدل چلنا چاہا مگر انہوں نے حضرت اُسامہؓ کو گھوڑے سے اترنے سے روک دیا اور خود ان کے ساتھ کافی دور تک پیدل چلتے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ بعض صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اُسامہؓ کی سپہ سالاری پر جو انقباض اور تحفظات تھے وہ دور ہو جائیں اور وہ دیکھیں کہ خلیفۃ الرسول کے دل میں آنحضور ﷺ کے مقرر کردہ سپہ سالار کا کتنا احترام ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اُسامہؓ کے ہمراہ چلتے

Marfat.com

ہوئے اُنہیں دس نصیحتیں کیں۔ یہ نصیحتیں اسلامی فوج کا دستور العمل بن گئیں۔ ان کا ذکر آگے آتا ہے۔

حضرت اُسامہؓ نے حضرت عمرؓ کے ذریعے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ پیغام بھجوایا کہ مدینے کے سارے مسلمان جو جنگ میں حصہ لینے کے قابل تھے۔ سب اُن کے لشکر میں شامل ہیں۔ چونکہ مدینے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اکیلے رہ گئے ہیں بہتر ہے کہ وہ چند ایک بزرگ اور اہم صحابہ کرامؓ کو اپنی مدد اور مشورے کے لیے لشکر سے واپس بلالیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ کے مرتب کردہ لشکر میں سے میں اپنی مدد اور حفاظت کے لیے کسی کو واپس بلالوں۔ بے شک شہر خالی ہوجائے اور یہ خطرہ پیدا ہوجائے کہ کوئی بھیڑیا مجھے اکیلا دیکھ کر پھاڑ کھائے گا تب بھی میں کسی مجاہد کو لشکر کے ساتھ جانے سے نہیں روکوں گا۔''

لشکرِ شام کی کامیاب واپسی کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بڑی جرات اور ہمت سے جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنے کو فرو کیا اور منکرین زکوٰۃ یعنی جو مسلمان زکوٰۃ دینے سے انکار کررہے تھے۔ اُن سے زبردستی زکوٰۃ وصول کی۔ جمع قرآن کا اہم کام حضرت زید بن ثابتؓ کو سونپا۔ حضرت خالدؓ نے عراق کی طرف پیش قدمی کر کے حیرہ کا علاقہ ایران سے چھین لیا۔ سپہ سالارِ اعلیٰ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح سرحدِ شام پر تھے۔ قیصر روم کی پیش قدمی کے اندیشہ کے پیشِ نظر حضرت خالدؓ کو عراق سے شام کی طرف روانگی کا حکم ہوا۔

Marfat.com

اسلامی فوج کا دستور العمل

ملک شام پر فوج بھیجی تو ان کو جو نصیحتیں فرمائیں وہ اسلامی فوج کے لیے ہمیشہ کے واسطے دستور العمل بن گئیں۔

فرمایا: تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں:۔

۱۔خیانت نہ کرنا۔۲۔جھوٹ نہ بولنا۔۳۔ بدعہدی نہ کرنا۔۴۔کسی عورت، بچے یا بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔۵۔ثمر دار درخت کبھی نہ کاٹنا۔۶۔ کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا۔۷۔کھانے کی ضرورت کے سوا بکری، گائے اور اونٹ کو کبھی ذبح نہ کرنا۔۸۔مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔۹۔بزدلی نہ دکھانا۔ ۱۰۔جب کھانا تمہارے سامنے آئے تو اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرنا۔

مسلمان افواج کے علاوہ اور کسی قوم کی فوجوں نے اپنے مفتوح دشمنوں سے اس طرح کا حسن سلوک نہیں کیا۔

آپ کے عہد میں کئی فتوحات ہوئیں۔اجنادین کا مشہور معرکہ ان میں شامل ہے۔عہد صدیقیؓ کا آخری اہم واقعہ جنگ یرموک میں مسلمانوں کی فتح ہے۔

جنگ یرموک

دریائے یرموک کے کنارے رومیوں اور مسلمانوں میں خوفناک جنگ ہوئی۔ رومی ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں تھے۔ جب کہ مسلمانوں کا لشکر صرف چالیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ جنگِ یرموک دنیا کی فیصلہ کن جنگوں میں سے ایک ہے۔ یہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی عظیم فتح تھی۔ یہ جنگ حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

کے عہد خلافت میں ہوئی مگر فتح کی خبر حضرت ابو بکرؓ کی رحلت کے دو ماہ بعد مدینہ پہنچی۔

رومی ہمیشہ کے لیے شام کا علاقہ چھوڑ گئے قیصر روم نے اس پر نوحہ کرتے ہوئے کہا ''الوداع اے شام ! تو کتنی اچھی سرزمین ہے جو دشمن کے قبضے میں چلی گئی''

حضرت ابو بکر صدیق نے 21 جمادی الثانی 13ھ بمطابق 22۔اگست 634ء بروز پیر دنیائے فانی سے رحلت کی۔

مرض الموت کے دوران اکابر اصحابِ رسولؐ سے مشورہ کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور فرمایا وہ میرا کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں۔وہ عمرؓ ابن الخطاب ہے۔میں نے اپنی دانست میں بہترین شخص کو مقرر کر دیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ان کی وصیت کے مطابق انہی کپڑوں میں دفنایا گیا جو انہوں نے پہن رکھے تھے۔اُن کا فرمانا تھا کہ نئے کپڑے زندوں کے کام آنے چاہئیں۔

ایران کے عظیم شاعر فردوسی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''شاہنامہ'' میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مدح میں لکھا ہے ''رسولوں کے بعد سورج کسی ایسے شخص پر نہیں چمکا جو ابو بکر صدیقؓ سے بہتر ہو۔''

★★★

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ

23 جمادی الآخر 13ھ تا یکم محرم 24ھ

امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ اپنے وظیفے میں اضافے کی تجویز نامنظور فرمائی۔ شام کی جنگوں میں حاکم فلسطین کو یزید بن ابو سفیانؓ کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ پھر بصرہ اور دمشق کی فتح عمل میں آئی۔ اہل دمشق نے بغیر لڑے شہر حوالے کر دیا۔

بیت المقدس

عمرو بن العاصؓ نے فلسطین کے مختلف مقامات پر چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ رومیوں نے بیت المقدس اس شرط پر مسلمانوں کے حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ خود بیت المقدس تشریف لائیں۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ان کا کل زادِ راہ ایک اونٹ ایک غلام، ایک پانی کا مشکیزہ اور ستو اور کھجوروں کا ایک ایک تھیلا تھا۔ راستے میں حضرت عمرؓ اور ان کا غلام باری باری اونٹ پر سواری کرتے ہوئے اس شان سے بیت المقدس پہنچے کہ اس وقت غلام اونٹ پر سوار تھا

Marfat.com

اور حضرت عمرؓ پیدل تھے۔ احترام آدمیت اور مساوات کی یہ ایک ایسی عظیم الشان مثال ہے جس پر دُنیا کے مورخین آج تک حیران ہیں۔

جابیہ کے مقام پر 17 ھ میں عیسائیوں اور یہودیوں کو ایک امان نامہ لکھ کر دیا۔ یہ امان نامہ اس لیے اہم ہے کہ یہ فرمان اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں غیر مسلم مفتوحہ اقوام سے مسلمانوں کے حسنِ سلوک کی حکمتِ عملی کا اعلان ہے۔ اس تحریر کے الفاظ یہ تھے:

''یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی اور یہ امان ان کی جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست بیمار اور ان کے تمام مذاہب، رسم و رواج کے لیے ہے نہ اُن کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو یا ان کے احاطے کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کوئی کمی کی جائے گی۔ مذہب کے معاملے میں ان پر کسی قسم کا کوئی جبر و تشدد نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ اس تحریر پر اللہ اور رسولؐ اور خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ مقررہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔''

اس امان نامے پر حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے بطور گواہ دستخط کیے۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں ایک بڑے گرجے میں موجود تھے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ عیسائیوں نے کہا کہ آپ یہیں نماز پڑھ لیں۔ فرمایا ''اسے دلیل بنا کر مسلمان بعد میں گرجے کو زبردستی مسجد میں نہ بدل دیں'' گرجے سے باہر نکل کر نماز ادا

Marfat.com

کی۔اس مقام پر ایک مسجد تعمیر ہوئی جو مسجد عمر کہلائی۔اس مسجد کو 2004ء میں اسرائیل نے بمباری کر کے شہید کر دیا۔

فتح مصر

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کی اجازت سے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ شام اور مصر کے زرخیز علاقے چھن جانے سے رومی سلطنت کی عظمت کا سورج گہنا گیا۔

جنگ قادسیہ

ایرانیوں نے مسلمانوں کو مغربی محاذ پر مصروف پا کر پیش قدمی کی۔دو بڑے معرکے ہوئے۔ایک جنگِ قادسیہ، دوسری جنگ نہاوند۔قادسیہ میں ایرانی سپہ سالار کا نام رستم تھا۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایرانیوں کو شکست دی۔رستم مارا گیا۔ مسلمان ایرانیوں کے دارالحکومت مدائن جا پہنچے۔ جنگِ قادسیہ کے تقریباً چار برس بعد جنگ نہاوند پیش آئی۔حضرت نعمانؓ اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔ایرانی سپہ سالار مرجان شاہ تھا۔حضرت نعمانؓ شدید زخمی ہوئے مگر فتح تک جنگ جاری رکھی اور لشکر کے ساتھ رہے۔فتح کی خوشخبری سن کر جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔مسلمان ایرانیوں کے تعاقب میں ہمدان تک جا پہنچے۔آخری ساسانی بادشاہ یزدگرد فرار ہو گیا۔ پورے ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔مسلمانوں کی سلطنت کی حدود سندھ تک آن پہنچیں۔

ساتویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی میں اگر کوئی شخص یہ پیش گوئی کرنے کی

Marfat.com

جرأت کرتا کہ عرب کی غیر متمدن اور غیر معروف سرزمین سے اچانک ایک نادیدہ طاقت ظہور پذیر ہو گی جو اس عہد کی دو عالمگیر طاقتوں سے ٹکرا جائے گی، ساسانی طاقت کی پوری میراث سنبھال لے گی اور رومیوں سے زرخیز ترین صوبے چھین لے گی تو ایسے شخص کو پاگل قرار دیا جاتا لیکن حقیقت میں یہی کچھ پیش آیا۔ یہ تاریخ کا نہایت حیران کن اور ناقابل یقین واقعہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت

ذی الحجہ 23 ہجری کی آخری تاریخوں میں فارسی غلام ''ابو لولو فیروز'' نے خنجر سے اُس وقت وار کر دیا جب آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ یکم محرم 26 ہجری بمطابق 3۔ نومبر 644ء کو 58 سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عمرؓ جیسا سخت گیر، مدبر، انصاف پسند، درویش صفت اور عظیم حکمران دنیا میں نہیں ہوا۔ سکندرِ اعظم، جولیس سیزر، شارلیمان، نپولین وغیرہ کی فتوحات ان کی زندگی میں ہی ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں یا بعد میں جلد ہی قصہء پارینہ بن گئیں مگر حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلامی حکومت کی قلمرو میں جو ملک اور علاقے شامل کیئے گئے ان کی حدود اور وسعت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔

حضرت عمرؓ نے عدل و انصاف اور حسن انتظام جس خوبی سے قائم کیا اُس کی مثال نہیں ملتی۔ اُن کا یہ فقرہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے۔ ''اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے تو میں جواب دہ ہوں گا''

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے جانشین کے انتخاب کے لیے چھ اکابر صحابۂ کرامؓ کی ایک مجلس مقرر فرمائی کہ باہم مشورے سے اپنا امیر چن لیں۔ تین دن کی بحث و تمحیص کے بعد حضرت عثمانؓ بن عفان کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی اس شرط کے ساتھ مجلس انتخاب کی مشاورت میں حصہ لینے کو کہا تھا کہ وہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی رائے کے حق میں ووٹ دیں گے اور خود خلافت کے امیدوار نہیں ہوں گے۔

مائیکل ایچ ہارٹ کی مشہور کتاب دی ہنڈرڈ-100، جس کا ذکر آنحضورؐ کے باب کے آغاز میں ہو چکا ہے اور جس میں آنحضورؐ کا اسم گرامی سرفہرست ہے میں مسلمانوں کی باقی اہم شخصیات میں سے صرف حضرت عمر فاروقؓ کو شامل کیا گیا ہے۔اس کتاب کے تجزیہ نگاروں کے مطابق دنیا کی عظیم ترین ایک سو شخصیات میں حضرت عمر فاروقؓ 51ویں نمبر پر ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

28

حضرت عثمانؓ

حضرت عثمانؓ حضور ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ کے خاوند تھے۔ ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے لیے آب رسانی کا مسئلہ تھا۔ آپؓ نے یہودیوں سے بیئر رومہ کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ جنگِ تبوک کے لیے دس ہزار مسلمان فوجیوں کا خرچا اپنے پاس سے دیا۔ جنگ بدر کے زمانے میں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ نے اپنی تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ بھی حضرت عثمانؓ سے بیاہ دی۔ اس پر آپ نے ذوالنورین کا لقب پایا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کی شہادت کی خبر سن کر آنحضورؐ نے آپؓ کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام سے بیعت رضوان لی۔

پہلے چھ سال امن وسکون میں گزرے۔ فتوحات کا سیل رواں آگے بڑھتا چلا گیا۔ مشرق کی طرف سے ترک خلافتِ اسلامیہ کی حدود میں دخل اندازی کر رہے تھے ان کی یلغاروں کو روکنے کے لیے اسلامی لشکر آگے بڑھا اور بلخ پر قبضہ کر لیا۔ ہرات کابل اور غزنی بھی مسلمانوں کے تسلط میں آ گئے۔ جنوبی ایران میں بغاوت نے سر اُٹھایا تو اسلامی لشکر نے بغاوت کو فرو کر کے باغیوں کا قلع قمع کیا۔ اس یلغار میں کرمان اور سیستان کے علاقے اسلامی مملکت میں شامل کر لیے گئے۔ مغربی محاذ پر بازنطینیوں

Marfat.com

کی شورشوں کو دبانے کے لیے اسلامی افواج نے پیش قدمی کی اور بحیرہ اسود تک ایشیائے کوچک پر چھا گئیں۔ افریقہ میں طرابلس اور برکہ فتح ہوئے۔ جزیرہ قبرص پر چڑھائی کی گئی۔ رومیوں نے مصر پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے ایک بڑا بحری بیڑہ بھیجا جسے مسلمانوں نے اسکندریہ کے قریب مار بھگایا۔

حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت عثمانؓ نے نئے مفتوحہ علاقوں میں متعدد ترقیاتی منصوبوں پر کام کرایا۔ آب رسانی کا انتظام بہتر کرنے کے لیے نئی نہریں کھودی گئیں۔ پھلوں کے درخت لگائے گئے۔ سڑکیں بنائیں گئیں۔ تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لیے جگہ جگہ پولیس چوکیاں قائم کی گئیں۔ تجارت کو فروغ ہوا ہر طرف خوشحالی اور فارغ البالی کے آثار نمایاں تھے۔ دولت کی ریل پیل سے مسلمانوں میں پُر آسائش اور پُر تعیش زندگی کا آغاز ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے تک قرآنِ حکیم کے متن کی ترتیب اور قرأت سے متعلق مختلف علاقوں کے لوگوں میں کچھ اختلاف تھے۔ ان اختلافات کو دور کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ نے جید صحابۂ کرام کی ایک مجلس بٹھائی جس نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس موجود قرآن حکیم کے نسخے کی روشنی میں ترتیب قرآن کا کام از سر نو مکمل کیا۔ نئے نسخے کی متعدد کاپیاں تیار کروا کے تمام صوبوں کے دارالحکومتوں میں بھیجی گئیں تا کہ آگے ان کی مزید مستند نقول تیار کی جائیں اور ہر شہر اور قصبے میں پہنچا دی جائیں۔ قرأت کے بارے میں طے پایا کہ قرأت صرف قریش کے لہجے میں کی جائے۔

حضرت عمرؓ نے حرم کعبہ کی توسیع کا کام شروع کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی

Marfat.com

نگرانی میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ چاہ زمزم صاف کراتے ہوئے حضرت عثمانؓ کی انگلی سے خاتمِ رسولؐ (انگوٹھی) پھسل کر کنوئیں میں جا گری اور تلاشِ بسیار کے باوجود نہ ملی۔ خاتمِ رسولؐ گم ہو جانے سے عامتہ المسلمین میں بڑی مایوسی اور بے زاری پھیل گئی۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں مسجد نبوی بھی از سرِ نو تعمیر کی گئی اسے پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا گیا۔ لکڑی کے ستونوں کی جگہ پتھر کے ستون بنائے گئے۔ قیمتی پتھروں سے پختہ دیواریں تعمیر ہوئیں۔

اپنے دورِ خلافت کے آخری چھ سالوں کے دوران حضرت عثمانؓ کو بدامنی، مخالفت اور شورش کا سامنا کرنا پڑا۔

ابن سبا نامی ایک یہودی نو مسلم شخص جو بڑا عالم اور جادو بیان مقرر تھا، ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت حضرت عثمانؓ کے خلاف مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے لگا۔ اس نے خاص طور پر بصرہ، کوفہ اور مصر میں اور جہاں جہاں سے اس کا گزر ہوا مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کی۔ نئے نئے بدعتی خیالات پھیلائے اور اپنے بے سروپا عقائد پر مبنی رسائل لکھ لکھ کر مسلمانوں میں بانٹے۔ وہ حضرت عثمان غنیؓ کو بلکہ پہلے دو خلفاء کو بھی (نعوذ باللہ) غاصب قرار دیتا اور مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونے کی ترغیب دیتا۔ اس نے کہا کہ حضرت محمدؐ بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح پھر زندہ ہو کر اُمت کی رہنمائی کے لیے آئیں گے۔

بدقسمتی سے عہد عثمانی میں کچھ ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جن سے شورش کو

Marfat.com

ہوا ملی۔ حضرت عثمانؓ ضعیف العمری کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ نرم مزاج اور حلیم الطبع ہو چکے تھے۔ ان کی قوتِ فیصلہ کمزور پڑ چکی تھی۔ اپنے رشتہ داروں اور اقرباء سے ان کی نرمی اور مہربانی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ منصبِ خلافت کے لیے انتخاب کے وقت انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ آنحضورؐ اور شیخینؓ کی پیروی کریں گے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضر عمر فاروقؓ کے اندازِ حکمرانی سے انحراف کرتے ہوئے انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو ہر جگہ حاکم لگا دیا۔ یہ سب بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض سخت گیر، نااہل، عیش کوش اور خود پسند تھے۔ اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھنے کے بجائے حاکم سمجھتے تھے۔ عوام کی شکایات پر بھی حضرت عثمانؓ اپنے اہلکاروں کی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کے خلاف کوئی مؤثر اور نتیجہ خیز کارروائی نہ کر سکے۔ مدینے میں موجود بزرگ اور محترم اصحابِ رسولؐ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، اور حضرت طلحہؓ کے مشوروں کے برعکس وہ اپنے کاتب (سیکرٹری) اور مہر بردار مروان بن الحکم کی بات مانتے تھے۔

شورش کی آگ اس وقت بھڑک اُٹھی جب حضرت عثمانؓ نے لوگوں کی شکایات پر اپنے رشتہ دار عبداللہ بن سرح حاکم مصر کو برطرف کر کے اس کی جگہ محمد بن ابوبکرؓ کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا۔ راستے میں محمد بن ابوبکرؓ کے آدمیوں نے حضرت عثمانؓ کے ایک غلام کو تیز رفتار اُونٹنی پر مصر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ اونٹنی سوار بغیر رُکے ان کے پاس سے آگے نکلا تو انہوں نے اس کا پیچھا کیا اور پکڑ کر تلاشی لی۔ اس کے پاس سے حضرت عثمانؓ کا ایک خط ملا جس میں عبداللہ بن سرح کو لکھا گیا تھا کہ محمد بن ابوبکرؓ کے تقرر نامے کو منسوخ سمجھو اور جونہی یہ لوگ مصر میں داخل ہوں ان کو قتل

Marfat.com

کروادو۔اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مہرِ خلافت ثبت تھی۔اس پر وہ قافلہ جو محمد بن ابو بکرؓ کے ہمراہ مصر جا رہا تھا غیض وغضب میں آ گیا۔ان لوگوں نے واپس مدینہ پہنچ کر مذکورہ مکتوب حضرت عثمانؓ کو دکھایا اور اُن سے وضاحت چاہی۔حضرت علیؓ بھی اس موقع پر موجود تھے۔حضرت عثمانؓ کا جواب یہ تھا کہ مکتوب پر مہر بھی میری ہی ہے اور جس شخص سے یہ برآمد ہوا ہے وہ بھی میرا ہی غلام ہے مگر مجھے اس مکتوب کے بارے میں کچھ علم نہیں۔

اس اثنا میں بصرہ اور کوفہ سے بھی حضرت عثمانؓ کے مخالفین کے وفود مدینہ پہنچ گئے اور سب نے مل کر علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ان کا مطالبہ تھا کہ حضرت عثمانؓ اپنے کاتب اور مہر بردار مروان کو ان کے حوالے کر دیں۔حضرت عثمانؓ مروان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے پر تیار نہ ہوئے۔باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے محل کا گھیراؤ کر لیا اور اُن سے مطالبہ کیا کہ وہ منصبِ خلافت چھوڑ دیں۔حضرت عثمانؓ نے باغیوں کا یہ مطالبہ بھی مسترد کر دیا۔

محاصرہ چالیس دن جاری رہا۔حضرت عثمانؓ اور اِن کے اہلِ خانہ پر پانی بند کر دیا گیا۔اس دوران حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے اپنے بیٹوں کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا وہ باری باری محل کے گیٹ پر پہرہ دیتے رہے۔باغیوں کو محل کے اندر داخل ہونے سے روکنے کی کوشش میں حضرت حسنؓ زخمی ہو گئے۔

تین شر پسند حضرت عثمانؓ کے محل کی عقبی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے۔ ان میں محمد بن ابو بکر سب سے آگے تھا۔یہ لوگ جب حضرت عثمانؓ کے کمرے میں

Marfat.com

داخل ہوئے تو حضرت عثمانؓ قالین پر بیٹھے قرآن حکیم کی تلاوت میں مشغول تھے۔ محمد بن ابوبکر نے ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی۔ حضرت عثمانؓ نے اس سے کہا:

''میرے بھائی کے بیٹے! تیرا باپ تو میرے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا۔''

یہ سن کر محمد بن ابوبکر کو شرمندگی کا احساس ہوا اور وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اتنی دیر میں ایک اور شخص اندر آ گیا۔ تین شخص ننگی تلواروں کے ساتھ حضرت عثمانؓ پر جھپٹ پڑے اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت نائیلہؓ نے ایک قاتل کی تلوار کو اپنے ہاتھ پر روکنے کی کوشش کی تو ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ کر نیچے گر پڑیں۔ حضرت عثمانؓ کے قاتل الغافقی، سودان اور کنانہ ابن بشر تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد قاتل محل سے باہر آئے اور اپنے باقی ساتھیوں کو ہمراہ لے کر خزانے (بیت المال) پر دھاوا بول دیا۔ سارا خزانہ لوٹ کر لے گئے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت 18 ذالحج 35 ہجری بمطابق 7 جون 656ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ اُن کا خون آلود کرتا اور حضرت نائیلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں شام میں امیر معاویہ کے پاس پہنچا دی گئیں۔

حضرت عثمانؓ کی پیش گوئی ''اگر مجھے قتل کرو گے تو پھر نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے، نہ ایک ساتھ جہاد کر سکو گے'' حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ مدینۃ النبی پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا اور تین دن تک جنازہ نہ پڑھایا جا سکا۔

محمد بن ابوبکر جسے حضرت عثمانؓ نے مصر کا نیا گورنر مقرر کیا تھا اور جو باغیوں اور قاتلوں کی قیادت کر رہا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیٹا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

کی رحلت کے بعد جب وہ ابھی بچہ ہی تھا حضرت علیؓ نے اس کی والدہ سے شادی کر لی تھی ۔ اپنے عہدِ خلافت میں حضرت علیؓ نے محمد بن ابو بکر کو مصر کا گورنر بنایا مگر اہل مصر نے حضرت عثمانؓ کی شہادت میں ملوث سمجھتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔

حضرت عثمان کے قاتلوں کا معاملہ

سب سے بڑی مشکل چشم دید گواہ کا نہ ملنا تھی۔ حضرت عثمانؓ کی اہلیہ صرف محمد بن ابو بکر کو پہچانتی تھیں جو حملہ آوروں میں شامل تھا۔ مورخین کے بیان کے مطابق حضرت علیؓ نے باغیوں سے دریافت کیا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتل کون ہیں ان سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم سب حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں۔ چنانچہ مجرموں کے خلاف حضرت علیؓ کوئی کارروائی نہ کر سکے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان جمل اور صفین کی خون ریز جنگیں ہوئیں جن میں ہزاروں مسلمان مارے گئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ

حضرت ابوذر غفاریؓ آنحضورؐ کے ایک قریبی صحابی تھے۔ ان کا شمار جید اور نہایت قابلِ احترام صحابۂ کرام میں ہوتا ہے۔ انہیں آنحضورؐ بہت عزیز رکھتے تھے۔ اکثر گھوڑے یا اونٹ پر حضرت ابوذر غفاریؓ کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔ اس بنا پر انہیں آنحضور کا ردیف کہا جاتا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں لوگوں میں اور خاص کر قریش میں حُبِ جاہ اور دنیا طلبی بہت بڑھ گئی تھی۔ آنحضورؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کی سادہ اور

Marfat.com

درویشانہ زندگی خواب وخیال ہو کر رہ گئی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے لیے مدینہ میں ایک عالی شان محل تعمیر کر لیا تھا جس کے ستون قیصر و کسریٰ کے محلوں کی طرح سنگِ مرمر کے بنے ہوئے تھے اور صحن میں پھل دار درختوں کا ایک وسیع باغ تھا۔ امیر معاویہ کی شان وشوکت اور جاہ پسندی اس سے بھی بڑھی ہوئی تھی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اس دنیا طلبی اور جاہ پسندی کے خلاف پر زور صدائے احتجاج بلند کی۔ وہ دمشق تشریف لے گئے اور امیر معاویہ کو اس کی عیش وعشرت پر سرِ عام برا بھلا کہا۔ شہر کے چوک میں کھڑے ہو کر لوگوں کو عیش وعشرت کی زندگی اور سونے چاندی کے ڈھیر اکٹھے کرنے سے باز رکھنے کے لیے وعظ ونصیحت کرنے لگے، اور فرمایا ''تمہارا یہ سونا تمہاری یہ چاندی ایک دن پگھلا پگھلا کر تپتی ہوئی تمہارے جسموں پر لگائی جائے گی۔ انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ نہایت سادہ زندگی بسر کرو اور اپنی ضرورت سے زائد ہر چیز حاجت مندوں میں بانٹ دو۔

امیر معاویہ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے وعظ ونصیحت سے خوفزدہ اور پریشان ہو کر حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ خدا کے لیے ابوذر غفاریؓ کو اپنے پاس بلا لیں اور ان سے میری جان چھڑائیں۔ حضرت عثمانؓ نے ابوذر غفاریؓ کو مدینہ بلا لیا۔ مدینہ پہنچ کر حضرت ابوذر غفاریؓ لوگوں کو برسرِ عام وعظ ونصیحت کرتے رہے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا ''کیا آنحضورؐ اور شیخین کی مثالیں آپ کے سامنے موجود نہیں ہیں۔ آپ ان کی پیروی کیوں نہیں کرتے۔'' آخر حضرت عثمانؓ نے تنگ آ کر حضرت ابوذر غفاریؓ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور وادیٔ نجد کے ویرانے میں جا کر گذر بسر کریں۔ خلیفہ کے حکم پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے وادیٔ نجد میں جا کر ٹھکانہ کر لیا

Marfat.com

حوالہ ندارد

اور اپنی رحلت تک وہیں رہے۔ روایت ہے کہ ایک صبح انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا۔ ”آج ایک بکری ذبح کر کے بُھون لو مہمان آئیں گے انہیں کھلا دینا۔“ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوذر غفاریؓ انتقال کر گئے۔ اسی دن دوپہر کو ایک قافلہ مکہ جاتے ہوئے وہاں ٹھہرا۔ اس میں کوفہ کے ابن مسعودؓ بھی تھے۔ ان لوگوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور انہیں دفنا کر آگے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت علیؓ

اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔نوعمروں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ زہراؓ سے ہجرت کے دوسرے سال شادی ہوئی۔ جنگ بدر میں کفار کی مبارزت پر جو مسلمان مجاہد سب سے پہلے آگے بڑھے ان میں حضرت علیؓ پیش پیش تھے۔ جنگ اُحد اور جنگ خندق میں دادِ شجاعت دی۔ خصوصاً جنگ احد میں جب کفار نے آنحضور ﷺ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔اس وقت حضرت علیؓ ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابودجانہؓ حضور ﷺ کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت علیؓ کے جسم پر 80 زخم آئے اور حضرت عمرؓ کے جسم پر 40 زخم آئے۔ جبکہ حضرت ابودجانہؓ زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کا قول ہے کہ میں نے ان لوگوں سے زیادہ بہادر اور دلیر شخص زندگی میں نہیں دیکھا جو جنگ احد میں حضرت محمد ﷺ کی حفاظت کیلئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ان کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ جنگ خندق میں ابن عبدود جو ہزاروں سواروں پر بھاری سمجھا جاتا تھا، حضرت علیؓ کی تلوار سے قتل ہوا۔خیبر کا قلعہ حضرت علیؓ نے فتح کیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت پر تین دن منصب خلافت خالی رہا۔لوگوں کے

Marfat.com

اصرار پر امیر المومنین کا عہدہ قبول کرنے پر رضا مند ہوئے ۔ 21 ذی الحج 35ھ (20 نومبر 656ء) پیر کے دن مسجد نبوی میں آپؓ کی بیعت ہوئی۔ اپنے عہد حکومت کا ایک ایک لمحہ اصلاح احوال کیلئے انتہائی سعی و کوشش میں بسر کیا۔ حالات بہت بگڑ چکے تھے۔

حضرت علیؓ نے منصبِ خلافت سنبھالتے ہی حضرت عثمانؓ کے عہد کے تمام حاکموں اور گورنروں کو ہٹا دیا۔ جس کا ردِ عمل اُن کے حق میں اچھا ثابت نہ ہوا۔ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کے نامزد کردہ گورنر کو اپنے صوبے کی حدود میں داخل ہی نہ ہونے دیا۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابو بکر کو مصر کا نیا گورنر مقرر کیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے محمد کی والدہ سے شادی کر لی تھی۔ محمد نے حضرت علیؓ کے گھر میں ہی پرورش پائی۔ گورنری کا پروانہ لے کر جب محمد بن ابو بکر مصر پہنچا تو لوگوں نے اُسے حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک سمجھتے ہوئے ہلاک کر دیا۔

حضرت علیؓ، امیر معاویہ کے خلاف کاروائی کا سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں جو مکہ حج کو گئی ہوئی تھیں یہ اطلاع ملی کہ وہ وہاں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے مل کر لشکر اکٹھا کر رہی ہیں۔ تاکہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لیا جائے۔ قاتلین عثمان کی گرفتاری میں تاخیر سے مسلمانوں میں بددلی اور بدامنی پھیل رہی تھی۔ افواہیں پھیلانے والے سرگرم تھے۔ اس صورتحال میں حضرت علیؓ کا فرمانا یہ تھا کہ وہ پہلے حکومت کے اقتدار کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر لیں اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ضروری

Marfat.com

اقدامات کریں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ مدینہ جانے کے بجائے عراق روانہ ہوگئیں۔ لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے اور خون عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے لگے۔ حضرت علیؓ شام کا قصد چھوڑ کر عراق کی جانب بڑھے۔

جنگ جمل

جس رات کے پچھلے پہر حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے لشکروں میں اچانک جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے اس سے پہلے شام کو دونوں میں باہم امن و صلح کے معاملات طے پا چکے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو بلا تاخیر کیفر کردار تک پہنچانے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ دونوں طرف صلح صفائی کی خوشی میں مسلمان سکھ کی نیند سو گئے مگر حضرت عثمانؓ کے قاتلوں اور ان کے ساتھیوں کو اس صلح میں اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ ان لوگوں نے رات کی تاریکی میں دونوں لشکروں پر حملہ کر دیا۔ حضرت علیؓ کے لشکر نے یہ سمجھا کہ حضرت عائشہؓ کے لشکر نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے لشکر نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ کے لشکر نے وعدہ خلافی کر کے اچانک شب خون مارا ہے۔ چنانچہ اس بدگمانی میں شدت کی لڑائی چھڑ گئی۔ مسلمانوں کے مابین یہ پہلی جنگ تھی دونوں طرف ہزاروں مسلمان مارے گئے۔ حضرت عائشہؓ اپنی اونٹنی پر ہودج میں بیٹھی تھیں اس ہودج میں بے شمار تیر پیوست ہو گئے۔ آپؓ کی اونٹنی کے چاروں طرف انتہائی شدت کی لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت علیؓ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اونٹنی کی ٹانگوں پر وار کریں۔ اس پر اونٹنی بیٹھ گئی اور لڑائی

Marfat.com

رُک گئی۔ اس موقعہ پر محمد بن ابوبکر نے حضرت عائشہ کے ہودج (محمل) کا پردہ کھینچنے کی کوشش کی جس پر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''یہ کون بدبخت ہے۔'' اس پر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ جب حضرت عائشہؓ کا سامنا حضرت علیؓ سے ہوا تو آپ نے فرمایا: ''کاش میں آج سے بیس سال پہلے مرجاتی۔'' حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا: ''کاش میں بھی بیس سال پہلے انتقال کر چکا ہوتا تاکہ یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔'' حضرت علیؓ نے پورے ادب واحترام کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو حفاظتی دستے کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔

یہ جنگ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے لشکروں کے درمیان ہوئی۔ مسلمانوں کے مابین یہ پہلی جنگ تھی۔ دونوں جانب ہزاروں مسلمان مارے گئے۔ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالحکومت بنالیا۔ جنگ صفین ثالثی کا قضیّہ اور خارجیوں کا فتنہ بعد کے اہم واقعات ہیں خارجیوں کا مرکز نہروان تھا۔

جنگ صفین

یہ جنگ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے مابین ہوئی۔ جنگ کی وجہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا مسئلہ تھا۔ دونوں جانب چالیس ہزار کے لگ بھگ مسلمان مارے گئے۔ مگر جنگ کا کوئی حتمی نتیجہ نہ نکلا۔ حضرت علیؓ فیصلہ کن فتح حاصل کر لیتے مگر ان کے لشکریوں نے ان کی حکم عدولی کی اور حضرت علیؓ کی بات ماننے کی بجائے اپنی بات منوانے پر اصرار کیا۔

Marfat.com

جنگ صفین کے دوران حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کو یہ تجویز دی کہ ''ناحق مسلمانوں کا خون بہانے کی بجائے ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر لیتے ہیں جو زندہ بچ گیا وہ مسلمانوں کا خلیفہ بن جائے گا۔'' حضرت عمر بن العاصؓ نے معاویہؓ سے کہا حضرت علیؓ کی تجویز صائب ہے۔ مان لینی چاہیے۔ امیر معاویہ بولا ''تم نے حضرت علیؓ کے ساتھ مقابلے میں کبھی کسی کو زندہ بچتے دیکھا ہے مجھے مروانا چاہتے ہو۔''

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم اسلام سے پہلے بھی آپس میں برسر پیکار تھے۔ اسلام کے بعد بھی برسرِ پیکار رہے۔

جنگ نہروان

حضرت علیؓ نے خارجیوں کی سرکوبی کی۔

شہادت

خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے کوفہ کی مسجد میں حضرت علیؓ پر حملہ کر دیا۔ زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے سر میں زخم لگایا۔ 17 رمضان 40ھ بمطابق 25 جون 661ء کو حضرت علیؓ خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت علیؓ اپنے اس قول پر سختی سے عمل پیرا رہے کہ ''بیت المال سے خلیفہ کو صرف دو پیمانے غلہ لینے کا حق ہے، ایک اپنے اور اپنے کنبے کے لیے اور دوسرا مہمانوں کے لئے''۔ یاد رہے کہ اس ضمن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، اور حضرت عمر فاروقؓ کا شیوہ بھی یہی تھا۔ بلکہ شیخین نے اپنے ورثا کو وصیت فرمائی تھی کہ جو معمولی

Marfat.com

سا روزینہ وہ بیت المال سے لیتے رہے ہیں بیت المال میں واپس جمع کرا دیا جائے۔

آپؓ کی ذات بابرکات اخلاق نبوی ﷺ کی تصویر تھی۔ آنحضورﷺ کا یہ قول مشہور ہے کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی اس کا دروازہ ہیں''۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت حسنؓ

ہجرت کے تیسرے برس رمضان کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کے تھے کہ حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی بھی ہوئے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شرکت فرمائی۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ مگر آپؓ امت میں نفاق اور انتشار سے سخت پریشان تھے۔ اور کسی نہ کسی طرح اس نفاق اور انتشار کا خاتمہ چاہتے تھے۔

دست برداری

حضرت حسنؓ نے خطبے میں فرمایا:

"یہ امر (خلافت) ہمارے اور امیر معاویہ کے درمیان جھگڑے کا باعث بنا ہوا ہے۔ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا ہم اس کے حقدار ہیں یا یہ معاویہ کا حق ہے۔ میں دونوں صورتوں میں اسے چھوڑتا ہوں۔"

اس اعلان پر منافقوں اور یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں اور ان لوگوں نے جو امت میں نفاق اور تفرقہ ڈالنا چاہتے تھے حضرت حسنؓ کا گریبان پکڑ لیا اور نعوذ باللہ ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ایک اسی طرح کے مرحلے پر مسلمانوں کے دشمنوں نے حضرت علیؓ پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔

Marfat.com

امیر معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر دستخط کر کے حضرت حسنؓ کے پاس بھیج دیا کہ "آپ جو شرائط چاہیں لکھ لیں حضرت حسنؓ نے منصب خلافت سے دست برداری کے عوض ایک خطیر رقم سالانہ وظیفے کے طور پر لکھ دی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صوبہ اہواز کا سالانہ خراج تاحیات حضرت امام حسنؓ کو پہنچتا رہے۔ اوراس کے علاوہ مذکورہ معاہدے کے وقت دارالخلافہ کوفہ کے بیت المال میں جتنا زرو مال ہے وہ حضرت حسنؓ کی ملکیت ہوگا۔"

خلافت سے دستبرداری کے بعد نو سال زندہ رہے۔ بے حد حسین وجمیل تھے۔ حلم اور بردباری کا پہاڑ تھے۔ حاجتمند کی امداد کو اعتکاف پر ترجیح دیتے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

بنوامیہ کا دور

حضرت امیر معاویہ

41ھ (661ء) میں حضرت امام حسنؓ کی دست برداری کے ساتھ ہی خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہو گیا اور ملوکیت کا آغاز ہوا جو دراصل بادشاہی تھی۔ 661ء میں بنوامیہ کا دورِ حکومت شروع ہوا۔

اموی اور ہاشمی خاندان نسبت اور رشتہ داری کے لحاظ سے بہت قریبی تھے۔ رسول پاک ﷺ نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص بن ربیع امویؓ سے کی تھی۔ رسول پاک ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آئیں وہ بھی اموی تھے۔ خود امیر معاویہ کی بہن اور ابوسفیان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ کا عقد حضور ﷺ سے ہوا۔ اموی کا لقب خاندان کے جدِ اعلیٰ امیہ سے ماخوذ ہے جو حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے سگے چچا عبدالشمس کے بیٹے تھے۔ امیہ اور عبدالمطلب کے دادا عبدمناف تھے۔ حضور ﷺ کا خاندان عبدالمطلب کے والد ہاشم کی نسبت سے ہاشمی کہلاتا ہے اور امیر معاویہ کا خاندان ہاشم کے سگے بھائی عبدالشمس کے بیٹے امیہ کے نام سے منسوب ہے۔ امیر معاویہ ابوسفیان کے بیٹے تھے جو جنگ احد میں کفار کے سپہ

Marfat.com

سالار تھے۔ ابوسفیان فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان کے بڑے بیٹے یزید کو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سپہ سالار بنا کر شام کی مہم پر بھیجا پھر وہ دمشق کے گورنر رہے۔ حضرت عمرؓ نے معاویہ کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ امیر معاویہ بڑے مدبر اعلیٰ درجے کے منتظم اور مردم شناس، سیاسی بصیرت سے مالا مال، فراخ دل، سخی اور حیرت انگیز قوتِ برداشت کے مالک تھے۔ امیر معاویہ نے سب سے پہلے خارجیوں کی بیخ کنی کی طرف توجہ دی۔

فتوحات

امیر معاویہؓ کے زمانے کے آغاز میں ہی مہلب بن ابی صفرہ نے طورخم عبور کر کے درہ خیبر کے راستے ہندوستان پر یلغار کی۔ دوسرا حملہ بلوچستان کے ایک شہر قیقان (قلات کے قریب) پر ہوا۔ قندھار فتح ہوا۔ ترکستان میں پیش قدمی ہوئی۔ امیر معاویہ نے قسطنطنیہ پر بھی چڑھائی کی۔ اسی لشکر میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔ جن کا مزار قسطنطنیہ (استنبول) کے مضافات میں ہے۔ روڈز اور بعض دوسرے جزیرے بھی فتح ہوئے۔ کریٹ پر حملہ کیا گیا۔ شمالی افریقہ کے ممالک تیونس، الجیریا اور مراکش امیر معاویہ کے عہد میں فتح ہوئے۔

امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کر کے ایک تباہ کن اور غلط قدم اٹھایا۔ اس فیصلے سے سرِعام اختلاف کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے فرمایا تھا:

"جانشینی کے بارے میں تین نظیریں ہمارے سامنے ہیں۔ حضور ﷺ،

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ چوتھی کوئی نظیر نہیں یا تو آپ آنحضورؐ کی طرح کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کریں یا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر کسی اہل اور لائق شخص کو اپنا جانشین مقرر کر دیں یا حضرت عمر فاروقؓ کی طرح کچھ صائب الرائے اور قابل احترام شخصیات کو خلیفہ کے انتخاب کا کام سونپ جائیں اس وصیت کے ساتھ کہ وہ آپ کے بیٹے کو ہرگز منتخب نہ کریں۔ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے۔''

پانچ اصحاب نے علی الاعلان یزید کو ولی عہد ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت امام حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔

امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کر کے بادشاہت اور آمریت، خاندانی برتری اور نسل پرستی کے اُسی دور کا ازسرنو آغاز کر دیا جسے ختم کرنے کے لیے آنحضورؐ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ امیر معاویہ کا یہ اقدام آخر مسلمانوں کے زوال اور انتشار، فرقہ بندیوں اور خانہ جنگیوں کا بنیادی سبب بنا۔

امیر معاویہؓ کے عہد میں سلطنت دس صوبوں میں تقسیم تھی۔

1: شام	2: عراق کوفہ
3: بصرہ (بحرین، خراسان، سیستان)	4: آرمینیا
5: مکہ مکرمہ	6: مدینہ منورہ
7: سرحدات ہند یعنی مکران	8: مصر
9: افریقہ	10: یمن

☆☆☆

Marfat.com

یزید

(28اپریل 680ءتانومبر 683ء)

یزید نے تین برس نو مہینے حکومت کی۔

خونِ حسینؓ

یزید کا عہد خون حسینؓ سے رنگین ہے۔ یزیدی فوج نے میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے سامنے صرف دو راستے رکھے کہ یا تو یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں یا مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ حضرت امام حسینؓ نے بخوشی شہادت کا راستہ اختیار کیا:

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

اپنے بہتر (72) جانثاروں اور خاندان کی عورتوں اور معصوم بچوں کے ساتھ حضرت امام حسینؓ نے کربلا کے میدان میں جو عظیم اور بے مثال قربانی دی وہ امت مسلمہ کے سینوں میں ایک زخم کی صورت آج بھی تر و تازہ ہے۔

مشرقی پاکستان میں ہمارے فوجی جرنیل کی شرمناک ہزیمت کے پس منظر میں عدیم ہاشمی نے حضرت امام حسینؑ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے:

Marfat.com

ہم ایک لاکھ تھے ہم نے جھکا دیا سر کو

حسینؓ تیرے بہتر سروں کو لاکھ سلام

یزید 35 سال کی عمر میں فوت ہوا۔اس نے مدینہ منورہ میں قتلِ عام بھی کروایا۔اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ ثانی تخت نشین ہوا مگر تین ماہ بعد حکومت سے دستبردار ہو گیا۔وہ واقعہ کربلا اور مدینہ میں قتل و غارت سے سخت دلبرداشتہ تھا۔حکومت سے دستبرداری کے وقت اس نے تقریر میں کہا کہ ''مجھ میں حکومت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں۔تم لوگ جسے چاہو اپنا حاکم بنالو۔'' امیر معاویہ کے خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔مروان بن حکم اموی تخت سلطنت پر جا بیٹھا۔عبداللہ بن زبیر کو شکست دے کر اور شام اور مصر پر اپنا قبضہ جما کر خلیفہ کہلایا۔نو ماہ کی حکومت کے بعد اچانک وفات پائی۔یزید کی بیوہ ام خالد نے جس کے ساتھ مروان نے زبردستی نکاح کر لیا تھا، مروان کو زہر دے کر اور گلا گھونٹ کر مار دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

عبدالملک بن مروان
(685ء تا 705ء)

39 سال کی عمر میں باپ کی وفات پر تخت نشین ہوا۔ بڑا عالم و فاضل شخص تھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی حکومت شام و مصر تک محدود تھی۔ حجاز و عراق میں عبداللہ بن زبیر تھے۔ شیعانِ علیؓ بنو امیہ کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ خارجی پھر زور پکڑ گئے۔ چوتھی طرف رومی لشکر کشی پر آمادہ ہو رہے تھے۔ توابین بھی نمودار ہو گئے۔ مختار ثقفی حضرت امام حسینؓ کے فرزند حضرت امام زین العابدینؓ کا نمائندہ بن کر اٹھا اس نے اہل عراق اور توابین کو اپنے ساتھ ملایا اور امام حسینؓ کے قتل کا بدلہ لینے کا اعلان کیا۔ شمر، ابن زیاد اور عمرو بن سعد اس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ آخر عبداللہ بن زبیر کے بھائی مصعب ابن زبیر حاکم بصرہ نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا۔ اسی اثناء میں رومیوں نے شام پر حملہ کر دیا مگر عبدالملک نے بیرونی خطروں سے نمٹنے سے پہلے اندرونی خانہ جنگی کو فرو کرنا ضروری سمجھا۔ رومیوں کو تاوان دے کر رخصت کیا اور حضرت عبداللہ ابن زبیر حاکم حجاز کے خلاف لشکر کشی کی۔ حجاج بن یوسف ثقفی کو عبدالملک نے عبداللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ عبداللہ ابن زبیر بڑی مردانگی سے لڑے مگر ان کے اکثر ساتھیوں کو حجاج نے لالچ دے کر ان سے علیحدہ کر دیا۔ عبداللہ ابن زبیر اپنی والدہ حضرت اسماء کے پاس آئے۔ عرض کیا کہ ساتھی ساتھ

Marfat.com

چھوڑ چکے ہیں۔ حضرت اسماء نے فرمایا:

"بیٹا اگر تم حق کے لیے لڑے تھے تو اس طرح لڑو جس طرح تمہارے ساتھی لڑے اور جانیں دیں۔ اگر تم دنیا کے لیے لڑے تھے تو افسوس کہ تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور دوسروں کی جانیں بھی ضائع کیں۔ یہ شریفوں اور دینداروں کا شیوہ نہیں ہوتا کہ ساتھیوں کو کم پائیں تو حق کی یاوری چھوڑ دیں۔ تم کو دنیا میں کب تک رہنا ہے۔ جاؤ لڑو۔ حق کے لیے جان دے دینا زندگی سے ہزار درجے بہتر ہے۔"

عبداللہ ابن زبیرؓ شہید ہوئے تو حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکا دی۔ تین دن تک لاش سولی پر لٹکتی رہی۔ اُن کی والدہ حضرت اسماء (بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ) نے دیکھا تو فرمایا "یہ شہسوار ابھی تک سواری سے نہیں اترا"۔ اس جنگ میں حجاج نے خانہ کعبہ پر بھی سنگ باری کی۔ عبداللہ ابن زبیر 64ھ سے 73ھ تک نو برس حکمران رہے۔ 73ھ میں عبدالملک پوری دنیائے اسلام کا بادشاہ بن گیا۔ حجاج بن یوسف کو حاکم عراق مقرر کیا۔ 5 شوال 85ھ (یکم اگست 705ء) عبدالملک نے وفات پائی۔

عبدالملک کے عہد تک ایران میں دفتری کام فارسی میں اور شام و مصر میں یونانی میں ہوتا تھا۔ عبدالملک نے حکم دیا کہ سب دفتری کام عربی میں ہو۔ حجاج بن یوسف نے قرآن پاک پر اعراب اور نقطے لگوائے۔ یہ بہت بڑی دینی خدمت تھی جو اللہ تعالیٰ نے حجاج جیسے ظالم اور جابر شخص سے لی۔

☆☆☆

Marfat.com

ولید بن عبد الملک اور سلیمان بن عبد الملک

(705ء سے 717ء)

ولید، دس سال تک، دن رات تعمیری کاموں میں مصروف رہا۔ اس کا عہد وسعتِ سلطنت کے لحاظ سے خاندان امیہ میں بے مثال ہے۔ قتیبہ بن مسلم نے ترکستان کی طرف پیش قدمی کی۔ بلخ پر قبضہ کیا۔ دریائے جیحوں عبور کر کے بخارا اور ثمرقند کے علاقے فتح کیے (پرانا نام سغدیانہ)۔ خوارزم (خیوا) اور فرغانہ بھی فتح کیے۔ مشرق میں اسلامی سلطنت کی حدود چین کی سرحدوں تک بڑھا دیں۔ مغرب کی جانب قسطنطنیہ پر بھی حملہ کیا۔ طرسوس اور انطاکیہ فتح ہوئے۔ بحیرہ روم کے اہم جزیرے میوروقہ اور سارڈینیا بھی فتح کر لیے گئے۔ ولید کے عہد میں ملک پر ملک، علاقوں پر علاقے اور جزیروں پر جزیرے مسلمانوں کے قبضے میں آتے چلے گئے۔

ولید نے بھیک مانگنے کی ممانعت کر دی۔ عام ضرورت مندوں کے لیے روزینے مقرر کیے۔ یتیموں کی کفالت کا انتظام کیا۔ ایسے آدمی مقرر کیے جن کا کام صرف یہ تھا کہ جہاں کہیں کسی اندھے یا اپاہج کو دیکھیں ان کی مدد کریں اور جہاں انہوں نے جانا ہو وہاں پہنچا دیں۔ مسجد نبوی کو نئے سرے سے تعمیر کروایا۔ دمشق میں نہایت عالی شان جامع مسجد بنوائی۔

Marfat.com

فتح سندھ :

سندھ میں راجہ چچھ بدھ مت کو مٹا کر برہمن راج قائم کر چکا تھا۔ اس نے مکران کے مسلمانوں سے چپقلش شروع کردی۔ چچھ کے بیٹے داہر کے عہد میں دیبل (کراچی) کا واقعہ پیش آیا۔ حجاج بن یوسف حاکم صوبجات مشرقیہ نے قیدیوں کی رہائی اور مال کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ انکار پر محمد بن قاسم کی یلغار ہوئی۔ جس میں دیبل اور نیرون (موجودہ حیدرآباد) کی فتح عمل میں آئی۔ راور کی لڑائی میں داہر مارا گیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان تک کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ ملتان میں قلعہ قاسم آج تک محمد بن قاسمؒ کی یادگار ہے۔

افریقہ میں پیش قدمی

امیر معاویہ

تیونس، الجزائر اور مراکش تک مسلمان امیر معاویہ کے عہد میں پہنچ چکے تھے۔ تیونس میں قیروان کا شہر آباد کیا، جو افریقہ میں مسلمانوں کی حکومت کا مرکز بنا۔ امیر معاویہ کے عہد میں عقبہ بن نافع نے مغربی افریقہ کی آخری سرحد تک پہنچ کر بحر ظلمات (اٹلانٹک) میں گھوڑا ڈال دیا۔ اور کہا "اگر سمندر بیچ میں نہ آجاتا تو اے اللہ میں دنیا کے آخری سرے تک تمہارے نام کے جھنڈے گاڑ دیتا۔"

ولید نے موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کا گورنر بنایا، جس نے سارے مغربی اور شمالی افریقہ پر تسلط قائم کیا اور طنجہ پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔ یہاں کے بربر مسلمان ہو گئے۔ طارق بن زیاد بربر تھا جو حاکم طنجا بنا۔ اس نے 711ء میں اندلس پر یلغار کی اور اندلس کے باشاہ راڈرک کو شکست دی۔ اسلامی فوجیں موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی

Marfat.com

کمان میں سارا اسپین فتح کرنے کے بعد فرانس میں داخل ہو گئیں۔

ولید بن عبدالملک 715ء (جمادی الآخر 96ھ) میں صرف 46 سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ موسیٰ بن نصیر اور حجاج نے سلیمان کی جانشینی کی مخالفت کی تھی۔ حجاج مر چکا تھا۔ اس کا بدلہ اس کے بھتیجے محمد بن قاسم سے لیا گیا۔ محمد بن قاسم کو واپس نہ بلایا جاتا تو سارا ہندوستان اسی وقت فتح ہو جاتا اور ہندوؤں کی اکثریت مسلمان ہو جاتی۔ قتیبہ بن مسلم بھی حجاج کا آدمی تھا۔ اس کو بھی خلیفہ سلیمان نے معزول کر دیا۔ موسیٰ بن نصیر پر بڑا بھاری جرمانہ عائد کر دیا۔ قتیبہ کے بعد یزید بن مہلب کو خراسان کا حاکم بنایا جس نے جرجان اور طبرستان فتح کر لیے۔

قسطنطنیہ پر حملہ ناکام رہا۔ سلیمان صرف پونے تین سال حکمران رہا۔ اس کا سب سے اچھا کارنامہ یہ تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز
(717ء سے 720ء)

آپ نے صرف دو برس اور پانچ مہینوں میں خلافت راشدہ کی یاد تازہ کردی۔ اتنی دیانتداری اور عمدگی سے انتظام کیا کہ حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور سخت گیر حکمران کے زمانے میں عراق کے بیت المال کو دو کروڑ اسّی لاکھ درہم کی آمدنی ہوتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نرمی اور رحم دلی کے عہد میں یہ آمدنی بارہ کروڑ چالیس لاکھ ہوگئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز حجاج کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔
''حجاج کو دین کا سلیقہ تھا نہ دنیا کا''۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے جاگیرداری ختم کرنے کے لیے تمام جاگیریں بحقِ سرکار ضبط کرلیں۔ بیوی کے جہیز کا قیمتی ہیرا بیت المال کے حوالے کردیا۔ اپنے پاس لباس کا صرف ایک جوڑا رہنے دیا۔ اسے ہی دھو دھو کر پہنتے تھے۔ عوام اتنے خوشحال ہو گئے کہ صدقہ اور زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہا۔ سب محتاجوں، معذوروں کے وظیفے اور روزینے مقرر کردیئے۔ خطبے میں حضرت علیؓ کی شان میں اموی دورِ حکومت سے جو نازیبا الفاظ ادا کیے جاتے تھے، انہیں حذف کرنے اور اس کی جگہ قرآن کی یہ آیت پڑھنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

(اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ فحاشی، برائی اور ظلم سے روکتا ہے۔ شاید کہ تم سمجھ جاؤ) یہ آیت اب تک پڑھی جاتی ہے۔

خارجیوں کا پوری طرح قلع قمع کیا۔ جن رشتہ داروں سے جاگیریں چھین کر بیت المال کے حوالے کی تھیں، انہوں نے ایک نوکر سے زہر دلوادیا۔

☆☆☆

Marfat.com

ہشام بن عبدالملک

عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد کی سب اصلاحات ملیا میٹ ہو گئیں۔ یزید بن عبدالملک شعبان 105ھ میں فوت ہوا۔ یزید نے اپنے بھائی ہشام کو اپنا جاں نشین نامزد کیا۔ اس کے عہد میں نصر ابن سیار نے کاشغر اور آس پاس کے دوسرے علاقے فتح کر کے اسلامی سلطنت کی حدیں چین سے ملا دیں۔ آرمینیا اور قفقاز میں وحشی قبیلوں کی مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار کا سدباب کیا اور ان سے خوفناک لڑائیاں لڑیں۔ ہندوستان میں گجرات کاٹھیاواڑ کی طرف پیش قدمی کی۔ مسلمان اندلس سے گزر کر فرانس میں داخل ہوئے۔ فرانس پر پے در پے حملے کیے گئے۔ طور (Tours) سے ذرا سا آگے بڑھ کر ایک خونریز لڑائی ہوئی۔ امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ اسلامی لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اس جنگ میں امیر عبدالرحمٰن سخت زخمی ہو کر شہید ہوا۔ مسلمان پسپا ہوئے۔ یورپ میں مسلمانوں کی پیش قدمی رک گئی۔ ہشام کے زمانے میں مسلمانوں نے صقلیہ (سسلی) پر بھی حملہ کیا۔ ہشام نے 743ء (6 ربیع الثانی 125ء) میں وفات پائی، بنو امیہ میں آخری بڑا حکمران تھا۔ اس کے بعد یزید ثالث (جسے یزید الناقص بھی کہتے ہیں)، پھر مروان بن محمد تخت نشین ہوا۔

Marfat.com

اس اثناء میں عباسیوں کی بغاوت خوب پھیل چکی تھی۔ حضرت علیؓ کے طرفداروں نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ان کے فرزند حضرت امام زین العابدینؒ کو اپنا سردار بنانا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر طرفداران اہل بیت نے حضرت علیؓ کے ایک اور فرزند محمد بن حنیفہ کو اپنا سردار بنالیا۔ اس کے بعد ابو ہاشم عبداللہ ان کے جانشین ہوئے۔ انہیں زہر دے دیا گیا۔ اب عبداللہ بن عباسؓ کے پوتے محمد بن علی عباسی ہی قریبی رشتہ دار رہ گئے تھے۔ ابو ہاشم نے انہیں اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اس طرح خلافت کی دعویداری اہل بیت نبوی اور خاندان حضرت علیؓ سے عباسی خاندان میں منتقل ہو گئی۔ عباسیوں نے اہل بیت نبوی کے کارندوں کے طور پر لوگوں کو امویوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی دعوت بڑے موثر اور خفیہ انداز میں دینی شروع کر دی۔ سب سے موثر اور کامیاب داعی ابو مسلم خراسانی تھا۔ اس نے خراسان میں ہر جگہ بغاوت پھیلا دی۔ ایک مقررہ تاریخ کو خراسان کے سب شہروں اور قصبوں میں لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ خراسان بنو امیہ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ پھر عراق عجم پر بھی عباسیوں کا قبضہ ہو گیا۔ جنگ زاب (ربیع الثانی 132ھ نومبر 749ء) میں آخری اموی حکمران مروان بن محمد شکست کھا کر بھاگا اور مارا گیا۔ عباسیوں نے امویوں پر بے پناہ مظالم توڑے۔ سب بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو قتل کر دیا۔ ایک موقع پر 80 اموی معززین کو دعوت پر بلایا۔ ان کو قتل کر دیا اور ان کی لاشوں پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا اور جشن منایا۔ اموی خلفاء کی لاشیں قبروں سے نکال کر جلائیں۔ شہزادوں میں سے صرف ایک بچا، ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن بن معاویہ، جس نے اندلس پہنچ کر حکومت کی اور قرطبہ کی شان و شوکت اس قدر بڑھائی کہ بغداد

Marfat.com

کی عظمت اس کے مقابلے میں ماند پڑ گئی۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بعد سو برسوں میں آپ کے اُمتی اس سلطنت کے مالک بن گئے۔ جو رومی سلطنت کے عہد شباب سے بھی زیادہ وسیع تھی۔ اندلس سے لے کر دریائے سندھ تک۔ چین اور بحیرہ خوارزم (بحیرہ ارال) سے دریائے نیل تک اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

عباسیوں کا دور

نومبر 749ء میں شروع ہو کر عباسی خلافت تقریباً پانچ سو برس تک قائم رہی۔ دارالخلافہ بغداد تھا۔ تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد کے بعد باقیماندہ عباسی قاہرہ (مصر) جا پہنچے۔ اور یہاں ایک بے اختیار اور برائے نام خلافت قائم کر لی جو 254 برس رہی۔ عباسیوں کے عہد حکومت کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور: بغداد، ایرانیوں کا عروج۔

دوسرا دور: ترکوں کا عمل دخل۔

تیسرا دور: عباسیوں کا زوال، سقوط بغداد تک۔

چوتھا دور: برائے نام خلافت کی مصر منتقلی۔

قاہرہ کے آخری عباسی خلیفہ متوکل ثالث نے ترک حکمران سلطان سلیم عثمانی کے حق میں خلافت چھوڑ دی۔

عباسیوں کا پہلا خلیفہ ابوالعباس عبداللہ بن محمد (سفاح) تھا۔ سفاح کے معنی ہیں خونریز۔ وہ پہلا حکمران تھا جس نے وزارت کا منصب قائم کیا، امویوں پر ظلم و ستم سے قطع نظر بڑا مدبر اور فیاض حکمران تھا۔ چار برس آٹھ مہینے حکومت کی۔ اس کے بعد خلیفہ ابوجعفر منصور کے عہد میں ابومسلم خراسانی کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت

Marfat.com

امام حسنؓ کی ساری اولاد اور ان کے پورے خاندان کو گرفتار کر لیا گیا اور پورے خاندانِ سادات کو پا بجولاں مدینے سے عراق لایا گیا۔ المنصور نے اہل بیت پر بڑے مظالم ڈھائے۔ افریقہ کا علاقہ عباسیوں کے ہاتھوں سے عملاً نکل گیا۔ منصور نے دریائے دجلہ کے کنارے بغداد شہر کی بنیاد رکھی، جو پانچ صدیوں تک عباسی سلطنت کا مرکز رہا۔ المنصور نے 158ھ اکتوبر 775ء میں وفات پائی۔ سوا بائیس برس حکومت کی۔

☆☆☆

Marfat.com

ہارون الرشید اور مامون الرشید

ہارون الرشید اور اس کا بیٹا مامون الرشید عباسی خاندان کے سب سے بڑے حکمران تھے (786ء سے 833ء)۔ عباسی دور انہی کے عہد میں اپنے عروج و کمال کو پہنچا۔ جس رات ہارون الرشید تخت نشین ہوا، اسی رات مامون الرشید پیدا ہوا۔ یحیٰی بن خالد برمکی وزیر اعظم بنا۔ یحیٰی برمکی کے چار بیٹے فضل، جعفر، موسیٰ اور محمد تھے جو 18 سال تک عباسی سلطنت پر چھائے رہے۔ جاہ و جلال، دولت و ثروت اور فیاضی کی ناقابل یقین داستانیں ان سے منسوب ہیں۔ 803ء میں برمکہ کو زوال آیا۔ جعفر قتل ہوا۔ فضل اور یحیٰی جیل میں ڈال دیے گئے۔

رومیوں سے جنگیں

قسطنطنیہ کی ملکہ کی جگہ نقفور نیا حکمران بنا۔ اس نے ہارون الرشید کے نام گستاخانہ خط لکھا۔ ہارون الرشید نے جواب میں چڑھائی کردی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ہارون نے 23 سال حکومت کی۔ مکہ مکرمہ کی نہر زبیدہ کی تعمیر اس عہد میں ہوئی۔

مامون الرشید اپنے بھائی امین الرشید کو شکست دینے کے بعد 813ء (محرم 198ھ) میں تخت بغداد پر بیٹھا۔ عباسی خاندان کا سب سے بڑا خلیفہ تھا۔ بیس

Marfat.com

سال حکومت کی۔ اہل بیت سے عقیدت رکھتا تھا۔ چنانچہ امام علی رضاؑ بن امام موسیٰ کاظم کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ اس پر عباسیوں کی مخالفت اور شورش برپا ہوگئی امام علی رضا اچانک انتقال کر گئے۔ انہیں زہر دیے جانے کا شبہ کیا جاتا ہے۔ طاہر بن حسین کو خراسان کا گورنر بنا دیا۔ خراسان عملاً عباسی سلطنت سے الگ ہو گیا۔ رومیوں سے پھر جنگیں ہوئیں اور رومیوں کو شکست ہوئی۔ مامون نے 833ء میں وفات پائی۔ مامون علم و فضل تدبر و سیادت، عدل و انصاف، شجاعت و سخاوت میں باکمال اور بے مثال تھا۔ یونانی کتابوں کے ترجموں کا سلسلہ خلیفہ منصور کے عہد میں شروع ہوا۔ مامون کے عہد میں یہ کام کمال کو پہنچا۔ دارالترجمہ میں سنسکرت کی علمی کتابوں کے ترجمے بھی ہوئے۔ مسلمان سائنس، طب، فلکیات، ریاضیات میں دنیا کے امام بن گئے۔ ہارون و مامون کے عہد کا دبدبہ تھا، جس کے فیض سے بعد میں عباسی چار سو سال تک حکومت کرتے رہے۔

عباسی خلافت ایرانیوں کی کوششوں سے قائم ہوئی تھی۔ ایرانیوں کا حکومت پر قبضہ تھا عربوں کی حیثیت معمولی رہ گئی۔ مامون کے بعد معتصم باللہ نے ترک فوج بھرتی کی۔ سامرا کی چھاؤنی ترک سپاہیوں سے آباد ہوگئی۔ یہ شہر ساٹھ برس تک حکومت عباسیہ کا مرکز رہا۔ شیعوں کے مطابق ان کا آخری امام بھی یہیں دفن ہے۔ قیصر روم نے مسلمانوں کے علاقے پر چڑھائی کی اور قتل عام کیا۔ ایک عورت نے دہائی دی۔ ''اے معتصم میری مدد کو پہنچو''۔ یہ سنا تو لبیک لبیک کہتا ہوا لشکر لے کر چڑھ دوڑا اور عموریہ پر قبضہ کر لیا۔ اکتوبر 841ء (محرم 227ھ) میں معتصم نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا ہارون واثق باللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ چھ سال حکومت کی۔

Marfat.com

اس کے عہد میں سسلی پر مسلمانوں کا موثر قبضہ ہوا۔ کئی اور فتوحات ہوئیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا متوکل علی اللہ برسرِ اقتدار آیا۔ قسطنطنیہ میں رومیوں نے مسلمان قیدیوں کا قتل عام کیا۔ متوکل اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اب عباسیوں کا زوال شروع ہو گیا۔ ایک سو پندرہ برس کے بعد زوال کے واضح آثار نظر آنے لگے۔ ترکوں کا بڑھتا ہوا عمل دخل اس کا ایک سبب تھا۔

زوال کا پہلا دور (861ء تا 892ء)

خلفاء ترک سالاروں کے ہاتھوں میں قیدیوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ حرم خلافت میں کنیزوں کی حکومت تھی۔ خلیفہ معتز بن متوکل کو ترک فوجی محل سے پکڑ کر باہر لے آئے۔ تپتی ریت پر ننگے پاؤں کھڑا رکھا۔ اتنا پیٹا کہ اس کے کپڑے پھٹ گئے۔ پاؤں اٹھاتا تو تھپڑ مارتے۔ عراق میں حبشی غلاموں کی شورش بپا ہوئی۔ یہ فتنہ چودہ پندرہ سال برپا رہا۔ پانچ لاکھ آدمی مارے گئے۔

زوال کا دوسرا دور (892ء تا 907ء)

چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں بظاہر عباسی خلفاء سے پروانہ حاصل کرتی تھیں مگر عملاً اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار تھیں۔ ان میں نمایاں سامانی سلطنت تھی۔ بخارا اس کا مرکز تھا۔ سمرقند بخارا اسی عہد میں اپنے اوج کمال کو پہنچے۔ پھر آل بویہ، غزنوی، سلجوقی اور فاطمی خاندانوں نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ ایک خلیفہ مقتدر باللہ جو 908ء سے 932ء تک خلیفہ رہا، اس کے عہد میں مصر میں فاطمیوں اور اندلس میں عبدالرحمٰن ثالث نے خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ گویا ایک ہی زمانے میں دنیائے

Marfat.com

اسلام میں تین خلیفے ہو گئے۔ مطیع اللہ کے عہد میں غزنوی خاندان کی بنیاد پڑی۔ قادر باللہ نے سلطان محمود غزنوی کو یمین الدولہ اور امین الملک کے خطابات دیئے۔ اس دور مین بغداد کی سیاسی برتری برائے نام تھی۔ شیراز، غزنی، قاہرہ اور قرطبہ زیادہ اہم شہر بن گئے۔ خاندان بویہ نے ایران کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا۔ اس کے ایک سردار احمد (معز الدولہ) نے بغداد پہنچ کر امیر الامراء کا لقب حاصل کیا۔ اور خلیفہ کو اس بات پر مجبور کیا کہ جمعہ کے خطبے میں خلیفہ کے ساتھ امیر الامراء کا نام بھی لیا جائے۔ خاندان بویہ کے زوال کے بعد غزنویوں کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ اس کا بانی الپ تگین سامانی غلام تھا۔ خراسان کا گورنر بن گیا۔ پھر اس کا داماد سبکتگین اس کا جانشین بنا۔ سبکتگین کا بیٹا محمود غزنوی عراق عجم خراسان، افغانسان، سیستان، ماورالہند اور پنجاب پر قابض رہا۔ سلطان محمود 999ء میں تخت نشین ہوا۔ پچیس برس حکمران رہا۔ ہندوستان پر پے در پے 17 حملے کیے۔ قنوج، کالنجر، گوالیار، متھرا، گجرات، سومنات، کاٹھیاواڑ اس کی زد میں آئے۔ محمود غزنوی 1030ء میں فوت ہوا۔ اس کے عہد میں غزنی کا شمار دنیا کے بڑے شہروں میں ہوتا تھا۔ یہ شہر پندرہ سولہ میل تک پھیلا ہوا تھا۔ فردوسی، عنصری، البیرونی اسی کے دربار سے منسلک تھے۔ سارے ایران، جرجان، خوارزم، طبرستان، اصفہان، ہمدان پر اس کا قبضہ تھا۔

قائم باللہ کے زمانے میں 18 دسمبر 1055ء کو سلجوقی بغداد کے دروازے تک جا پہنچے۔ بغداد کی حکومت سلجوقیوں کے زیر اثر آ گئی۔ مصر میں فاطمی خلافت کا بانی عبداللہ المہدی (سعید) تھا۔ اُس نے قیروان سے سولہ میل دور اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس خاندان نے مصر میں تقریباً دو سو باسٹھ برس حکومت کی۔ اس خاندان کے ایک سپہ

Marfat.com

سالار جوہر رومی نے 969ء میں مصر پر قبضہ کرلیا اور قاہرہ شہر کی بنیاد رکھی۔ اس وقت سے قاہرہ ہی مصر کا دارالحکومت ہے۔ اس خاندان کے پانچویں خلیفہ عبدالعزیز نے (972ء تا 996ء) قاہرہ کو بے حد خوبصورت بنادیا اور الازہر یونیورسٹی قائم کی۔ العزیز نے اندلس کے اموی حکمران کو تحقیر آمیز خط لکھا۔ اس نے جواب میں کہلا بھیجا۔ ''تم نے ہماری ہنسی اڑائی اس لیے کہ ہمارا نام سن چکے ہو۔ اگر ہم نے تمہارا نام سنا ہوتا تو مذاق کا ضرور جواب دیتے۔''

سلجوقی سلطنت (1055ء تا 1194ء)

ایران میں سلجوقی سلطنت شوکت وحشمت، جاہ وجلال اور وسعت میں بے مثال تھی۔ عباسی خاندان کے 26ویں خلیفہ قائم بامراللہ کے زمانے میں سلجوقی سلطنت قائم ہوئی اور 34ویں خلیفہ ناصرالدین اللہ کے زمانے میں اس کا اقتدار ختم ہوا۔ اس کے مشہور سلطانوں میں طغرل، الپ ارسلان، اور ملک شاہ شامل ہیں۔ الپ ارسلان کی قیصر روم رامانوس کے ساتھ یزدگرد کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ قیصر روم کی فوج تین لاکھ تھی جب کہ الپ ارسلان کے پاس صرف پندرہ ہزار جانباز تھے۔ خون کے دریا بہہ نکلے۔ رومیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ یہ دنیا کی مشہور لڑائیوں میں سے ایک ہے۔ الپ ارسلان نے قیدی رومی بادشاہ رامانوس کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کیا۔ اس لڑائی میں مشہور شاعر اور ریاضی دان عمر خیام بھی الپ ارسلان کی فوج میں شامل تھا۔ الپ ارسلان کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ اصفہان اس کا مرکز سلطنت تھا۔ مشہور وزیر نظام الملک طوسی اسی عہد کی شخصیت تھی۔

Marfat.com

سیاست نامہ یا دستور الوزراء اس کی مشہور کتاب ہے۔اس نے مدرسہ نظامیہ بغداد کی بنا ڈالی۔ برصغیر میں موجودہ درس نظامی علمائے فرنگی محل لکھنؤ میں سے ملا نظام نے مرتب کیا تھا۔بغداد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔امام غزالی مدرسہ نظامیہ بغداد میں استاد تھے۔حسن بن صباح قزوین کے پہاڑی علاقے میں قلعہ الموط میں جاگزیں تھا۔ جنت، بھنگ، حشیش، فدائیں کے بارے میں اس کے قصے مشہور ہیں۔ملک شاہ کی وفات کے بعد سلجوقیوں کا زوال شروع ہو گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

صلیبی جنگیں

صلیبی جنگوں کی ابتداء 1096ء میں ہوئی۔ حملہ آور فرنگیوں کا نشان جنگ صلیب تھا۔ اس لیے انہیں صلیبی جنگیں کہتے ہیں۔ 1096ء سے 1293ء تک یہ جنگیں ہوتی رہیں۔ سات یا نو دفعہ عیسائی حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے بیت المقدس حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح کیا تھا۔ اچانک حملہ کر کے عیسائیوں نے 1099ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کیا۔ گاڈ فرا اور اس کے بعد بالڈون بیت المقدس کے اردگرد فلسطین کے علاقے کا بادشاہ بن بیٹھا۔ عباسی خلافت، ایران کی سلجوقی سلطنت اور افریقہ میں فاطمی حکومت نے عیسائیوں کے خلاف کوئی پیش قدمی نہ کی۔ موصل، حران اور حلب میں نورالدین زنگی کی حکومت تھی۔ اس نے 1154ء میں دمشق پر قبضہ کر لیا۔ نجم الدین ایوب نامی ایک کُرد سردار زنگی سلطنت میں نمایاں ہوا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اسی نجم الدین ایوب کا بیٹا تھا۔ مصر کے فاطمی خلفاء صلیبیوں یعنی عیسائیوں کے حامی تھے۔ نورالدین زنگی عیسائیوں پر فیصلہ کن حملہ کرنے سے پہلے مصر کی طرف سے اطمینان حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے صلاح الدین ایوبی کے چچا اسد الدین شیر کوہ کو مصر بھیجا۔ اس نے فاطمی خلیفہ کو ہٹانے کے بعد وہاں کے سارے انتظامات خود سنبھال لیے۔ اس نے 1171ء میں فاطمی خلیفہ کا نام خطبے سے خارج کروا کے عباسی خلیفہ کا نام اس کی جگہ پڑھوایا۔

Marfat.com

سلطان صلاح الدین ایوبی

سلطان نورالدین زنگی کے مرنے کے بعد زنگی سلطنت کے زعما نے خود تخت سلطنت صلاح الدین ایوبی کو پیش کر دیا۔ پہلے صلاح الدین نے شام میں فرقہ باطنیہ کے مرکز کو ختم کیا۔ باطنی بھی فاطمیوں کی طرح صلیبیوں کے امدادی تھے۔ اب صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں سے بیت المقدس واپس لینے کی تیاریاں شروع کر دیں اور شدید جنگ کے بعد اسے فتح کر لیا۔ واضح رہے کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کی بے خبری میں اچانک حملہ کر کے مسلمانوں سے بیت المقدس چھینا تھا۔ اس شب خون کے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم توڑے اور جس بے دردی سے انہیں قتل کیا اُس سے تاریخ کے صفحات خون آلود ہیں۔ عیسائیوں کے حملے کے وقت بیت المقدس میں ستر ہزار مسلمان نماز ادا کر رہے تھے۔ عیسائیوں نے اُن سب نہتے نمازیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالا بیت المقدس کے دروازوں سے خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ جب سلطان صلاح الدین نے عیسائیوں کو شکست دے کر بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ بحال کیا تو اُس وقت کئی ہزار عیسائی بیت المقدس میں عبادت میں مشغول تھے۔ مگر مسلمانوں نے کسی ایک عیسائی کی بھی بے حرمتی نہیں کی اور اُنہیں عزت و احترام سے مسجد اقصیٰ سے نکل جانے کا موقع دیا۔ سارا یورپ سلطان صلاح الدین کے اس حسن سلوک سے حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔ سلطان صلاح الدین نے اس موقع پر فتح کے بعد مسلمانوں کے اُسی روایتی حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا، جس کی مثال حضرت محمد ﷺ نے فتح کے مکہ کے بعد قائم کی

Marfat.com

تھی۔

تیسری صلیبی جنگ شروع ہوئی جس میں انگلستان کا بادشاہ رچرڈ شیر دل شامل تھا مگر اس نے ناکام ہو کر صلاح الدین ایوبی سے صلح کر لی۔ اپنی بہن سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھائی کے ساتھ بیاہ دی اور چار لاکھ اشرفیاں دے کر اپنی فوج کو شام سے بحفاظت نکال کر لے گیا۔ یہ واقعہ نومبر 1191ء کا ہے۔ صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد اس کے خاندان کے آٹھ بادشاہ ہوئے۔ پھر مصر و شام میں مملوکوں کی سلطنت قائم ہو گئی۔ ان کی حکومت 1517ء تک قائم رہی ترک سلطان سلیم عثمانی نے ان سے مصر چھینا۔

عباسی خلافت کا خاتمہ

خلافت عباسیہ کے آخری دور میں ایک خلیفہ ناصرلدین اللہ 1179ء سے 1225ء تک پورے 46 برس بغداد میں مسند خلافت پر متمکن رہا۔ پانچ سو سال کی خلافت عباسیہ میں اتنا لمبا عرصہ کوئی اور خلفیہ حکمران نہیں رہا۔ اس کے عہد میں ایران میں سلجوقیوں کا زور ٹوٹا۔ خوارزم شاہیوں اور سلجوقیوں کی کشمکش شروع ہوئی۔

سلجوقیوں کے اقتدار کا خاتمہ

خلیفہ نے سلطان تکش شاہِ خوارزم کو عراق عجم پر حملے کی دعوت دی، جو سلطان طغرل کے ماتحت تھا۔ خلیفہ کا خیال تھا کہ طغرل کو شکست دینے کے بعد شاہ خوارزم تکش واپس چلا جائے گا مگر 1194ء میں طغرل کی شکست کے بعد سلطان تکش

Marfat.com

خلافت کا مختار بن کر بیٹھ گیا۔ خلیفہ بے دست و پا تھا۔ تکش کے بعد اس کا بیٹا علاؤالدین محمد ایران، بخارا، سمرقند اور غزنہ کو فتح کر کے اور زیادہ طاقت ور ہو گیا۔ وہ بغداد پر حملہ کرنا چاہتا تھا تا کہ عباسیوں کا خاتمہ کر کے خلافت علویوں کے حوالے کرے مگر اس دوران منگولیا میں چنگیز خان ایک خوفناک قوت بن کر نمودار ہوا۔ 1216ء میں خلیفہ ناصرلدین اللہ نے چنگیز کے پاس پیغام بھیجا کہ خوارزم شاہ کا خاتمہ کر دو۔ یعنی پہلے خلیفہ نے سلطان تکش کو امداد کے لیے بلایا تھا۔ جب تکش اور اس کا بیٹا علاؤالدین محمد خلیفہ کے لیے زیادہ پریشانی کا باعث بن گئے تو اس نے مدد کے لیے چنگیز خان کو پکارا۔ آخر یہ اقدام عباسی خلافت اور بغداد کی تباہی کا باعث بن گیا۔ بغداد کو تباہ و برباد کرنے والا اور 1258ء میں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے والا چنگیز خان کا پوتا ہلاکو خان تھا۔ ایک مورخ کے قول کے مطابق تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کے قتل عام اور وحشیانہ لوٹ مار کا سرسری ذکر سننا بھی بڑی ہمت کی بات ہے۔ تفصیل سننے کی تاب کون لا سکتا ہے۔ ''اس شہر پر جو کچھ گذری صرف قیاس کر لو، حال نہ پوچھو''، بغداد کے عظیم کتب خانوں کو آگ لگا دی گئی۔ آخری عباسی خلیفہ کا نام مستعصم باللہ تھا۔ اس نے ہلاکو خان کے پاس حاضر ہو کر بلا شرط اطاعت قبول کر لی لیکن تاتاریوں نے اسے ڈنڈے مار مار کر قتل کر دیا۔ بغداد میں عباسی خلافت کا نشان تک نہ رہا۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ عباسی خلافت نہ مٹی۔ ظاہر بامراللہ کا ایک بیٹا مصر پہنچ گیا۔ وہاں کے مملوک سلطان نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مصر میں عباسی خلافت کا یہ سلسلہ مزید ڈھائی سو سال تک چلتا رہا۔ یہ خلافت 1571ء تک قائم رہی۔ ان خلیفوں کے پاس نہ کوئی ملک تھا نہ کوئی اختیار۔ مصر کے مملوک سلطان انہیں وظیفہ

Marfat.com

دیتے تھے۔ آخری خلیفہ متوکل علی اللہ ثالث تھا جسے ترک سلطان سلیم عثمانی اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ اس نے سلطان کے حق میں خلافت چھوڑ دی جس پر عثمانی ترک منصب خلافت پر فائز ہو گئے اور حرمین شریفین کے خادم بنے۔

عباسیوں کے عہد حکومت کے بعض اہم نکات

امویوں کی طرح عباسیوں کو بھی خلفاء کہنا غلط ہے۔ حقیقت میں یہ مطلق العنان بادشاہ تھے۔ حکومت کا انتظام تین بڑے افسروں کے سپرد تھا، وزیر اعظم، قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس اور فوج کا سپہ سالار جسے امیر کہتے تھے۔ عباسیوں کے عہد میں خلیفہ کے مذہبی تقدس پر بہت زور دیا گیا خلیفہ کو ظلِ اللہ علی الارض یعنی زمین پر خدا کا سایہ کہتے تھے۔ عربوں کی سادگی کی جگہ عجمی تکلفات نے لے لی۔ مالیات کے محکمے کو دیوان الخراج کہتے تھے۔ آمدنی کی بڑی مدیں زمین کا مالیہ مختلف حکومتوں سے خراج، جزیہ، زکوٰۃ اور محاصل تھے۔ عباسیوں کی خلافت اپنے دور عروج میں بہت امیر تھی۔ خلیفہ منصور فوت ہوا تو خزانے میں سات کروڑ درہم اور ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار موجود تھے۔ ہارون الرشید کے پاس ایک یاقوت تھا جس کی قیمت چالیس ہزار دینار بتائی جاتی تھی۔ اسے اندھیرے میں رکھتے تو اُجالا ہو جاتا۔ یحییٰ برمکی کے پاس جواہرات کا ایک ڈبہ تھا جو قیمتی پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ اس کی قیمت ایک کروڑ تین لاکھ درہم تھی۔ ہر طرف دولت و ثروت کی ریل پیل تھی۔ اس زمانے میں حماموں کا دستور عام تھا۔ صرف بغداد میں ساٹھ ہزار حمام تھے۔

عباسیوں کے عہد میں مختلف علوم اپنے اوجِ کمال کو پہنچے۔ تفسیر، حدیث،

Marfat.com

فقہ، تاریخ، جغرافیہ، طب ادب، اخلاق ہر موضوع پر بہتر سے بہتر عالم اور بہتر سے بہتر کتابیں موجود تھیں۔ طب میں ابوبکر رازی اور بو علی سینا، فلسفے میں کندی اور فارابی، ریاضیات میں الخوارزمی (جس کا نام لاگرتھم کی شکل میں زندہ ہے۔ لاگرتھم الخوارزمی ہی کا بگاڑ ہے)، البیرونی، عمر خیام، تفسیر و تاریخ میں ابوجعفر محمد بن جریر الطبری اور مسعودی۔ ادب و شعر میں جن لوگوں نے امتیاز حاصل کیا ان کا کچھ شمار نہیں۔ سعدی، حافظ، خیام، فردوسی بے شمار بڑے نام اسی عہد سے متعلق ہیں۔ حدیث کی چھ مشہور کتابیں (صحاح ستہ) اسی عہد میں مرتب ہوئیں۔ اسلامی فقہ کے چاروں امام بھی عباسیوں ہی کے عہد میں گزرے۔ ابتدائی تعلیم ہر جگہ مسجدوں میں ہوتی تھی۔ کوئی بستی مدرسوں سے خالی نہ تھی۔ بڑے شہروں میں بے شمار بڑی بڑی درسگاہیں تھیں جن میں بغداد کی نظامیہ اور قاہرہ کی الازہر زیادہ مشہور ہیں۔ بالغوں کی تعلیم پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ کتب خانوں کا شمار مشکل ہے۔ مختلف قصبوں اور شہروں میں ہسپتال موجود تھے جہاں سب کا علاج مفت ہوتا تھا۔ بغداد کا بڑا ہسپتال جسے بیمارستان کہتے تھے، ایک بہت بڑا ہسپتال تھا۔ ہر طرف پلوں، سراؤں، سڑکوں، نہروں، بندوں، اور خوراک گھروں کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ عربی زبان و ادب کی ترویج اور ترقی غیر معمولی طور پر ہوئی۔ سوڈیڑھ سو برس ہی میں عربی اتنی پھیل گئی کہ عرب سے باہر سمرقند، بخارا، مرو، غزنہ، اصفہان، شیراز، رے اور ہمدان میں عربی کے ہزاروں عالم ملتے تھے۔ سامانیوں، غزنویوں اور سلجوقیوں کے زمانے میں فارسی شعر و ادب نے بھی غیر معمولی ترقی کی۔

☆☆☆

Marfat.com

فتح اندلس

اندلس کو آج کل سپین کہا جاتا ہے۔ اس کا ایک اور نام ہسپانیہ بھی ہے۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں موسیٰ بن نصیر کو افریقہ (طرابلس، تیونس، الجزائر اور مراکش) کا گورنر بنایا گیا۔ قیروان اس کا مرکز حکومت تھا۔ اس کے پاس اندلس سے پے در پے التجائیں اور عرضداشتیں پہنچیں کہ آؤ اور اندلسیوں کو گاتھ بادشاہوں کے ظلم سے نجات دلاؤ۔ ان عرضداشتوں میں شمالی افریقہ کے چھوٹے سے ایک علاقے سبطہ کا عیسائی گورنر جولین بہت پیش پیش تھا۔ کہتے ہیں کہ اندلس کے گاتھ بادشاہ راڈرک نے اس کی پیاری بیٹی کی آبرو پر حملہ کیا تھا۔ موسیٰ بن نصیر نے پہلے اپنے ایک بہادر سردار طریف کو چار سو پیادے اور ایک سو سوار دے کر اندلس بھیجا۔ اندلس کے جنوب مغربی گوشے میں طریفہ نام کا ایک مقام اب تک اس کی یادگار ہے۔ اس پہلی کامیاب مہم سے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں موسیٰ بن نصیر نے پانچ ہزار مجاہدین کی ایک فوج تیار کی اور طنجہ کے حاکم طارق بن زیاد کو اس کا سپہ سالار بنا کر 711 عیسوی میں اندلس بھیجا۔ طارق اس مقام پر اترا جسے اب جبل الطارق (جبرالٹر) کہتے ہیں، ساحل پر اترتے ہی طارق نے اپنے جہاز جلا دیئے گویا اپنی فوج پر واضح کر دیا کہ اندلس کو فتح کیے بغیر واپس جانے کا کوئی امکان نہیں۔ علامہ اقبال کے یہ مشہور شعر اسی واقعہ پر ہیں:

Marfat.com

طارق چوں بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت | گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم | ترکِ سبب زروئے شریعت کجاروا است
خندید و دستِ خویش بہ شمشیر بُرد و گفت | ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

طارق بن زیاد نے دریائے برباط کے کنارے راڈرک کی کثیر فوج کو فیصلہ کن شکست دی۔ بعض روایتوں کے مطابق راڈرک کی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ اس فتح نے مسلمانوں پر اندلس کے دروازے کھول دیئے۔ جنگ برباط کے بعد طارق نے جلد ہی گاتھ بادشاہ کا دارالحکومت طلیطلہ (Toledo) بھی فتح کرلیا۔ پھر قرطبہ پر چڑھائی کی اور دو مہینے کے محاصرے کے بعد اسے فتح کرلیا۔ 712ء میں موسیٰ بن نصیر بھی دس ہزار کا لشکر لے کر اندلس پہنچ گیا طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی مشترکہ فوج نے چند مہینوں میں اندلس کے تمام شہر اور قصبے فتح کر لئے۔ اگلے سال 713ء میں جب خلیفہ ولید نے موسیٰ اور طارق کو دمشق بلایا تو ان کے ساتھ مالِ غنیمت کے طور پر کم وبیش چار سو گاتھ شہزادے اور امراء تھے، مال غنیمت میں مائدۂ سلیمانی بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ مائدہ حضرت سلیمانؑ نے بنوایا تھا۔

فرانس پر حملہ

اندلس میں طارق کے داخلے (جولائی 711ء) سے لے کر امیر عبدالرحمٰن اموی کی حکومت قائم ہونے تک (756ء) چوبیس مسلمان امیر اندلس کے حکمران رہے۔ 718ء میں حُر بن عبدالرحمٰن ثقفی نے فرانس اور اندلس کے بیچ کی کوہستانی دیوار (کوہِ پیری نیز یا جبل البرتات) کو پھاند کر جنوبی فرانس پر حملہ کیا۔ 720ء میں سمح بن مالک خولانی نے جنوبی فرانس کی مشہور بندرگاہ ناربون کو فتح کرلیا۔ 721ء میں سمح

Marfat.com

نے طولوز (Toulouse) پر حملہ کیا۔ سمح کے حلق میں ایک تیر لگا، وہ شہید ہو گیا۔ اسلامی لشکر کی پیش قدمی رک گئی۔ 732ء میں امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے کوہِ پیرنیز کو شمالی سمت سے عبور کیا اور خلیج بسکے کے کنارے فرانس کی عظیم الشان بندرگاہ بوردو پر قبضہ کرلیا۔ اس علاقے میں طورش (Tours) کے قریب عبدالرحمٰن بن عبداللہ کا مقابلہ فرانسیسی سپہ سالار چارلس مارٹل سے ہوا۔ چارلس کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس جنگ میں امیر عبدالرحمٰن شہید ہوا۔ اس کی شہادت کے بعد اسلامی لشکر رات کی تاریکی میں چپ چاپ پیچھے ہٹ آیا مگر فرانسیسی کمانڈر چارلس دیر تک اسے کوئی جنگی چال سمجھ کر دبکا رہا اور اسے آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جنگ طورش اہل یورپ کے نزدیک بہت اہم ہے کیونکہ اس جنگ کے بعد فرانس اور دوسرے یورپی ممالک کی طرف مسلمانوں کی پیش قدمی رک گئی ورنہ مشہور مورخ گبن کے قولِ کے مطابق آج سارے یورپ میں انجیل کی جگہ قرآن پڑھا جارہا ہوتا۔

اندلس کے بعد کے مسلمان فرمانرواؤں میں یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری قابلِ ذکر ہے۔ جو عقبہ بن نافع فاتح افراجہ (بانی قیرواں) کی اولاد میں سے تھا۔ گاتھ بادشاہوں کے زمانے میں طلیطلہ اندلس کا دارالحکومت تھا۔ عبدالعزیز بن موسیٰ نے اشبیلیہ کو دارالحکومت بنایا پھر سمح بن مالک نے قرطبہ کو دارالحکومت بنایا۔ قرطبہ امویوں کے عہد میں اندلس کا دارالحکومت رہا۔

امیر عبدالرحمان اموی

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب عباسیوں نے دمشق میں اموی حکومت کی

Marfat.com

بساط الٹی تو امیہ خاندان کے ایک ایک آدمی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا۔ مگر خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا پوتا عبدالرحمٰن کسی طرح جان بچا کر بھاگا، فرات کے کنارے بدوؤں کے خیمے میں پناہ لی، پھر مصر ہوتا ہوا مراکش جا پہنچا۔ اندلس میں بنوامیہ کے خیر خواہ موجود تھے انہوں نے اموی شہزادے عبدالرحمٰن کو اندلس بلایا اور اسے اپنا سردار بنا لیا۔ 14 مئی 756ء کو وادیء کبیر کے کنارے عبدالرحمٰن کا مقابلہ یوسف الفہری سے ہوا۔ عبدالرحمٰن کی بے سروسامانی کا عالم یہ تھا کہ اس کے پاس جھنڈا بھی نہ تھا۔ ایک سردار نے اپنی سبز دستار اتار کر برچھے کی نوک پر لٹکا دی۔ اس طرح جھنڈا تیار ہوا۔ فتح عبدالرحمٰن کی قسمت میں تھی، اس نے قرطبہ پر قبضہ کر کے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ عبدالرحمٰن غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس نے چالیس پچاس برس کے بگڑے ہوئے حالات کو بڑے صبر، تدبر اور حکمت سے درست کیا۔ پہلی مرتبہ اندلس میں ایسا امن قائم ہوا کہ رعایا اپنے امیر پر جان چھڑکنے لگی۔ عبدالرحمٰن نے قرطبہ کو نہایت خوبصورت اور عالی شان شہر بنا دیا۔ ایک وسیع و عریض باغ بنوایا جس میں دور دور سے منگوا کر ایسے ایسے درخت لگوائے جو پہلے اندلس میں موجود نہ تھے۔ ان میں ایک کھجور کا درخت بھی تھا، جسے اجنبی سرزمین میں پروان چڑھتا ہوا دیکھ کر عبدالرحمٰن کو خود اپنی یاد آتی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اندرونی خلفشار اور بیرونی خطرات کو بڑی دلیری سے دور کیا۔ فرانس کا مشہور بادشاہ شارلیمان 778ء میں اندلس پر حملہ آور ہوا۔ مگر سخت نقصان اٹھا کر واپس بھاگا۔ شارلیمان نے خود صلح کی درخواست کی اور اپنی بیٹی عبدالرحمٰن کو عقد میں دینے کی پیش کش کی۔ عبدالرحمٰن نے صلح کر لی مگر اس کی بیٹی کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا۔ 773ء تک اندلس میں بھی عباسی خلیفوں کا نام خطبے میں

Marfat.com

پڑھا جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اس کی ممانعت کردی لیکن اپنے لیے خلیفہ کے بجائے صرف امیر کا لقب پسند کیا۔ عبدالرحمٰن کے حسنِ انتظام کے کارنامے تاریخ کی کتابوں میں سنہری حروف میں درج ہیں۔ اس کا عہد امن وامان، رعایا کی خوشحالی اور علم وادب کی ترقی کے لیے مشہور ہے۔ قرطبہ کی شہرہ آفاق مسجد کی بنیاد بھی عبدالرحمٰن نے رکھی۔ وہ اس کی تعمیر میں عام مزدوروں کی طرح کام کرتا رہا۔ اس مسجد میں دنیا کی خوبصورت ترین محراب بنی ہوئی ہے۔ ایک ہزار ایک ستون یوں ایستادہ ہیں جیسے پریاں اپنے پر پھیلائے ہوئے ایک پاؤں پر کھڑی ہوں۔ امیر عبدالرحمٰن مسجد مکمل ہونے سے قبل سخت بیمار پڑ گیا۔ اس دوران مسجد میں نماز ادا کی اور خطبہ دیا۔ اس طرح مسجد کا افتتاح ہو گیا۔ وہ بتیس برس کی حکومت کے بعد 788ء میں ستاون برس کی عمر میں فوت ہوا۔ عبدالرحمٰن کا فرزند ہشام بھی بڑا نیک دل اور علم دوست حکمران تھا۔ اس کا بیٹا حکم عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ قرطبہ شہر کے ایک محلّہ کے لوگوں نے حکم پر پتھر برسائے۔ حکم نے ان لوگوں کو تین دن کے اندر ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ آٹھ ہزار کنبے قرطبہ سے نکلے اور مراکش اور اسکندریہ سے ہوتے ہوئے جزیرہ کریٹ جا اترے۔ ان لوگوں نے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی جو پونے دوسو برس قائم رہی۔ حکم کے جانشین اس سے بھی نالائق نکلے۔ سلطنت کے حالات بگڑ گئے۔ اندلس کے امیر یعنی مسلمان حکمرانوں کا اقتدار محمد بن عبدالرحمٰن ثانی کے عہد میں گھٹتے گھٹتے صرف قرطبہ شہر تک محدود ہو کر رہ گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

عبدالرحمان الناصر

(912ء سے 961ء)

قدرت نے امویانِ اندلس میں ایک اور بڑا شخص پیدا کر دیا۔ یہ عبدالرحمٰن ثالث تھا۔ جو ناصرلدین اللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کا شمار دنیا کے چند نامور حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ اس کے عہد میں جو امن اور خوشحالی کا دور اہل اندلس نے دیکھا وہ انہیں نہ کبھی پہلے نصیب ہوا تھا نہ بعد میں ملا۔ عبدالرحمٰن ثالث نے تخت پر بیٹھتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ تمام غیر شرعی محاصل منسوخ کر دیے۔ اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ تمام باغی اور خودسر سردار اگر فوراً فرمانبردار بن جائیں تو ان کے سارے جرم معاف کر دیے جائیں گے۔ لوگ آئے دن کی کشمکشوں، خونریزیوں اور بدنظمیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ یہ اعلان سنتے ہی اکثر نے فرمانبرداری قبول کر لی مگر طلیطلہ کے باشندے بڑے ہی سرکش اور خودرائے تھے۔ وہ سرکشی اور بغاوت سے باز نہ آئے۔ عبدالرحمٰن نے طلیطلہ کا محاصرہ کر لیا، شہر کے باہر ایک نیا شہر بسا کر بیٹھ گیا اور سرکشوں کو ایسی سزا دی کہ پھر انہیں عبدالرحمٰن کی زندگی میں کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ رہی۔ عبدالرحمٰن ثالث سے پہلے اندلس کے اموی حکمرانوں نے مرکز خلافت سے کوئی تعلق نہ رکھا، خود بھی خلیفہ نہ کہلوائے مگر عبدالرحمٰن ثالث نے 16 جنوری 929ء کو اپنی خلافت کا اعلان کیا اور بیعت لی اور الناصرلدین اللہ کا لقب اختیار کیا۔ اسی وقت سے

Marfat.com

اسے عبدالرحمٰن الناصر کہنے لگے۔ قرطبہ اس زمانے میں دنیا کا مشہور ترین اور عظیم ترین شہر بن گیا۔ اس کی لمبائی تقریباً 24 میل اور چوڑائی تقریباً 6 میل کے برابر تھی۔

عبدالرحمٰن الناصر نے قرطبہ سے چند میل دور پہاڑ کے دامن میں ایک نادرہ ءروزگار محل بنایا۔ اس کا نام عبدالرحمٰن کی ایک ملکہ زہرہ کے نام پر الزہرہ پڑ گیا۔ یہ ایک بہت بڑا محل تھا جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس محل کے اندر محافظ فوج، خواجہ سراؤں اور شاہی غلاموں کے لیے چار سو مکانات بنائے گئے۔ باغات، بارہ دریاں، نہریں سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھیں۔ محل کے دروازے اور کھڑکیاں آبنوس کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ ان پر سونے چاندی اور ہاتھی دانت کا نہایت قیمتی کام کیا گیا تھا۔ اس محل کے اردگرد آہستہ آہستہ بہت سے امراء نے اپنے محل بنوا لیے، پورا شہر آباد ہو گیا جو مدینۃ الزہرہ کے نام سے مشہور ہوا۔ عبدالرحمٰن الناصر نے مسجد قرطبہ میں اضافے کیے۔ مسجد کی چھت چھ سو بیس فٹ لمبی اور چار سو تین فٹ چوڑی ہو گئی۔ ستونوں کی تعداد ایک ہزار چار سو سترہ تک جا پہنچی۔ مسجد کا منبر آبنوس، صندل اور ہاتھی دانت کے چھتیس ہزار ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ ایک یورپی مورخ نے لکھا ہے کہ اگر دسویں صدی عیسوی کے قرطبہ شہر کے مکانوں، جامعہ مسجد اور قصرِ الزہرہ کی قیمت کا اندازہ کیا جائے تو شاید اس زمانے کے لندن، پیرس اور روم کی ساری عمارتوں کی قیمت مل کر بھی برابری نہ کر سکے۔

منصور حاجب

عبدالرحمٰن الناصر نے 912ء سے 961ء تک تقریباً پچاس برس کی حکمرانی

Marfat.com

کے بعد 961ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد امویوں کی حکومت صرف ستر برس قائم رہی۔ اس کے جانشینوں میں حکم ثانی اور منصور حاجب قابل ذکر ہیں۔ 1031ء میں یہ حکومت ختم ہوگئی۔ اس کی جگہ اندلس کے مختلف صوبوں میں کئی خود مختار حکومتیں بن گئیں۔

حکم ثانی کتابوں کا بڑا دلدادہ تھا۔ اس نے قرطبہ کی شاہی لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں جمع کیں جن کی فہرست چالیس جلدوں میں تیار ہوئی۔

منصور حاجب نوجوانی میں یتیم ہوگیا تھا۔ اس نے بازار میں بیٹھ کر عرضی نویسی شروع کردی۔ آخر اندلس کے تخت خلافت تک جا پہنچا۔ یہ ایک عجیب وغریب داستان ہے۔ وہ بڑا ہی مدبر، منتظم اور بہادر تھا۔ سال میں دو دفعہ لشکر لے کر جہاد کے لیے نکلتا۔ دشمن اس کا نام سن کر کانپتے تھے۔ منصور کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ اس نے ایک دفعہ کسی پہاڑی علاقہ سے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ اس کی فوج کا پرچم پہاڑی پر نصب تھا، جو وہیں رہ گیا۔ اگرچہ جھنڈے کے پاس کوئی آدمی نہ تھا۔ لیکن دشمن کو عرصے تک جھنڈے کے قریب آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ منصور کا نام ہی جھنڈے کی حفاظت کرتا رہا۔ منصور نے مسجد قرطبہ کے صحن اور اردگرد کے رقبے کو بڑھا کر دگنا کر دیا۔ اس غرض کے لیے آس پاس کے بہت سے مکان خرید کر گرا دیے گئے۔ ایک بڑھیا نے اپنا چھوٹا سا مکان بیچنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے مسجد کی توسیع روک دی اور کہا کہ مسجد کے لیے کسی کا مکان جبراً نہیں لیا جا سکتا۔ آخر بڑھیا اس شرط پر راضی ہوئی کہ مجھے بدلے میں جو مکان دیا جائے اس میں میرے گھر کے کھجور کے درخت جیسا پیڑ بھی ہو۔ منصور نے اسے کہا کہ سارے قرطبہ میں جو مکان تمہیں پسند آئے لے

Marfat.com

لو میں اس کی قیمت ادا کردوں گا۔ منصور بڑا پرہیز گار اور حق شناس انسان تھا۔ زندگی میں پچاس مرتبہ جہاد کے لیے نکلا۔ واپس آتا تو اپنے کپڑوں سے گرد جھڑوا کر جمع کرواتا رہتا۔ اس کی ذاتی ملکیت ایک کھیت تھا۔ اس میں کپاس کی کاشت کروائی۔ اس کی روئی اپنی بیٹی کے ہاتھ سے کتوا کر کفن کے لیے کپڑا بنوایا، ساتھیوں کو وصیت کر دی تھی کہ جب مروں تو اسی کپڑے میں دفنایا جائے اور جمع کی ہوئی گرد سارے جسم پر چھڑک دی جائے۔ وہ ستائیس برس تک حکمران رہا۔ 1002ء میں اس کی وفات کے بعد سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ قرطبہ، غرناطہ، طلیطلہ، اشبیلیہ، مالقہ، الجزائر، قسطلہ اور المیریہ میں الگ الگ خاندان حکمران بن بیٹھے اور باہم لڑائیاں شروع کر دیں۔ یہ سارے مسلمان حکمران اپنی باہمی لڑائیوں میں عیسائیوں سے مدد مانگتے رہے۔ عیسائی انہیں آپس میں لڑوا کر انہیں کمزور اور اپنی قوت میں اضافہ کرتے رہے۔ قرطبہ اور اشبیلیہ میں جن لوگوں نے اقتدار سنبھالا ان میں ایک قابل ذکر نام معتمد کا ہے۔ وہ 1068ء میں اشبیلیہ کے تخت پر بیٹھا۔ اس وقت قرطبہ، اشبیلیہ کے ماتحت تھا۔ معتمد بہت ہی اچھا شاعر، بے حد دلیر مگر نہایت لا ابالی مزاج کا آدمی تھا۔ دوسری مسلمان حکومتوں کے خلاف معتمد ریاست گلیشیا کے عیسائی سردار الفانسو سے مدد مانگا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ الفانسو نے سفیر بھیجا کہ مجھے جو رقم دی جائے وہ اشرفیوں کی شکل میں دی جائے نیز میری بیوی بیمار ہے وہ قرطبہ میں رہنا چاہتی ہے، مسجدِ قرطبہ اس کے حوالے کر دی جائے۔ معتمد کو یہ سن کر اتنا غصہ آیا کہ سیسے کی دوات اٹھا کر سفیر کے سر پر دے ماری۔ وہ وہیں مر گیا۔ سفیر کے ساتھیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس پر الفانسو سے لڑائی چھڑ گئی۔ بہت سے عیسائی سردار الفانسو کے ساتھ مل گئے۔ معتمد نے بھی اپنے اردگرد

Marfat.com

کے عرب امیروں کو بلایا اور کہا کہ مراکش کے امیر یوسف بن تاشفین کو مدد کے لیے بلانا چاہیے۔

یوسف بن تاشفین

یوسف بن تاشفین مراکش میں مرابطین سلطنت کا بانی تھا۔مرابطین اور رباط کا مادہ ایک ہی ہے۔اس کے معنی سرائے اور خانقاہ کے ہیں۔مرابطین متقی مسلمانوں کا ایک حلقہ تھا۔کیونکہ ان کی مجلس اور بیعت رباط یعنی سرائے میں ہوئی تھی اس لیے انہیں مرابطین کہتے ہیں۔یوسف بن تاشفین اس حلقہ کا ممبر تھا۔وہ پیدائشی جرنیل تھا۔اس نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا،اور مراکش پر قبضہ کرلیا۔سو برس کی عمر پائی اور لمبی مدت تک حکومت کرتا رہالیکن جو معمولی لباس وہ پہلے پہنتا تھا،عمر بھر وہی پہنتا رہا اور سوکھی روٹی کھاتا رہا۔یوسف اپنے اندلسی بھائیوں کی مدد کے لیے تیار ہو گیا۔الفانسو کو خبر ہوئی تو یوسف کو ایک لمبا چوڑا خط بھیج دیا۔اس میں لکھا کہ تم کیوں اندلس آنے کی تکلیف اٹھاتے ہو، میں خود مراکش پہنچ کر تمہارا شوق جنگ پورا کردوں گا۔اور بھی بہت سی طعن اور تمسخر کی باتیں لکھیں۔یوسف نے اپنے میر منشی سے کہا کہ اس کا جواب لکھ کر لاؤ۔اس نے بڑے فاضلانہ انداز میں بہت لمبا چوڑا جواب مضمون باندھا۔یوسف نے جواب دیکھا تو اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور الفانسو کے خط کی پشت پر صرف یہ فقرہ لکھ کر بھیج دیا کہ جو کچھ ہونے والا ہے، اسے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔یوسف بن تاشفین فوج لے کر اندلس پہنچا اور معتمد اور دوسرے عرب امراء کو ساتھ لے کر الفانسو پر چڑھائی کردی۔ 23 اکتوبر 1086ء کو بطلیوس کے قریب زلاقہ کے

Marfat.com

میدان میں ایک خوفناک جنگ ہوئی۔ الفانسو کی فوج تعداد میں بہت زیادہ تھی۔ یوسف بن تاشفین کے ساتھ صرف بیس ہزار آدمی تھے۔ الفانسو کے اتنے آدمی مارے گئے کہ یوسف نے کٹے ہوئے سروں کا ایک مینار بنوایا۔ جس پر کھڑے ہو کر اذان دی۔ یوسف چالیس ہزار کٹے ہوئے سر اپنے ساتھ مراکش لے گیا۔ جنگ زلاقہ نے مسلمانانِ اندلس کو سنبھلنے کا ایک نادر موقع فراہم کیا مگر انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ آخر یوسف نے یہی بہتر سمجھا کہ اندلس کا انتظام خود سنبھال لے۔ اس نے غرناطہ، اشبیلیہ اور دوسرے علاقوں پر قبضہ کر کے اندلس میں مرابطین کی حکومت قائم کر دی۔ معتمد کو گرفتار کر کے مراکش بھیج دیا۔ یوسف نے 1106ء میں وفات پائی۔ مراکش کا مشہور شہر اسی نے آباد کیا تھا۔ اس اثناء میں مراکش میں ایک اور قوت پیدا ہوئی۔ یہ موحدین کی قوت تھی۔ انہوں نے شمالی افریقہ میں سب سے بڑی حکومت قائم کر لی۔ موحدین کا قابلِ ذکر حکمران عبدالمومن تھا اس نے مرابطین کو شکست دی، مراکش، اندلس، الجزائر، تیونس اور طرابلس کو فتح کر لیا۔ عبدالمومن کے جانشینوں میں اس کا پوتا ابو یوسف یعقوب المنصور قابلِ ذکر ہے (1184ء سے 1199ء)۔ اس نے سلطان صلاح الدین ایوبی کی درخواست پر ایک سو اسی (180) جہاز صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجے تھے۔ 1214ء میں اندلس میں عیسائیوں نے موحدین کو ایک بڑی شکست سے دو چار کر دیا۔ وہ اندلس سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ اندلس پھر عیسائی امراء اور عرب امراء میں بٹ گیا۔ اندلس میں مسلمانوں کی آخری بڑی حکومت غرناطہ میں تھی۔ 1236ء میں قرطبہ اور 1248ء میں اشبیلیہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ غرناطہ میں بنو نصر کی حکومت قائم ہو چکی تھی جس کا بانی محمد ابن یوسف ابن نصر تھا۔

Marfat.com

اس نے غالب باللہ کا لقب اختیار کیا اور 1232ء سے 1272ء تک حکمران رہا۔ اس کے جانشینوں کے عہد میں عیسائیوں کے ساتھ برابر جنگیں جاری رہیں۔ ان جنگوں میں جنگ البیرہ بہت مشہور ہے۔ جو 1319ء میں ہوئی۔ عیسائیوں کی فوج کئی لاکھ آدمیوں پر مشتمل تھی جبکہ اسلامی فوج میں صرف چار ہزار پیادے اور ڈیڑھ ہزار سوار تھے۔ ابوالولید اسماعیل شہ غرناطہ نے جو فوج کا سپہ سالار تھا، اپنی مٹھی بھر فوج کو اس حکمتِ عملی سے لڑایا کہ پچاس ہزار عیسائی مارے گئے۔ مقتولوں میں عیسائی فوج کا سردار پیڈرو بھی تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے صرف تیرہ آدمی شہید ہوئے۔

غرناطہ کے بادشاہوں میں ابوالحجاج یوسف اور محمد خامس الغنی باللہ اس وجہ سے قابلِ ذکر ہیں کہ اندلس کا مشہور مدبر اور شہرہ آفاق ادیب اور مورخ لسان الدین خطیب انہی کے عہد میں وزیر تھا اور علامہ ابن خلدون کو جب مراکش سے نکلنا پڑا تو اس نے شاہِ غرناطہ الغنی باللہ کے ہاں پناہ لی۔ شاہِ غرناطہ نے ایک دفعہ ابن خلدون کو اپنا سفیر بنا کر اشبیلیہ بھی بھیجا۔

ابوالحسن

غرناطہ کے آخری بادشاہوں میں ابوالحسن کا نام ناقابلِ فراموش ہے۔ اس نے اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لیے عیسائیوں سے کئی جنگیں کیں۔ 1461ء میں تخت نشین ہوتے ہی اس نے قسطلہ (Castille) کے عیسائی حاکم کو خراج دینے سے انکار کر دیا اور لکھا کہ غرناطہ کی ٹکسال میں اب سونے کی اشرفیاں نہیں بنتیں، فولاد کی تلواریں بنتی ہیں۔ اس نے عیسائیوں کے خلاف کئی فتوحات حاصل کیں مگر بدقسمتی

Marfat.com

سے اس کے بیٹے ابو عبداللہ محمد نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس طرح غرناطہ باہمی اختلافات اور خانہ جنگی کی مصیبتوں میں مبتلا ہو گیا۔ پریشانیوں کے سبب ابوالحسن پر فالج گر گیا، جس سے وہ اندھا ہو گیا۔ اس نے اپنے بھائی محمد الزغل کو اپنا جانشین مقرر کیا مگر ابوالحسن کے بیٹے ابو عبداللہ محمد نے اپنے چچا کی حکومت کو تسلیم نہ کیا، اور عیسائی سردار فرڈیننڈ کے ساتھ مل کر اپنے چچا کے خلاف سازشیں کرتا رہا۔ اس نے عیسائی فوج کی مدد سے غرناطہ پر قبضہ کر لیا، اور اپنے چچا الزغل کو وہاں سے نکال دیا۔ الزغل فرار ہو کر بے یارو مددگار الجزائر جا پہنچا جہاں زندگی کے آخری ایام اس نے بڑی تنگی میں گزارے۔ کہتے ہیں کہ اس نے ایک پٹہ سا بنوالیا تھا جس پر یہ لفظ کڑھے ہوئے تھے، ''اندلس کا آخری بے بس سلطان۔'' بس یہ پٹہ گلے میں ڈال کر بازاروں میں پھرتا رہتا۔ لوگ جو کچھ دیتے اسی پر گزر کرتا۔ آخر قسطلہ کا عیسائی حکمران فرڈیننڈ اپنی چالوں اور سازشوں سے 12 جنوری 1492ء کو غرناطہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابو عبداللہ نے غرناطہ سے جاتے جاتے ایک ٹیلے پر چڑھ کر شہر پر نظر ڈالی تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ باپ کے خلاف اس کو بغاوت پر اکسانے والی اس کی ماں عائشہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ اس منظر کی تاب نہ لا سکی اور بولی جس شہر کو مردوں کی طرح لڑ کر نہ بچا سکے، اس پر عورتوں کی طرح آنسو بہانے سے کیا ہو سکتا ہے۔ ہسپانوی اس مقام کو آج تک مسلمانوں کی آخری آہِ حسرت کہتے ہیں۔ فرڈی نینڈ نے جو معاہدہ ابو عبداللہ کے ساتھ کیا تھا اسے بڑی بے دردی سے توڑ ڈالا۔ مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنانے کی مہم شروع کر دی۔ جو انکار کرتا اسے قتل کر دیا جاتا۔ اسلام کے متعلق عربی میں جتنی کتابیں تھیں بازاروں میں

Marfat.com

رکھ کر جلا دی گئیں۔ 1556ء میں ہسپانیہ کے بادشاہ فلپ ثانی نے ایک فرمان جاری کیا کہ مسلمان نہ صرف اپنا مذہب چھوڑ دیں بلکہ اپنی زبان، تمدن اور طریقۂ عبادت سے بھی فی الفور دستبردار ہو جائیں ورنہ سخت سزا پائیں گے۔ مسلمانوں نے اپنے زمانے میں بے شمار حمام بنائے تھے اس وقت یورپ کے عیسائی لوگ نہانا گناہ سمجھتے تھے اور اس شخص کو بہت نیک مانتے تھے جو عمر بھر اپنے بدن کو پانی سے بچائے رکھے۔ فلپ نے یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کے بنائے ہوئے سارے حمام ڈھا دیئے جائیں کیونکہ یہ اسلامی عہد کی یادگار ہیں۔ 1492ء سے 1610ء تک ایک سو اٹھارہ برس کی مدت میں تیس لاکھ مسلمان مارے گئے یا جلاوطن ہوئے۔

اندلس کا اسلامی عہد:

ایک انگریز مورخ کے مطابق مسلمانوں کے بعد مسیحی ہسپانیہ تھوڑی مدت کے لیے چاند کی طرح مستعار روشنی سے چمکتا رہا پھر یہ روشنی زائل ہوگئی۔ اس وقت سے ہسپانیہ تاریکی میں ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ اکثر چیزیں اہل ہسپانیہ نے اس خیال سے تباہ کر دیں کہ وہ مسلمانوں کی یادگار ہیں۔ نہ وہ علم باقی رہا نہ زراعت، نہ تجارت، نہ صنعت و حرفت، نہ تہذیب و تمدن۔ ہسپانیہ اب تک کفرانِ نعمت کی سزا بھگت رہا ہے۔

یوں تو اندلس کا کون سا شہر تھا جہاں مسلمانوں نے نادر اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر نہیں کیں۔ قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ، طلیطلہ، سرقسطہ، لاقہ ہر جگہ مسلمانوں کے علوم و فنون کے کمالات موجود تھے۔ ان میں ایک قابلِ ذکر عمارت غرناطہ کا قصرِ

Marfat.com

الحمراء ہے۔ اس عمارت کی بنیاد بنو نصر کے پہلے حکمران نے رکھی تھی۔ یہ ایک پہاڑی پر ساٹھ ایکڑ کے رقبے پر بنا ہوا ایک قلعہ ہے جو آج بھی دیکھنے والوں کے لیے حیرت کا باعث ہے۔ باریک نقش ونگار میں جا بجا لکھا ہوا ہے۔ لَا غَالِبَ اِلَّا اللہ۔

بغداد کے بعد یہ اندلس ہی تھا جس نے یونانیوں کے مردہ علوم کو قبروں سے نکالا اور انہیں نئی زندگی بخشی۔ اندلس پر عربوں کے بے شمار احسانات ہیں۔ وہاں کے باشندوں کی بول چال، بودوباش، زبان، موسیقی خوردونوش غرض تمام چیزوں میں عربوں کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ عیسائی بادشاہوں نے اگرچہ مسلمانوں کے سارے علمی خزانے کو آگ لگادی مگر پھر بھی کسی طرح مختلف مقامات پر ایک ہزار آٹھ سو پچاس کتابیں بچ گئیں۔ جو اب بھی وہاں اسکوریال کے کتب خانے میں موجود ہیں اس کو دنیا بھر میں ایک نہایت ہی نادر کتب خانہ سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں سے پہلے اندلس میں گاتھ قوم کی حکومت تھی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسلمانوں نے ان کی سب کتابیں محفوظ رکھیں جو مسلمانوں کی بدولت ہی بعد کے عیسائی بادشاہوں تک پہنچیں۔ اندلس میں مسلمانوں نے کاغذ کی صنعت کو بڑی ترقی دی تھی، جس سے علوم کی اشاعت میں بے انتہا مدد ملی۔ انہی کی کتابوں سے نئی دنیا کی دریافت کا راستہ کھلا۔ کولمبس بھی اندلسی ملاحوں کی رہنمائی میں امریکہ پہنچا تھا۔

صقلیہ میں اسلامی حکومت (837ء - 1052ء)

صقلیہ (سسلی) بحیرہ روم کے وسط میں ایک بہت بڑا جزیرہ ہے۔ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان لڑائیوں میں مسلمانوں نے کئی دفعہ اس جزیرہ پر بھی حملہ کیا۔

Marfat.com

878ء میں صقلیہ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ صقلیہ کا مشہور شہر سرا کیوز (Syracuse) مسلمانوں کا دارالحکومت بن گیا۔ صقلیہ اور اٹلی کے درمیان صرف دو میل چوڑا سمندر تھا۔ مسلمان ایک ہی جست میں اٹلی بھی پہنچ گئے اور وینس میں داخل ہو گئے۔ ایک مرتبہ روم بھی خطرے میں پڑ گیا۔ اور پوپ جان ہشتم (872ء سے 874ء) نے دو سال کا خراج دے کر مسلمانوں سے امان نامہ حاصل کیا۔ سوسان (سوئٹزرلینڈ) میں بھی کئی قلعے ہیں جن کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب وہاں بھی پہنچے تھے۔ مالٹا بھی ان کے قبضے میں آ گیا۔ صقلیہ مسلمانوں کے زیر اثر علم وفنون اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ بن گیا۔ مگر آخر اندلس کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کو زوال آیا۔ 1300ء میں صقلیہ سے مسلمانوں کو نکال دیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

تاتاری اور تیموری

ہلاکو نے فتح بغداد کے بعد مراغہ کو اپنا پایہء تخت بنایا تھا، جو آذربائیجان میں ہے۔ اس کی سلطنت کو ایل خانی سلطنت کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے ایک حصے کی یا ماتحت سلطنت کیوں کہ یہ تاتاریوں کی مرکزی حکومت جو منگولیا میں تھی، اس کے ماتحت تھی۔ ہلاکو نے قیصر روم کی بیٹی سے شادی کا بندوبست کیا تھا مگر دلہن کے پہنچنے سے پہلے ہلاکو 1256ء میں مر گیا۔ اس کے بیٹے اور وارث ابا قاخان ایل خانی نے قیصر روم کی بیٹی سے شادی کر لی۔ وہ 1281ء میں فوت ہوا اب اس کا بھائی نکودار تخت پر بیٹھا وہ جلد ہی مسلمان ہو گیا اور اپنا نام احمد خان رکھا۔ اس نے حکم دیا کہ جتنے گرجا گھر ہیں، ڈھا دیئے جائیں۔ عیسائیوں نے سازش کر کے نکودار کو 1284ء میں شہید کر دیا۔ پھر ابا قاخان کا بیٹا ارغون تخت پر بیٹھا۔ 1295ء میں ارغون کے بیٹے غازان محمود نے تاجِ شاہی سر پر رکھا۔ یہ ایل خانیوں میں سب سے بڑا سلطان مانا جاتا ہے۔ اس نے ایک موقع پر دمشق کو بھی فتح کر لیا تھا مگر مرج الصفر کے مقام پر اس نے شکست کھائی۔ یہ وہ جنگ ہے جس میں شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ بھی بطور غازی شریک جنگ ہوئے تھے۔ ایل خانی سلطنت کا یہ سلسلہ امیر تیمور کے ہاتھوں ختم ہوا۔

چنگیز خان کے بعد وسطِ ایشیا کا دوسرا ہیبت ناک فاتح امیر تیمور تھا، جس کی

Marfat.com

اولاد میں سے ایک شاخ نے ہندوستان میں مغل سلطنت قائم کی۔ ایران، خراسان، افغانستان اور وسط ایشیا پر بھی اس کے اسلاف مدت تک حاکم رہے۔ تیمور 1336ء میں شہر سبز میں پیدا ہوا جو سمرقند سے پچاس میل جنوب میں ہے۔ 1358ء میں اس کی فتوحات کا آغاز ہوا۔ آٹھ دس برس میں ترکستان، خوارزم اور خراسان کے علاقے فتح کیے پھر شمال مغرب کی طرف رخ کیا اور دریائے دالگا کے کناروں تک جا پہنچا۔ جنوب مغرب کی طرف پلٹا تو پورے ایران اور مشرقی عراق و عرب کو پامال کر ڈالا پھر ہندوستان پہنچا، یہاں سے واپس ہوا تو شام میں دمشق اور حلب کو فتح کیا اور ترکی کی طرف بڑھا۔ 1402ء میں انگورا (موجودہ انقرہ) کے مقام پر تیمور کی لڑائی سلطان بایزید یلدرم عثمانی سے ہوئی جس میں بایزید نے شکست کھائی اور گرفتار ہوا۔ 17 فروری 1405ء کو تیمور فوت ہوا۔ تیمور کے چار بیٹے تھے۔ میراں شاہ، عمر شیخ مرزا، شاہ رخ اور جہانگیر۔ ان میں زیادہ قابلِ ذکر شاہ رخ ہے جس نے ہرات کو دارالسلطنت بنا کر حکومت کی۔ ہرات کا آخری بڑا بادشاہ حسین مرزا بائقرا تھا جو عمر شیخ مرزا کی اولاد میں سے تھا۔ اسی لڑی کے ایک امیر نے جس کا نام بھی عمر شیخ مرزا تھا، فرغانہ میں اپنی حکومت بنالی۔ اس عمر شیخ مرزا کا بیٹا ظہیر الدین محمد بابر ہندوستان میں مغل سلطنت کا بانی بنا۔ اس اثناء میں ایران میں شاہ اسماعیل صفوی ایک طاقتور بادشاہ بن کر ابھرا۔

سولھویں صدی میں ترکی نے سلطنت عثمانیہ کے سلطان سلیم اور سلطان سلیمان اعظم کے تحت وسعت، طاقت، جاہ و جلال اور عظمت و شوکت کے لحاظ سے اوجِ کمال حاصل کیا۔ ایران میں سلطنت صفویہ کی بنیاد پڑی جس نے شاہ عباس اعظم

Marfat.com

کے تحت نقطہ عروج پایا۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت قائم ہوگئی۔ اکبرِ اعظم نے اس کی سرحدیں کابل اور قندھار سے لے کر مشرق میں اراکان کی پہاڑیوں اور کشمیر سے لے کر جنوب میں دکن تک پھیلا دیں۔

سلطان سلیم، سلطان سلیمان اعظم، شاہ عباس اور جلال الدین محمد اکبر صرف سولہویں صدی ہی کے عظیم بادشاہ نہ تھے بلکہ ان جیسے فرمانروا کسی ملک کے کسی عہد میں شاذونادر ہی ملیں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

سلطنت عثمانیہ
(1299ء - 1923ء)

عثمانی ترک وسط ایشیا کے ادغوز قبیلے سے تھے۔ چنگیز خان کی سختیوں سے تنگ آکر یہ لوگ اسلامی سرزمینوں میں پہنچے پھر ایشیائے کوچک کا رخ کیا جہاں سلجوق حکمران تھے اور قونیہ ان کا مرکز تھا۔ عثمانیوں کا سردار ارطغرل تھا۔ ارطغرل اپنے قبیلے کو لیے جا رہا تھا کہ اتفاق سے ایک میدان میں پہنچا جہاں دو فریقوں کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ ایک فریق کی فوج بہت زبردست تھی۔ دوسرا فریق کمزور تھا۔ ارطغرل کو کمزور کی حالت دیکھ کر رحم آ گیا، فوراً اپنے چار پانچ سو جنگجو آدمی لے کر کمزور فریق کی مدد کے لیے جنگ میں کود پڑا۔ اس مردانگی سے لڑا کہ طاقت ور فوج کو شکست ہو گئی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ جن کو شکست دی وہ تاتاری تھے اور جس فوج کی مدد کی وہ قونیہ کے سلجوقی سلطان علاؤالدین کیقباد کا لشکر تھا۔ سلطان علاؤالدین نے خوش ہو کر ارطغرل کو دریائے سکاریہ کے کنارے رومی سرحد کے قریب ایک وسیع جاگیر دے دی۔ ارطغرل نوے برس کی عمر پا کر 1288ء میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا عثمان خان قبیلے کا سردار بنا۔ یہی عثمان خان ترکی میں سلطنت عثمانیہ کا بانی ہے۔ عثمان خان نے کئی علاقے فتح کیے، بار بار رومیوں کو شکست دی۔ علاؤالدین کیقباد کی وفات کے بعد افراتفری پھیلی تو عثمان نے 1299ء میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ کئی چھوٹے

Marfat.com

بڑے سرداروں کو شکست دیتا ہوا بروصہ پہنچا جو رومیوں کا نہایت مستحکم شہر تھا۔ دس برس تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ عثمان خان نے بسترِ مرگ پر بروصہ کی فتح کی خبر سنی۔ اس کے بعد اس کا بہادر بیٹا ادرخان اس کا جانشین بنا۔ ادرخان نے اپنے بڑے بھائی علاؤالدین کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ دونوں بھائیوں نے مل کر سارے ایشیائے کوچک کو فتح کر لیا۔ رومیوں کے پاس صرف دو شہر رہ گئے۔ اس اثناء میں خود قیصر روم نے ادرخان سے مدد مانگی۔ اس پر ادرخان یورپ میں داخل ہوا۔ گیلی پولی اور آس پاس کے علاقے فتح کر کے وہاں ترکوں کی نو آبادیاں قائم کیں۔ ادرخان بہت بڑا فاتح ہی نہ تھا بلکہ رعایا کی بھلائی کا بھی اسے بہت خیال تھا۔ اس نے بے شمار مسجدیں، خانقاہیں، مدرسے، سرائیں اور لنگر خانے بنوائے ادرخان نے ترکوں کی شہرہ آفاق فوج ینی چری کی بنیاد رکھی جسے یورپ والے جنی سری (Janssaries) کہتے ہیں۔ اس کے لفظی معنی ہیں جدید فوج۔

ادرخان کے بعد اس کا بیٹا سلطان مراد تخت نشین ہوا۔ اس کی توجہ زیادہ تر یورپ پر تھی۔ اس نے بروصہ کو چھوڑ کر ایڈریانوپل (ادرنہ) کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ 27 اگست 1389ء کو قوصوہ کے مقام پر مراد کی فوج اور رومی عیسائیوں کے درمیان ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں دشمن کا سپہ سالار سردیا کا بادشاہ مارا گیا۔ سلطان مراد مخالف فوج کے ایک سردار کے ہاتھوں زخمی ہو کر شہید ہوا۔ سلطان مراد کے بعد اس کا بیٹا بایزید یلدرم تخت نشین ہوا۔ اس نے ایشیا اور یورپ میں بہت سے علاقے فتح کیے۔ مقدونیہ، سالونیکا اور آس پاس کے علاقوں پر قبضہ جمانے کے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثناء میں صلیبیوں (عیسائیوں) کی ایک فوج نے دریائے ڈانیوب

Marfat.com

عبور کر کے سلطان بایزید کی مملکت کے اندر نکوپولس کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان قسطنطنیہ کا محاصرہ چھوڑ کر اس طرف بڑھا اور صلیبیوں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اس موقع پر مصر کے عباسی خلیفہ نے بایزید کو سلطانِ روم کا خطاب دیا۔ سلطان بایزید نے پھر قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔

قیصر روم قسطنطنیہ کا ایک حصہ مسلمانوں کے حوالے کر کے صلح کی درخواست کر رہا تھا کہ امیر تیمور بلائے ناگہانی بن کر بایزید کے سر پر آ پہنچا۔ انگورا کے میدان میں 1402ء میں امیر تیمور نے بایزید کو شکست دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ اگر تیمور جنگ نہ چھیڑتا تو سلطان محمد فاتح سے کم و بیش پچاس برس پہلے قسطنطنیہ فتح ہو چکا ہوتا اور ترک فوجیں بایزید کی کمان میں آگے نکل جاتیں۔ اسلامی فتوحات کے ایک سیل سے یورپ اور ہندوستان کو سلیمان بن عبدالملک کی تنگ دلی اور نالائقی نے بچایا تھا، دوسرے سیل سے تیمور کی عاقبت نااندیشی نے بچا لیا۔

انگورا کے بعد تیمور نے ایشیاء کوچک کے مختلف شہروں میں لوٹ مار کی۔ بایزید کے بیٹے تخت و تاج کے لیے لڑنے لگے۔ دس برس تک یہ کشمکش جاری رہی 1413ء میں محمد اپنے دوسرے بھائیوں کو شکست دے کر تخت نشین ہوا۔ یہ تاریخ میں محمد اوّل کہلاتا ہے۔ 1421ء میں محمد اوّل کا بیٹا مراد ثانی تخت نشین ہوا۔ فتوحات کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ قیصر نے مجبور ہو کر خراج دینے کا اقرار کیا۔ بحیرہ اسود کے کنارے بلغاریہ کی مشہور بندرگاہ ورنہ (Varna) کے مقام پر مراد نے ہنگری کے بادشاہ کے زیر کمان عیسائیوں کی ایک بڑی فوج کو شکست دی۔ 1451ء میں مراد فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا محمد جسے تاریخ میں محمد فاتح کا لقب دیا گیا ہے تخت نشیں

Marfat.com

ہوا۔اس نے 1453ء میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ 29 مئی 1453ء کو ترک فوجیں شہر میں داخل ہوئیں۔آخر قسطنطنیہ جسے مسلمان امیر معاویہ کے زمانے سے فتح کرنے کی کوشش کر رہے تھے، مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا اور سلطنت عثمانیہ کا پایہء تخت بن گیا۔اس فتح نے محمد کو محمد فاتح بنا دیا۔سلطان محمد فاتح کے عہد میں جنوبی سردیہ، البانیہ، بوسنیا اور کریمیا فتح ہوئے۔وینس والوں کو اپنی بحری قوت پر بڑا ناز تھا۔سلطان محمد نے انہیں شکست دے کر سقوطری پر قبضہ کر لیا۔سلطان محمد فاتح کی وفات کے بعد اس کا ایک بیٹا جو قسطنطنیہ میں تھا بایزید ثانی کے نام سے تختِ حکومت پر بیٹھا اس کے عہد میں ترکوں کے بحری بیڑے اور وینس کے بحری بیڑے کے درمیان 28 جولائی 1499ء کو سخت جنگ ہوئی جس میں وینس نے شکست کھائی۔بایزید کے عہد میں ایران اور ترکی میں بھی لڑائیاں شروع ہو گئیں۔بایزید کے بعد 1512ء میں سلیم نے تختِ سلطنت پر قدم رکھا۔

☆☆☆

Marfat.com

سلطان سلیم اور سلیمان اعظم

(1512ء ۔1566ء)

سلطان سلیم نے اگرچہ صرف آٹھ نو برس بادشاہی کی مگر اس کے عہد میں ترک سلطنت کی حدیں بہت پھیل گئیں۔اس نے یورپ میں ہی فتوحات کو وسعت نہ دی بلکہ ایشیاء میں بھی زیادہ سے زیادہ اسلامی ملکوں کو اپنے زیرنگیں کیا تاکہ مسلمانوں کی قوت یکجا ہو جائے۔شاہ اسماعیل صفوی نے سلطان سلیم کے خلاف اس کے بھائی شہزادہ احمد کو کھڑا کیا۔دوسری طرف مصر کے مملوک بادشاہوں کو ترکی پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا لیکن سلطان سلیم نے اپنے سرحدی علاقے میں شاہِ ایران کے چالیس ہزار فوجی ایک دم قتل کروادیئے۔ 23 اگست 1514ء کو چالدیران، جو آذربائیجان میں جھیل ارومیہ کے مشرق میں ہے، کے مقام پر سلطان سلیم نے شاہ اسماعیل کو شکست دی اور شاہ اسمٰعیل کے دارالحکومت تبریز پر قبضہ کرلیا۔سلطان سلیم نے اس کے بعد مصر پر بھی قبضہ کرلیا۔ 2 جنوری 1517ء کو ترک فوجیں قاہرہ میں داخل ہو گئیں۔سلطان سلیم یکم اگست 1518ء کو قسطنطنیہ واپس پہنچا۔مصر کے مملوک خلیفہ متوکل علی اللہ ثالث نے جسے سلطان سلیم پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا تھا، خلافت کے تبرکات اور دوسرے نشانات سلطان سلیم کے حوالے کردیئے اور خود خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان

Marfat.com

کر دیا۔ اس وقت سے خلافت ترکوں کے قبضے میں آ گئی۔ سلطان سلیم نے 1520ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلیمان تخت پر بیٹھا جو سلیمانِ اعظم کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی سارے جنگی قیدی چھوڑ دیئے، ایران کے ساتھ بہتر تعلقات پیدا کرنے کے لیے اقدامات کئے، وہ امن و امان چاہتا تھا مگر ہنگری کے بادشاہ نے سلیمان کے سفیر کو قتل کرا دیا۔ اس کو سزا دینے کے لیے سلیمان نے ہنگری پر حملہ کر دیا۔ 1526ء میں ہنگری کا بادشاہ لڑائی میں مارا گیا۔ بوڈاپسٹ کے علاوہ ہنگری کے بڑے حصے پر عثمانی پرچم لہرانے لگا۔ ادھر تبریز میں بغاوت ہو گئی۔ شاہ طہماسپ صفوی سلیمان کو یورپ کی جنگوں میں مصروف پا کر تبریز پر قابض ہو گیا۔ سلیمان نے اپنی فوج اس طرف بھیجی۔ ایرانی فوج بغیر لڑائی کے پسپا ہو گئی۔ اس اثناء میں سلطان سلیمان نے آرمینیا پر قبضہ کر لیا۔ بغداد، جارجیا اور ارض روم بھی سلطان کے قبضے میں آ گئے۔ 1532ء میں سلیمان نے یورپ کے سب سے بڑے شہنشاہ جرمنی کے چارلس پنجم کے خلاف فوج کشی کی، ویانا تک پہنچ گیا مگر چارلس پنجم کی درخواست پر فریقین میں صلح نامہ طے پا گیا ترک فوج آگے بویریہ تک جا پہنچی، سلطان نے بلغراد کو بھی فتح کر لیا۔ فرڈی نینڈ شاہ آسٹریا نے خراج دینا منظور کیا۔ سلیمان نے روڈس اور کئی دوسرے جزیروں پر بھی قبضہ کر لیا۔

خیر الدین باربروسا

خیر الدین باربروسا سولہویں صدی کا شہرہ آفاق امیر البحر تھا۔ یورپ کے بحری قزاقوں نے بحیرہ روم میں اودھم مچا رکھا تھا اور اسلامی آبادیوں پر حملے کرتے

Marfat.com

پھرتے تھے۔ خیر الدین اور اس کے بڑے بھائی یعقوب نے، جو اورج کے نام سے مشہور تھا، جوابی حملے شروع کیے۔ ان دونوں بھائیوں نے تیونس اور الجزائر پر قبضہ کر لیا۔ سلطان سلیمانِ اعظم نے خیر الدین باربروسا کو اپنا امیر البحر مقرر کر لیا۔ خیر الدین نے 1538ء میں چارلس پنجم، پوپ اور وینس تینوں کے مشترکہ بیڑے کو شکست فاش دی۔ سلیمان اعظم بہتر (72) برس کی عمر میں 1566ء میں فوت ہوا۔ اس وقت وہ ہنگری میں ایک مقام کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ وزیر اعظم نے اس کی وفات کو پوشیدہ رکھا۔ جب اس کا بیٹا سلیم ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا تو سلیمان کی موت کا اعلان کیا گیا۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ سلیمان نے چھیالیس برس زندہ رہ کر حکومت کی اور چھیالیس دن مر کر حکومت کرتا رہا۔ وہ خاندان عثمانیہ کا سب سے بڑا حکمران تھا اس لیے اسے سلیمان اعظم کہتے ہیں۔ نہ صرف وہ ایک عظیم فاتح تھا بلکہ لائق حکمران تھا۔ اس نے کئی نئے قوانین بنائے اس وجہ سے اسے سلیمان قانونی کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اس کے زمانے میں باقاعدہ فوج کی تعداد تین لاکھ تھی۔

عثمانیوں کا زوال

سلیمان اعظم کے بعد سلیم ثانی بادشاہ بنا۔ اس وقت سے زوال شروع ہو گیا۔ تخت نشینی کی جنگ میں جو کامیاب ہوتا وہ اپنے تمام بھائیوں کو قتل کر دیتا اور جو بچ جاتا وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا۔ فوج اقتدار میں دخیل ہو گئی۔ فوج کے سالار جسے چاہتے تخت پر بٹھاتے اور جسے چاہتے اتار پھینکتے۔ دولتِ عثمانیہ کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مملوک امراء مصر میں خود مختار ہو گئے۔ 1798ء میں نپولین نے چھتیس

Marfat.com

ہزار فوج لے کر مصر پر حملہ کیا۔ مملوک حکومت نے شکست کھائی پھر نپولین شام کی طرف بڑھا اور غزہ، رملہ اور یافا کو فتح کرتا ہوا عکر (Acre) پہنچ گیا۔ اس موقع پر انگریز نپولین کے خلاف ترکی کے مددگار تھے۔ انگریز امیرالبحر نیلسن نے دریائے نیل میں نپولین کو عبرتناک شکست دی۔ اسی اثناء میں نپولین نے جو فوج مصر بھیجی وہ بھی تتر بتر ہو گئی۔ اس زمانے میں شیخ محمد بن عبدلواہاب نے نجد میں دینی اصلاح کی تحریک شروع کی۔ اس میں خاندانِ سعود بھی شامل ہو گیا اور عرب میں ایک نئی طاقت کا ظہور ہوا۔ یہ خلیفہ سلطان سلیم ثالث تھا جس کے پاس ہندوستان سے سلطان ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف مدد کیلیے ایلچی بھیجے۔ سلطان سلیم ثالث کو 1807ء میں تخت سے اتار دیا گیا۔ سلیم ثالث کے بعد اگلا قابل ذکر بادشاہ محمود ثانی ہے جو 1808ء میں تخت نشیں ہوا۔ اسے محمود مصلح کا نام دیا گیا۔ اس نے ہر شعبے میں اصلاحات کے نام پر بہت سی تبدیلیاں کیں۔ فوج کی قوت کم کرنے کے لیے اس کے کئی بڑے سرداروں کو قتل کروا دیا۔ ترکوں کا لباس بدلا۔ بڑی بڑی پگڑیوں کی بجائے ترکی ٹوپی کو رواج دیا۔ محمود مصلح کے عہد میں مصر میں محمد علی پاشا نے مستقل حکومت قائم کر لی۔ یونان نے ترکی کے خلاف بغاوت کی۔ انگریزوں نے یونان کی مدد کی۔ آخر ترکی بعض شرائط پر یونان کو آزادی دینے پر مجبور ہو گیا۔ فرانس نے الجزائر پر قبضہ کر لیا۔ بوسنیا اور البانیہ میں بغاوتیں ہوئیں۔ محمود مصلح 1839ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد سلطان عبدالحمید اول، سلطان عبدالعزیز اور سلطان مراد پنجم تخت نشین ہوئے۔ سلطان عبدالحمید اول کے زمانے میں روس کے ساتھ جنگِ کریمیا چھڑ گئی۔ فرانس اور انگلستان نے ترکی کا ساتھ دیا۔ 1876ء میں سلطان عبدالحمید ثانی تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں روس نے ترکی

Marfat.com

کے ساتھ پھر جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ میں پلونا کا معرکہ تاریخ کا ایک شاندار باب ہے۔ غازی عثمان پاشا نے بڑی مردانگی دکھائی لیکن روسی فوجیں درنہ تک جا پہنچیں۔ یورپی طاقتوں نے روس کا راستہ روکنے اور اسے قسطنطنیہ اور درہ دانیال پر قابض ہونے سے باز رکھنے کے لیے برلن میں پرنس بسمارک کی صدارت میں ایک کانفرنس بلائی۔ 1878ء میں ایک معاہدہ ہوا۔ اسی کانفرنس میں بلغاریہ، سردیا، رومانیہ اور منٹی نیگرو کو ترکی کے قبضے سے آزاد کرانے کا فیصلہ ہوا۔ سلطان عبدالحمید نے یہ کہہ کر پارلیمنٹ توڑ دی کہ ترک ابھی پارلیمانی نظام کے قابل نہیں ہوئے۔ سلطان اور قوم میں کشمکش شروع ہوگئی۔ اسی زمانے میں نوجوان ترکوں کی تحریک شروع ہوئی۔ ان کی بنائی ہوئی انجمن اتحاد و ترقی نے دنیا میں شہرت حاصل کی۔ محمود شوکت پاشا، طلعت پاشا، انور پاشا اور مصطفیٰ کمال پاشا اس تحریک کے سرگرم راہنماؤں میں تھے۔ 1907ء میں یورپ کی کئی طاقتیں ترکی کے مزید حصے بخرے کرنے کے لیے اسکیمیں بنانے لگیں۔ سلطان سلطنت کو بچانے کے لیے کوئی قدم نہ اٹھا سکا، الٹا عوام کے جذبہء آزادی کو کچلنے کے لیے راہنمایانِ آزادی کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ فوج میں بغاوت پھیل گئی۔ محمود شوکت پاشا قسطنطنیہ پہنچا۔ سلطان عبدالحمید کو اتار کر اس کے بھائی سلطان محمد خامس کو تخت پر بٹھایا اور ترکی میں دستوری حکومت قائم کر دی۔ ترکوں کو سنبھلنے کا موقع ملا مگر یورپی طاقتیں نہیں چاہتی تھیں کہ ترکی اس موقع سے فائدہ اٹھائے۔ 1911ء میں اٹلی کو طرابلس پر حملہ کے لیے اکسایا گیا۔ نوجوان ترکوں کے لیے بظاہر طرابلس پہنچنا دشوار تھا۔ انور کمال پاشا، مصطفےٰ کمال پاشا اور دوسرے غازی بھیس بدل کر مصر کے راستے طرابلس پہنچے۔ عربوں کو منظم کر کے اٹلی کے چھکے چھڑا دیئے۔

Marfat.com

جنگِ بلقان

ادھر یورپی طاقتوں کی شرارت سے جنگِ بلقان شروع ہو گئی۔ نوجوان ترکوں نے ہمت نہ ہاری اور طرابلس کو آزادی دے کر ترکی نے اپنی ساری قوت جنگِ بلقان پر مرکوز کر دی۔ بلقانیوں کے قدم جہاں جہاں پہنچے انہوں نے مسلمان آبادیوں پر بہت ظلم وستم کیے۔ یورپی طاقتوں نے صلح کے بہانے ترکی کے بہت سے علاقے بلقانی ریاستوں کو دے دیئے۔

جنگِ عظیم اوّل

1914ء میں پہلی جنگ یورپ چھڑ گئی جسے پہلی جنگِ عظیم بھی کہتے ہیں، اس میں روس، برطانیہ اور فرانس ایک طرف تھے۔ جرمنی اور آسٹریا دوسری طرف۔ روس، برطانیہ اور فرانس نے ترکی کے حصے بخرے کرنے کا خفیہ معاہدہ کر لیا اور قسطنطنیہ کو روس کے حوالے کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ اس صورت حال میں ترکی نے جنگ میں جرمنی کا ساتھ دیا۔ برطانیہ نے ایک طرف مصر میں ترکی کی برائے نام نگران حیثیت کو ختم کیا تو دوسری طرف حجاز میں شریف حسین کو ہر طرح کی امداد دے کر ترکوں کے خلاف بھڑکایا۔ انگریزی بحری جہازوں نے درہ دانیال پر حملہ کر دیا اور گیلی پولی میں فوجیں اتار دیں۔ وہاں سے مصطفٰے کمال پاشا نے انگریزی فوجوں کو مار بھگایا۔ اتحادیوں نے اگست 1917ء میں فیصلہ کیا کہ آرمینیا، مشرقی اناطولیہ، قسطنطنیہ اور درہ دانیال روس کو، جیفا اور بغداد برطانیہ کو، اسکندریہ اور موصل فرانس کو اور مغربی اناطولیہ اٹلی کو دے دیا جائے جبکہ فلسطین کو تمام اتحادیوں کی مشترکہ نگرانی میں رکھا جائے۔

Marfat.com

اتحادیوں نے امریکہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس اثناء میں انگریزوں نے یونان سے اٹھ کر اناطولیہ پر حملہ کر دیا۔ امریکہ، فرانس انگریزوں کی مدد کر رہے تھے۔ قسطنطنیہ اور درہ دانیال پر اتحادی قابض ہو گئے۔

مصطفیٰ کمال

یہ حالات دیکھ کر غازی مصطفیٰ کمال پاشا قسطنطنیہ سے نکلا اور مشرقی اناطولیہ میں قومی دفاع کا جھنڈا بلند کیا۔ ایسی دلیری اور جنگی مہارت کا ثبوت دیا کہ انگریزوں کو گیلی پولی اور درہ دانیال سے پیچھے دھکیل کر اپنی شرائط پر صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ مصطفیٰ کمال نے 1920ء میں قسطنطنیہ میں نئی پارلیمنٹ کے قیام کی راہ ہموار کی۔ قومی وحدت اور مقاصد کے لیے قومی میثاق کی تشکیل کی۔ یہ میثاق پارلیمنٹ نے منظور کیا۔ اس میثاق کی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں۔

۱۔ عربوں کے لیے حقِ خودمختاری کا اعتراف۔

۲۔ اناطولیہ، مشرقی تھریس اور موصل کی آزادی۔

۳۔ قسطنطنیہ کو جنگی نقطہءِ نگاہ سے محفوظ کرنا۔

۴۔ درہ دانیال میں تجارتی جہازوں کے آنے کی آزادی۔

۵۔ اقلیتوں کے لیے انہی حقوق کا اہتمام جو دوسرے ملکوں میں انہیں حاصل ہیں۔

۶۔ غیر ملکیوں کو حاصل خاص رعائتوں کا خاتمہ۔

۷۔ قومی قرضے کا مناسب فیصلہ۔

Marfat.com

مصطفیٰ کمال نے نئے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ مجلسِ ملیہ منتخب ہوئی۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے خلیفہ کے خلاف انگورا (انقرہ) میں نئی حکومت قائم کر لی۔ اتحادیوں نے ترکی کے مستقبل کا فیصلہ خود ہی کر کے 10 اگست 1920ء کو ترکی کے سلطان وحید الدین سے اس پر دستخط لے لیے۔ اس معاہدے کے مطابق ترکی کی آزادی کو ختم کر دیا گیا مگر مصطفیٰ کمال کی مجلسِ ملیہ نے اس معاہدے کو رد کر دیا۔ یونانی انگریزوں کی مدد سے ترکی کی طرف بڑھے۔ مصطفیٰ کمال نے سکاریا کے کنارے یونانیوں کو شکستِ فاش دی۔ ترک ستمبر 1922ء میں سمرنا پہنچ گئے۔ اب اتحادی مجبور ہو گئے کہ قومی مجلس ملیہ سے معاہدہ کریں۔ لوازن (سوئٹزرلینڈ) میں ترک نمائندوں اور اتحادیوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔ 4 جون 1923ء کو مجلس ملیہ نے خلافت کا خاتمہ کر کے جمہوری حکومت کا اعلان کر دیا۔ غازی مصطفیٰ کمال اس کے پہلے صدر بنے۔ آلِ عثمان کا آخری حکمران سلطان عبدالمجید خان فرانس بھاگ گیا۔ غازی مصطفیٰ کمال نے جنہیں قوم اتاترک یعنی ترکوں کا باپ کہتی ہے ہر شعبے میں دوررس اصلاحات کیں اور ترکی کو تھوڑے عرصے میں ایک زبردست قومی قوت بنا دیا۔ بہرحال اس کے بعض اقدامات سے ترکوں کے اسلامی تشخص کو نقصان پہنچا۔

مصر کا عہدِ جدید

مصر میں نپولین کے حملے کے بعد کئی سال تک افراتفری رہی۔ آخر محمد علی پاشا نے 1811ء میں ترک خلیفہ سے حکومت مصر کا فرمان حاصل کیا۔ مملوکوں نے مخالفت کی۔ محمد علی پاشا نے ان سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ملک کا نظام

Marfat.com

درست کیا۔ مشرقی سوڈان کو فتح کیا۔ صنعت و حرفت کو ترقی دی۔ ملک میں امن و امان قائم کیا۔ یورپی تاجروں نے تجارتی کوٹھیاں بنائیں۔ محمد علی پاشا کے عہد حکومت میں مصر اپنی پہلی عظمت کے راستے پر گامزن ہو گیا۔ 1848ء میں جب محمد علی پاشا کی عمر 80 سال ہو چکی تھی اس نے حکومت چھوڑ دی۔ 1863ء میں اسماعیل پاشا نے حکومت سنبھالی۔ اس نے سلطان ترکی سے خدیو کا لقب حاصل کیا۔ اسماعیل بڑا فضول خرچ اور کوتاہ اندیش آدمی تھا۔ اسے بے حد شوق تھا کہ مصر یورپی ملکوں جیسا بن جائے۔ قرض لے لے کر ملک کو زیر بار کرتا رہا۔ نہر سویز بنی لیکن ملک کی مالی حالت بگڑتی گئی۔ قرض بڑھتا گیا۔ یورپی طاقتیں ملک میں یہاں تک دخیل ہو گئیں کہ انہوں نے قرضوں کی واپسی کے سلسلے میں ایک کمیشن قائم کیا اور خدیو مصر کی ذاتی جائیداد بین الاقوامی نگرانی میں دے دی۔

☆☆☆

Marfat.com

جمال الدین افغانی

اسی زمانے میں جمال الدین افغانی مصر پہنچے۔ ان کی کوششوں سے توفیق پاشا مسند نشین ہوا مگر تخت پر بیٹھتے ہی اس نے جمال الدین افغانی کو مصر سے نکال دیا۔ جس کے بعد مصر میں انگریزوں کے قدم جم گئے اور وہ سارے ملکی امور پر قابض ہو گئے۔ اس اثناء میں مصر اور سوڈان میں ایک اصلاحی تحریک پیدا ہوئی جس کا لیڈر محمد احمد تھا۔ وہ مہدی سوڈانی کے لقب سے مشہور ہے۔ محمد احمد کی تحریک نے سارے سوڈانیوں میں مذہب اور آزادی کا جوش پیدا کر دیا۔ اس نے مصر اور برطانیہ کی فوجوں کو شکست دے کر سارے سوڈان پر قبضہ کر لیا مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ اس کی حکومت درویش حکومت کہلاتی ہے۔

مصر میں جمال الدین افغانی کے بعد ان کے رفیق شیخ محمد عبدہ، مصری نے سیاست کے ساتھ ساتھ دینی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ سعد پاشا زاغلول بھی سید جمال الدین افغانی کے شاگرد تھے، انہوں نے مصریوں کو انگریزوں سے آزادی دلانے کی تحریک شروع کی۔ جب پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی تو آزادی کی یہ تحریک زور پکڑ گئی۔ سعد پاشا زاغلول نے ایک قومی مجلس بنائی اور وفد لے کر پیرس کی صلح کانفرنس میں جانے کی تیاری کرنے لگا مگر انگریزوں نے سعد پاشا کو گرفتار کر لیا۔ ملک میں

Marfat.com

ہنگاموں کی آگ بھڑک اٹھی۔ بڑی کشمکش کے بعد برطانیہ اور مصر کے درمیان 1936ء میں ایک معاہدہ ہوا جس میں مصر کی کامل آزادی کا فیصلہ ہوا۔ ترکی کی طرح 1937ء میں مصر جمعیت اقوام کا ممبر بن گیا اور اس طرح برطانیہ سے اس کی کامل آزادی کا عملی اظہار ہوا۔

ایران

ہلاکو خان کی اولاد میں سے پہلے نکودار اور اس کے بعد غازان محمود مسلمان ہوا۔ اس خاندان کی حکومت ابوسعید پر ختم ہوئی۔ ایران میں طوائف الملوکی شروع ہو گئی۔ آخر صفوی خاندان نے وہاں حکومت بنائی۔ امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے ایک بزرگ صفی الدین تھے۔ صفوی خاندان انہی سے منسوب ہے۔ شاہ اسمٰعیل چودہ، پندرہ سال کا تھا جب اُس نے والد کے مرنے کے بعد اپنے مریدوں کو اکٹھا کر کے شیروان کے حاکم کو شکست دی، تبریز پر قبضہ کر لیا پھر عراق اور آس پاس کے علاقے فتح کیے۔ خراسان کی طرف رخ کیا۔ ترکستان میں اس وقت ازبک سردار شیبانی خان حکمران تھا۔ اسی نے بابر اور دوسرے تیموریوں کو ترکستان سے باہر نکالا تھا۔ 1510ء میں شاہ اسمٰعیل صفوی کی جنگ ازبکوں سے ہوئی۔ شیبانی خان مارا گیا۔ مشترکہ دشمن کی اسی شکست نے بابر اور اسمٰعیل میں دوستی پیدا کر دی۔ بابر اس وقت کابل کا حکمران تھا۔ 1514ء میں ترکی کے سلطان سلیم نے شاہ اسمٰعیل کو جنگ چالدیراں میں شکست دی۔ تبریز عثمانیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اسمٰعیل کے بعد 1524ء میں شاہ طہماسپ اس کا جانشین ہوا جو 1576ء تک حکمران رہا۔ ہمایوں بادشاہ اسی کے پاس ایران

Marfat.com

پہنچا تھا۔ طہماسپ فوت ہوا تو ایران میں سخت بدنظمی پیدا ہوگئی۔ شاہ کی ایک بیگم پری خانم نے تمام شہزادوں کو ختم کروادیا۔ طہماسپ کے کم سن بیٹے عباس کے لیے بھی قتل کا حکم پہنچ چکا تھا مگر رمضان شریف کی وجہ سے اس پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ عباس نہ صرف سزائے موت سے بچ گیا بلکہ آخر تختِ حکومت پر جا بیٹھا۔ یہ صفوی خاندان کا سب سے بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اسے عباسِ اعظم کہتے ہیں۔ عباسِ اعظم 1587ء میں تخت نشین ہوا۔ اس نے ترکوں کے ساتھ صلح کی۔ ازبک ہر سال خراسان پر حملہ کرتے تھے۔ عباس نے 1597ء میں ازبکوں کو ایسی شکست دی کہ پھر اس کی زندگی میں وہ سر نہ اٹھا سکے۔ 1603ء میں شاہ عباس نے ترکوں کو آذربائیجان سے مار بھگایا اور تبریز ان سے واپس لے لیا۔ اس نے جہانگیر کے عہد میں مغلوں سے قندھار بھی چھین لیا۔ عباس کے زمانے میں ایران کی عظمت کمال کو پہنچ گئی۔ اس نے اصفہان کو اپنا مرکز بنایا۔ یہ شہر اتنا عظیم الشان بن گیا کہ مثل مشہور ہوگئی کہ، اصفہان آدھا جہان۔ بیالیس برس کی حکومت کے بعد شاہ عباس نے 1629ء میں وفات پائی۔ صفوی سلطنت کی حالت ابتر ہوگئی۔ افغانیوں نے قندھار پر قبضہ کرلیا۔ ایک افغان سردار محمود نے ایران پر ہلہ بول دیا اور اصفہان جا پہنچا۔ اس نے صفوی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہ حالت دیکھ کر ایک طرف ترک ایرانی علاقوں میں گھس آئے، دوسری طرف روسیوں نے پیش قدمی شروع کردی۔ اس دوران قدرت نے نادر بادشاہ افشار کو ایرانیوں کا نجات دہندہ بنا کر بھیج دیا۔ وہ بالکل معمولی حیثیت کا آدمی تھا مگر جرنیل بلا کا تھا۔ شروع میں کچھ آدمی اپنے اردگرد جمع کر کے ڈاکے مارنے لگا۔ پھر صفوی شہزادے طہماسپ کے ساتھ مل کر افغانوں کو ملک سے نکالا۔ ترکوں کو روکا۔ اسی

Marfat.com

طرح روسیوں کو ملک سے نکالا اور نادرشاہ کے لقب سے بادشاہ بن گیا۔ پھر اس نے افغانستان، ہندوستان اور خیوا کو فتح کر لیا۔ ہر ملک کی دولت لوٹ کر ایران لے گیا۔ اس نے مشہد کو دارالحکومت بنایا۔ آخری عمر میں نادرشاہ کے دماغ میں فتور آ گیا۔ معمولی معمولی باتوں پر بڑے بڑے درباریوں کو قتل کروا دیتا تھا۔ نادرشاہ اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں 1747ء میں مارا گیا۔ نادرشاہ کی وفات کے بعد ایران ایک بار پھر ابتری کا شکار ہو گیا۔ دو خاندان سامنے آئے۔ زند اور قاچار۔ زند خاندان کے سردار کریم خان نے شیراز کو اپنا مرکز بنایا۔ قاچار خاندان کا سردار محمد خان قاچار تھا، جس نے آخر میں سارے ایران پر قبضہ کر لیا اور تہران کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس کے ایک جانشین ناصرالدین شاہ قاچار کی ملاقات سید جمال الدین افغانی سے ولایت میں ہوئی، وہ انہیں اپنا وزیر بنانے کے لیے ساتھ لے آیا۔ مگر ناصرالدین شاہ کے مفاد پرست اور خود سر مصاحبوں کو سید جمال الدین افغانی کے اصلاحی پروگرام میں اپنا نقصان نظر آیا۔ آخر ان سازشوں کی وجہ سے سید کو ایران سے نکلنا پڑا۔ 1896ء میں ناصرالدین شاہ مارا گیا اور اس کا بیٹا مظفرالدین شاہ تخت پر بیٹھا۔ اس نے دستوری حکومت منظور کر لی۔ اس کے بیٹوں کی تربیت روسی اتالیقوں نے کی تھی۔ وہ بادشاہ بنا تو روسیوں کا عمل دخل بڑھ گیا۔ آخر روسیوں اور انگریزوں نے ایران کو آپس میں تقسیم کرنے کا ایک خفیہ معاہدہ بنا لیا۔ ایرانیوں کو خبر ہوئی تو وہ احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ محمد علی شاہ نے بھاگ کر روسیوں کے ہاں پناہ لی۔ اس اثناء میں 1914ء کی جنگ شروع ہو گئی۔ ایران میں سید رضا شاہ پہلوی لیڈر بن کر ابھرا۔ رضا شاہ شروع میں ایک چھوٹے سے دستے کا کمان دار تھا۔ وزیر جنگ کے عہدے پر پہنچا۔ کچھ عرصے بعد وزیر اعظم بن

Marfat.com

گیا۔1925ء میں قومی مجلس نے ایران کے بادشاہ احمد شاہ کو تخت سے ہٹا کر محمد رضا شاہ کو ایران کا بادشاہ بنا دیا۔ پہلوی خاندان کی ابتدا ہوئی۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد انگریزوں اور روسیوں نے محمد رضا شاہ پہلوی کو تخت سے اتار کر ولی عہد محمد رضا خان کو تخت پر بٹھا دیا جو امام خمینی کے دور کے آغاز تک برسرِ اقتدار رہا۔

افغانستان

افغانستان کی جدید تاریخ 1747ء سے شروع ہوتی ہے۔نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ایک سالار احمد خان ابدالی افغانستان کا بادشاہ بن گیا۔ابدالیوں کے دو بڑے قبیلے تھے۔ایک درانی دوسرا بارک زئی۔ کچھ عرصے بعد بارک زئی حکمران بن گئے۔دوست محمد خان بادشاہ بنا۔اس کے ایک جانشین شیر علی خان کے عہد میں انگریزوں سے جنگ چھڑ گئی۔اس کا بیٹا یعقوب خان انگریزوں کی قید میں رہا۔1880ء میں انگریزوں نے دوست محمد خان کے پوتے اور شیر علی خان کے بھتیجے عبدالرحمٰن کو بخارا سے بلا کر کابل کا امیر بنایا۔اس نے حالات درست کیے۔ 1891ء میں سارا افغانستان امیر عبدالرحمٰن کے زیر اقتدار آ گیا۔امیر عبدالرحمٰن بڑا منتظم، مدبر اور زبردست حاکم تھا۔اس نے لوگوں پر ایسی ہیبت بٹھا دی کہ اس کا نام ہی سب کو درست کرنے کے لیے کافی تھا۔چوریاں، ڈاکے بالکل بند ہو گئے۔وہ اکتوبر 1901ء میں فوت ہوا۔اس کے بعد اس کا بیٹا حبیب اللہ خان حکمران بنا۔پھر اس کا بیٹا امان اللہ خان۔امان اللہ خان کے عہد میں انگریزوں کے ساتھ تیسری جنگِ افغانستان چھڑ گئی۔آخر انگریز گفت وشنید پر مجبور ہوئے۔انہوں نے افغانستان کی آزادی کو تسلیم

Marfat.com

کرلیا۔ اس موقع پر دھوم دھام سے جشنِ استقلال منایا گیا اور یادگار کے طور پر کابل میں ایک مینار کی تعمیر کی گئی۔ امان اللہ خان نے زور و شور سے افغانستان میں یورپی تہذیب و تمدن کو رواج دینا شروع کر دیا تو لوگوں میں بددلی پھیل گئی۔ انتشار کا فائدہ اٹھا کر ایک ڈاکو نے جس کا نام حبیب اللہ تھا اور جسے 'بچہ سقہ' کہتے تھے کابل پر قبضہ کرلیا مگر ملک میں افراتفری پھیلتی گئی۔ ایک ریٹائرڈ سپہ سالار اور سابق وزیر جنگ نادر خان نے بچہ سقہ کو شکست دے کر موت کی سزا سنائی اور نادر شاہ کے نام سے ایک نئے خاندان کی بنیاد ڈالی۔

1933ء میں ایک نوجوان نے اچانک حملہ کر کے نادر شاہ کو مار دیا۔ اس کا اکلوتا بیٹا ظاہر شاہ کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں ملک کی زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت میں شاندار ترقی ہوئی۔ بڑے بڑے شہر آباد ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مسلمان...... برصغیر پاک و ہند میں

محمد بن قاسم

(711ء سے 715ء)

ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں جب مغربی محاذ پر طارق بن زیاد گاڈلٹ کے مقام پر سپین کے بادشاہ راڈرک (لذرلق) کو شکستِ فاش دینے کے بعد پورے ملک پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے پیش قدمی میں مصروف تھا اور ادھر شمال مشرق میں قتیبہ بن مسلم اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑتا ہوا سمرقند سے کاشغر جا پہنچا، اسی زمانے میں 711ء کے موسمِ خزاں میں 17 سالہ جرنیل عمادالدین محمد بن قاسم کے بحری جہاز موجودہ کراچی کے قریب دیبل کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو رہے تھے ان جہازوں پر محمد بن قاسم کی فوج کے لیے بھاری اسلحہ اور ساز و سامان لدا ہو تھا۔ محمد بن قاسم کی فوج عراق سے خشکی کے راستے بلوچستان اور مکران کی ساحلی پٹی پر سفر کرتی ہوئی شہر دیبل کی فصیل کے باہر خیمہ زن ہو چکی تھی۔ یہ فوج چھ ہزار گھڑ سوار اور چھ ہزار اونٹنی سوار چاق و چوبند دستوں پر مشتمل تھی۔

برصغیر پاک و ہند میں عرب مجاہدین کے قدم، محمد بن قاسم کی یلغار سے بہت پہلے پہنچ چکے تھے، اس دور میں بلوچستان اور مکران ایرانی سلطنت کا حصہ تھے، جو فتح

Marfat.com

ایران کے ساتھ ہی مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں عمان کے گورنر عثمان تقی نے ہندوستان میں پیش قدمی کی غرض سے ایک مختصر سا لشکر روانہ کیا تھا جو موجودہ ممبئی کے گردونواح میں تھانہ پر کامیاب حملہ کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب اس مہم کا علم ہوا تو انہوں نے اس سمت میں مزید کارروائی سے منع کر دیا۔

محمد بن قاسم نے بغیر کسی مشکل کے اپنی منجنیق ''العروس'' کی مدد سے دیبل فتح کر لیا۔ منجنیق کو ایک طرح سے اس زمانے کی توپ کہنا چاہیئے۔ یہ قلعے کی فصیل کو توڑنے کے لیے بھاری پتھر پھینکنے کے کام آتی تھی۔ العروس کو پانچ سو آدمی مل کر چلاتے تھے۔ اِس سے اُس کے حجم اور طاقت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ دیبل کی فتح اور انتظام و انصرام کے بعد محمد بن قاسم نیرون (موجودہ حیدر آباد) اور سہوان کی طرف بڑھا۔ دونوں شہروں نے بغیر لڑائی کے ہتھیار ڈال دیئے سندھ کے حکمران راجہ داہر سے محمد بن قاسم کا آمنا سامنا سندھ کی راجدھانی الور کے قریب دریائے سندھ کے کنارے راوڑ کے مقام پر ہوا۔ یہاں محمد بن قاسم نے پہلی دفعہ ہندوؤں کے لاؤلشکر اور ان کے ہاتھی سوار دستوں کا نظارہ کیا۔ اردگرد کے کئی راجے اور راجپوت سردار، راجہ داہر کی مدد کو پہنچے ہوئے تھے۔ ایک خون ریز لڑائی کے بعد جس میں راجہ داہر مارا گیا، مسلمانوں کی فوج کو فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی۔ اب سارا سندھ محمد بن قاسم کے قدموں میں تھا۔ وہ بہمن آباد اور الور پر قبضہ کرتا ہوا اور مفتوحہ علاقے میں اپنے دستے متعین کرنے کے بعد ملتان کی طرف بڑھا۔ مختصر سے محاصرے کے بعد ملتان کے ہندو گورنر نے بغیر کسی مقابلے کے ہتھیار ڈال دیئے۔ چونکہ محمد بن قاسم کی پیش قدمی، اس کے

Marfat.com

تین سو سال بعد شمال مغرب سے ہندوستان پر حملہ آور ہونے والے سلطان محمود غزنوی کی طوفانی یلغار کی طرح نہ تھی اس لیے اسے ملتان تک پہنچتے پہنچتے دو سال لگ گئے۔ وہ جو علاقہ فتح کرتا اس کے بہتر منصفانہ اور رعیت پرور انتظام و انصرام پر خصوصی توجہ دیتا اور وہاں دیکھ بھال کے لیے اپنے آدمیوں کو مقرر کر کے آگے بڑھتا، مسلمانوں کی آمد سے پہلے سندھ میں راجہ داہر نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ معروف ہندو مورخ ڈاکٹر تارا چند اپنی کتاب ''مختصر تاریخ اہل ہند'' میں لکھتا ہے ''اس نے اپنی رعایا کے ایک حصے (یعنی غریب اکثریت اور نیچی ذات والوں) کے لیے سخت جابرانہ قوانین نافذ کیے ہوئے تھے۔ انہیں ہتھیار رکھنے یا ریشمی کپڑے پہننے اور گھوڑوں پر زین ڈال کر سوار ہونے کی ممانعت تھی۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ ننگے سر اور کتوں کو ساتھ لے کر چلا کریں۔ اس کے مقابلے میں محمد بن قاسم اور اُس کے افسروں کا سلوک سب کے ساتھ بڑا فیاضانہ اور برابری کا تھا۔ محمد بن قاسم نے ہندوؤں سے نرمی اور مہربانی کا وہی سلوک کیا جو اسلام نے اہل کتاب کی خاطر مخصوص کیا ہے۔ اُس نے اعلان کیا ''ہندوؤں کے مندر اسی طرح مقدس اور قابل احترام سمجھے جائیں جس طرح ہمارے لیے عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے معبد ہیں۔'' محمد بن قاسم کا یہی فیاضانہ اور مدبرانہ سلوک تھا، جس نے سندھ کے لوگوں کو اس کا گرویدہ بنا دیا۔ جب وہ ملتان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، ملتان کے گردونواح سے جاٹ اور مید قوم کے لوگ باجے بجاتے رقص کرتے اور پھولوں کے ہار لیے ہوئے اس کو خوش آمدید کہنے آن موجود ہوئے۔ محمد بن قاسم نے حکومت کی انتظامیہ میں ہندو اہلکاروں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا اور مالیہ اور ٹیکس وصول کرنے میں نہایت نرمی کا برتاؤ کرنے کی ہدایت کی۔

Marfat.com

سندھ کے عوام محمد بن قاسم کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے، اگر نیا خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اپنی ذاتی دشمنی کی بنا پر محمد بن قاسم کو واپس نہ بلا بھیجتا اور اُسے ہندوستان میں رہنے دیتا تو مسلمان اسی زمانے میں سارا ہندوستان فتح کر لیتے۔ بلکہ مسلمانوں کے حسن سلوک اور محمد بن قاسم کے فیاضانہ برتاؤ سے متاثر ہو کر ہندوؤں کی اکثریت اسلام قبول کر لیتی اور آج برصغیر کی ساری تاریخ ہی مختلف ہوتی۔

محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں کا انتظام اتنی خوش اسلوبی اور رعیت پروری سے کیا اور سندھ میں اپنے چار سال کے مختصر قیام کو اپنے لیے اس قدر نیک نامی کا باعث بنایا کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی آمد کے آثار ہمیشہ کے لیے محفوظ و مامون ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد جب محمد بن قاسم کا بیٹا عمر بن محمد سندھ کا والی بن کر آیا تو اس نے فتح سندھ کی یادگار کے طور پر ایک شہر منصورہ آباد کیا جو صدیوں تک سندھ کا دارالحکومت بنا رہا۔ منصورہ کے بالمقابل دریا کے دوسری طرف مسلمانوں نے ایک شہر محفوظہ بھی آباد کیا۔ مسلمان خلفاء نے اگرچہ ہندوستان میں اپنی مقبوضات کی توسیع و استحکام پر کوئی توجہ نہ دی اور سندھ میں مسلمانوں کی امداد کے لیے کوئی فوجی کمک روانہ نہ کی مگر مسلمان پھر بھی یہاں اپنے قدم جمائے رہے۔ تین سو سال بعد 1006ء میں جب سلطان محمود غزنوی نے ملتان پر حملہ کیا تو یہاں کا صوبیدار (گورنر) ایک اسماعیلی مسلمان داؤد تھا جسے محمود غزنوی اِس جرم میں گرفتار کر کے اپنے ساتھ غزنی لے گیا کہ اس نے محمود کے خلاف لاہور کے ہندو راجہ جے پال کی مدد کے لیے فوجی دستہ بھیجا تھا۔

سندھ کی ثقافت پر مسلمانوں کی تہذیب کے گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ سندھی زبان اسی زمانے سے عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ سندھ میں کھجور

Marfat.com

کا درخت بھی عرب اپنے ساتھ لائے تھے۔ مسلمانوں نے بھی ہندو برہمنوں سے علم ہیئت، طب، ریاضی اور دوسرے علوم میں بہت سی نئی باتیں سیکھیں۔ عرب میں اعداد حروف ابجد میں لکھے جاتے تھے۔ ہندوؤں نے عربوں کو علم اعداد سکھایا اسی لیے اسے علم ہندسہ کہتے ہیں۔

(تفصیلات کے لیے دیکھیے شیخ محمد اکرام کی مشہور کتاب ''آب کوثر'')۔

سلطان محمود غزنوی (997ء سے 1030ء)

محمود غزنوی کی عظمت و شوکت کے بارے میں انگریزوں کا سب سے بڑا مورخ ایڈورڈ گبن اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''دی ڈی کلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر'' میں لکھتا ہے

> ''عظیم ترین ترک شہزادوں میں سے ایک سلطان محمود غزنوی تھا جس نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ایک ہزار سال بعد ایران کے مشرقی صوبوں پر حکومت کی۔ اس کی سلطنت کی حدود ایک طرف سمرقند سے اصفہان تک اور دوسری طرف بحیرہ کیسپین سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کتاب میں جو ایک مختلف موضوع پر ہے، میں شاید اسے ایک صفحہ سے زیادہ نہ دے سکوں جب کہ اس کی مہمات اور محاصروں کے بیان کے لیے ایک پوری کتاب بھی ناکافی ہے۔ مسلمانوں کے اس ہیرو کا راستہ کوئی نہ روک سکا۔ نہ موسموں کی شدت، نہ پہاڑوں کی بلندی، نہ دریاؤں کی طغیانی، نہ صحراؤں کی بے آب و گیاہ وسعت، نہ دشمنوں کی ٹڈی دل افواج اور نہ جنگی ہاتھیوں کی ناقابل تسخیر قطاریں۔ غزنی کا یہ

Marfat.com

سلطان اپنی فتوحات کے اعتبار سے سکندر اعظم کو بھی مات کر گیا۔"

محمود غزنوی نے ہندوستان پر 17 حملے کیے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور معرکہ سومنات کا تھا۔ غزنی سے سومنات تک کا چار ماہ کا مسلسل سفر ہی کچھ کم حیرت انگیز کارنامہ نہیں۔ اس معرکے کا حال بھی گبن کے بیان کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔

"سومنات کا مندر سمندر کے کنارے علاقہ گجرات کے آخری کونے پر دیو مالا کے قریب واقع تھا۔ دو ہزار گاؤں کا مالیہ اس مندر کے سالانہ اخراجات کے لیے وقف تھا (ہزاروں پجاریوں کے نذرانے اس کے علاوہ تھے) دو ہزار برہمن اس مندر کی مورتی کی دن رات سیوا کرتے تھے۔ تین سو موسیقار اور پانچ سو اونچی ذات کی حسین و جمیل رقاصائیں بت کے چرنوں میں بھجن گانے پر مقرر تھیں۔ مندر کے تین اطراف سمندر کی لہریں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں۔ چوتھی جانب عمودی چٹان کی بلند و بالا فصیل تھی۔ سومنات کے شہری اور گردونواح میں بسنے والے لوگ اپنے مذہبی جنون میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اور اپنے مندر کے ناقابل تسخیر ہونے پر پختہ ایمان رکھتے تھے۔ انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ دہلی اور قنوج کے دیوتا اپنے پجاریوں کے گناہوں پر ان سے ناراض ہو گئے تھے اس لیے محمود غزنوی نے وہاں کے مندروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ اگر یہ غیر ملکی حملہ آور کبھی سومنات کا رخ کرے تو ہمارے دیوتا کا غیض و غضب اسے پل بھر میں نیست و نابود کر دے گا۔ سلطان محمود غزنوی نے اس دعوے کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھا اور دیوتا کی طاقت کو آزمانے کے لیے سومنات پر چڑھ دوڑا۔ پہلے ہی حملے میں پچاس ہزار پجاریوں کو مسلمانوں کے نیزوں نے چھید کر رکھ دیا۔ محمود کے سپاہی مندر کی بلند و بالا فصیل پر چڑھ گئے۔ محمود نے جب لنگا دیوتا کے

Marfat.com

بت کو پاش پاش کرنے کے لیے ہوا میں اپنا گرز لہرایا تو خوف و ہراس سے کانپتے ہوئے برہمن اس کے پاؤں پڑ گئے اور التجا کرنے لگے کہ دس لاکھ سونے کی اشرفیاں لے لو مگر ہمارے دیوتا کو نہ مارو۔ محمود کے کئی افسروں نے بھی اسے مشورہ دیا کہ بت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے کیا فائدہ، اس کے بدلے رقم لے لی جائے اور غریب مسلمانوں میں بانٹ کر ثواب دارین حاصل کیا جائے محمود نے کہا تمہارا مشورہ درست ہے اور عقل پر مبنی ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ آنے والی نسلیں مجھے بت شکن کی بجائے بت فروش کے نام سے یاد کریں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے گرز کے متعدد وار کیے اور بت کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ یہ ٹکڑے یادگار کے طور پر مکہ، مدینہ، بغداد اور غزنی روانہ کیے گئے۔

سلطان محمود غزنوی تاریخ عالم کے ان چند گنے چنے جنگجو سالاروں میں سے ہے جنہیں زندگی میں کبھی شکست نہیں ہوئی۔ ہندوستان پر اس کے پے در پے حملوں نے ہندو مہاراجوں کی کمر ہمت توڑ کر رکھ دی۔ وہ اس کی یلغار کی خبر سنتے ہی اپنی راجدھانیوں کو چھوڑ کر بھاگ اٹھتے اور جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپتے تھے۔

محمود غزنوی نے اتنی فتوحات کے باوجود ہندوستان میں کوئی مستقل حکومت قائم نہیں کی۔ بہر حال پشاور سے لے کر لاہور تک مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ محمود غزنوی نے اپنے غلام ایاز کو لاہور کا گورنر مقرر کیا۔ اس کے بعد جب غزنوی خاندان کو زوال ہوا اور کابل پر غوری خاندان کا قبضہ ہو گیا تو سلطان محمود کا بیٹا سلطان مسعود مستقل طور پر لاہور آ گیا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ سلطان مسعود غزنوی کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔

Marfat.com

محمود غزنوی اور اس کا بیٹا مسعود غزنوی بڑے علم دوست اور ادب پرور بادشاہ تھے۔غزنی اہل علم کا گہوارہ بن گیا۔ ابوریحان البیرونی، فردوسی، فارابی، عسجدی، عنصری، بیہقی اور فرخی سلطان محمود کے دربار سے ہی منسلک تھے۔مولانا شبلی نعمانی رقمطراز ہیں۔محمود جس طرح فاتح کشورستان تھا، اسی طرح علم وفضل میں بھی کمال رکھتا تھا۔خود اس کا شمار فقہا میں ہوتا ہے۔فقہ میں اس کی ایک مبسوط تصنیف موجود ہے۔غزنی میں اس نے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا۔فنونِ لطفیہ کے مشاہیر کو اپنے دربار میں جگہ دی۔'' (شعرالعجم جلد اوّل)

مشہور مورخ سٹینلے لین پُول لکھتا ہے کہ نپولین نے جتنے ملک فتح کیے، وہاں سے فنونِ لطیفہ کے سارے شہکار اٹھا کر وہ اپنے دارالحکومت پیرس لے گیا۔ سلطان محمود غزنوی نے اس سے کہیں زیادہ انسان دوستی اور علم و ادب کی سرپرستی کا ثبوت دیا۔وہ اپنے مفتوحہ علاقوں سے جو بحیرۂ کیپین اور بحیرۂ ارال سے لے کر دریائے دجلہ تک اور دوسری جانب خراسان اور کردستان سے لے کر دریائے سندھ بلکہ بحیرۂ عرب (سومنات) تک پھیلے ہوئے تھے،فنون لطیفہ کے ماہرین، شعراء، حکماء اور علماء کو اپنے دارالحکومت غزنی لے آیا اور انہیں بڑے بڑے وظائف اور عطیات دے کر فکر معاش سے آزاد کر دیا۔فردوسی کی ہجو کا بُرا ماننے کے بجائے محمود غزنوی نے ساٹھ ہزار سونے کی اشرفیوں سے لدے ہوئے اونٹ اس کے لیے روانہ کر دیئے۔

سلطان نے بے اندازہ دولت اکٹھی کی اور اس دولت کو غزنی پر بے دریغ خرچ کیا۔اپنے دارالحکومت غزنی کو محمود نے دنیا کے عظیم شہروں کا ہم پلہ اور علم ادب کا

Marfat.com

گہوارہ بنا دیا۔" "وہ ایک فراخ دل، سخی، منصف مزاج، علم دوست، عالم فاضل اور راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔"

محمد غوری (1175ء سے 1206ء)

محمود غزنوی کی وفات کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد معز الدین محمد غوری نے ہندوستان پر حملوں کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا۔ غزنوی خاندان کے زوال کے بعد غزنی میں غوری خاندان برسراقتدار آ گیا تھا۔ اس خاندان کا سربراہ غیاث الدین محمد غوری تھا جس کا چھوٹا بھائی معز الدین محمد غوری جو تاریخ پاک و ہند میں محمد غوری کے نام سے مشہور ہے ہندوستان میں مسلمانوں کی مستقل حکومت قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے محمود غزنوی کی طرح تقریباً پچیس سال تک بار بار ہندوستان پر لشکر کشی کی۔ پہلے غزنوی خاندان کے جانشینوں سے پشاور سے لاہور تک کا علاقہ فتح کیا پھر ملتان اور ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور دیبل تک کا علاقہ مختلف مسلمان امیروں سے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ اب وہ اس پوزیشن میں تھا کہ ہندوستان کی طرف مزید پیش قدمی کر سکے اور ہندو راجوں مہاراجوں سے جنگ آزما ہو۔ اجمیر اور دہلی کے علاقے پر راجہ پرتھوی راج چوہان کی حکومت تھی۔ 1191ء میں کرنال سے پندرہ کلو میٹر شمال کی طرف پانی پت کے تاریخی میدان کے قریب ترائن کے مقام پر پرتھوی راج سے محمد غوری کی پہلی لڑائی ہوئی جس میں پرتھوی راج کا پلہ بھاری رہا۔ مسلمانوں کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ محمد غوری نے اپنے لشکر کے ساتھ زخمی حالت میں راہ فرار اختیار کی۔ پورا سال اپنی شکست کا بدلہ لینے کی تیاری میں مصروف رہا اور دل میں عہد

Marfat.com

کیا کہ جب تک اپنی شکست کا بدلہ نہ لے لوں گا اس وقت تک بستر پر لیٹنے کے بجائے ننگے فرش پر سویا کروں گا۔ اگلے سال یعنی 1192ء میں ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ محمد غوری پھر ترائن کے میدان کی طرف بڑھا۔ جہاں پرتھوی راج کو فیصلہ کن شکست دی۔ خود پرتھوی راج لڑائی میں مارا گیا۔

خاندانِ غلاماں

اجمیر اور دہلی پر محمد غوری کا قبضہ ہو گیا۔ محمد غوری نے اپنے ایک جرنیل قطب الدین ایبک کو برصغیر میں اپنے مقبوضات کا والی (وائسرائے) مقرر کر کے دہلی کے تخت پر متمکن کیا۔ اس کے بعد دہلی کے تخت پر اگلے ساڑھے چھ سو سال مسلمان حکمران رونق افروز رہے۔ اگلے سال تازہ دم فوج لے کر پھر حملہ آور ہوا اور قنوج اور بنارس کو فتح کیا۔ ان علاقوں پر راٹھور راجاؤں کی حکومت تھی، اس اثناء میں محمد غوری کے ایک اور جرنیل اور قطب الدین ایبک کے ساتھی محمد بختیار خلجی نے بہار، اودھ اور بنگال ایک ہی یلغار میں فتح کر لیے۔ وہ اپنے لشکر کا صرف 18 گھڑسواروں پر مشتمل ہراول دستہ لے کر اچانک بنگال کی راجدھانی لکھناوتی پر چڑھ دوڑا۔ بنگال کے راجہ نے بغیر کسی مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیئے۔ ادھر قطب الدین ایبک نے گوالیار، بدایوں، کالپی، کالنجر اور انہلواڑہ پر قبضہ کر لیا۔ محمد غوری دس بارہ سال خوارزم اور ایرانی مقبوضات کی لڑائیوں میں الجھا رہا۔ وہ آخری بار 1206ء میں ہندوستان آیا جہاں سے واپسی پر جہلم کے قریب گکھڑوں نے اسے شب خون مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کی جائے شہادت پر اب پاکستان کے مایہ ناز سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے یادگار

Marfat.com

کے طور پر ایک خوبصورت مقبرہ تعمیر کرا دیا ہے۔

سلطان قطب الدین ایبک (1206ء-1210ء)

اگر چہ محمد غوری نے 1192ء میں اپنے نائب کی حیثیت سے قطب الدین کو دہلی کے تخت پر بٹھا دیا تھا مگر ہندوستان کا پہلا خود مختار مسلمان حکمران ہونے کا اعزاز اسے سلطان محمد غوری کی 1206ء میں شہادت کے بعد ہی حاصل ہوا۔ وہ بڑا بہادر، مدبر، رعیت پرور اور سخی تھا۔ لوگ اسے لکھ داتا (لکھ بخش) کہتے تھے۔ اس نے امن و امان قائم کیا۔ عدل وانصاف سے حکومت کی۔ وہ سلطان محمد غوری کا ایک ترک غلام تھا جسے محمد غوری نے خریدا تھا اور اپنے بیٹے کی طرح اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی تھی۔ ایبک کے بعد اس کا غلام شمس الدین التتمش اس کا جانشین ہوا۔ اس طرح سلطان قطب الدین ایبک کے ساتھ خاندان غلاماں کے دور کا آغاز ہوا۔ سیاست میں غلاموں کے عمل دخل کا آغاز خلافت عباسیہ کے دور میں ہوا۔ آہستہ آہستہ اس نے باقاعدہ ایک سیاسی ادارے کی شکل اختیار کر لی اور تاریخ اسلام میں موثر اور نمایاں کردار ادا کیا۔ ابن خلدون نے اپنی مشہور کتاب "مقدمہ" میں لکھا ہے کہ عباسی خلفاء کے عہد میں جب عربی اثر ونفوذ کم ہوا اور بساطِ سیاست پر ایرانیوں کا تسلط قائم ہوا، سلطنت کی وسعت اور حدود بہت بڑھ گئیں اور مختلف نسلوں اور قبیلوں کے لوگ مسند خلافت کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے تو خلفاء اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے، وہ اپنی حفاظت کے لیے غلامان خاص اور غلامان سلطانی پر انحصار کرنے لگے۔ یہ غلام زیادہ تر ترک نسل کے تھے جو نوعمری میں عام اشیائے ضرورت کی طرح کھلی منڈیوں میں

Marfat.com

فروخت ہوتے تھے۔ان غلاموں کی خصوصی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جاتا۔خلفاء کے ذاتی ملازمین اوران کا حفاظتی دستہ انہی غلاموں سے ترتیب پاتا۔خلفاء کی تقلید میں مختلف سلاطین اور دوسرے بڑے امراء نے بھی اپنے اردگرد غلاموں کا ایک حلقہ قائم کرنا شروع کردیا۔

سلطان محمود غزنوی انہی غلاموں کی اولاد تھا۔گبن لکھتا ہے کہ وہ غلام ابن غلام ابن غلام ابن غلام تھا۔تخت دہلی کا پہلا خود مختار مسلمان حکمران سلطان قطب الدین ایبک بھی غلام تھا جس کی پرورش سلطان محمد غوری نے اپنے بیٹوں کی طرح کی تھی۔سلطان محمد غوری کا اپنا کوئی بیٹا نہ تھا۔وہ اپنے وفادار اور معتمد غلاموں کو ہی اپنا بیٹا سمجھتا تھا اور کہا کرتا تھا مجھے خدا نے اتنے سارے بیٹے عطا کیے ہیں۔سلطان قطب الدین سے برصغیر کی تاریخ میں خاندان غلاماں کی بنیاد پڑی۔قطب الدین ایبک نے اپنے عہد حکومت کی یادگار کے طور پر دہلی میں قطب مینار بنوایا جو دنیا کے تاریخی میناروں میں سب سے بلند ہے۔اس کی اونچائی 250 فٹ تھی۔اس کے اوپر کا حصہ گر چکا ہے مگر اب تک وہ قطب الدین ایبک کی عظمت کی داستان سنا رہا ہے۔ 1210ء میں ایبک لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر مر گیا۔اس کا مزار انارکلی لاہور میں موجود ہے۔

التمش (1210ء تا 1236ء)

ایبک کے بعد شمس الدین التمش تخت نشین ہوا اس نے بغاوتوں کو فرو کیا اور مقبوضہ علاقوں میں اپنے تسلط کو مستحکم کیا۔اجین اور مالوہ کو فتح کر کے کوہ بندھیاچل تک

Marfat.com

پورے شمالی ہندوستان پر اپنا پرچم لہرایا 1229ء میں بغداد سے خلیفۃ المسلمین نے اسے سلطان الہند کا خطاب دیتے ہوئے اس کے لیے خلعت اور تحفے بھیجے۔ التمش نے پہلی دفعہ سکوں پر عربی عبارت کندہ کرائی۔ التمش 1236ء میں 26 سال کی حکومت کے بعد فوت ہوا۔ اس کی وفات کے بعد چھ ماہ تک اس کا نا اہل اور عیاش بیٹا فیروز شاہ تخت نشین رہا پھر التمش کی لائق اور بہادر بیٹی سلطانہ رضیہ تین سال تک حکومت کرتی رہی۔

رضیہ سلطانہ (1236ء - 1240ء)

التمش کی وفات پر اس کا بیٹا فیروز شاہ تخت پر بیٹھا مگر اس کی نا اہلی اور عیاشی نے جلد ہی اسے تخت و تاج سے محروم کر دیا۔ اس کے بعد اس کی لائق اور بہادر بہن رضیہ نے کاروبار حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطانہ رضیہ نے تین سال تک بڑے تدبر انصاف پسندی اور کامیابی سے حکومت کی مگر امرائے سلطنت ایک عورت کی ماتحتی میں رہنے پر راضی نہ تھے انہوں نے سلطانہ رضیہ کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کے بھائی بہرام اور بعد میں رضیہ کے بھتیجے مسعود کو تخت سلطنت پر بٹھایا مگر دونوں ناکام ہوئے۔ اس دوران منگولوں نے لاہور پر حملہ کر کے شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور ملتان اور سندھ کے علاقوں پر یلغار کی۔ التمش کے ایک غلام بلبن نے جو ترقی کرتے کرتے سلطنت دہلی کا سپہ سالار اعلیٰ بن گیا تھا آگے بڑھ کر منگولوں کی یلغار کو روکا اور انہیں واپس شمال مغربی سرحد کی طرف دھکیل دیا۔ ایسے میں التمش کا تیسرا بیٹا ناصر الدین قباچہ تخت نشین ہوا۔

Marfat.com

سلطان ناصرالدین قباچہ (1244ء - 1266ء)

سلطان ناصرالدین 22 سال تک تخت نشین رہا۔ وہ بڑا خدا ترس اور درویش صفت سلطان تھا۔ حکومت کا سارا کام اس نے اپنے لائق، بہادر اور جابر سپہ سالار بلبن کے سپرد کر دیا۔ اس طرح بلبن نے وزارت کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔ اس دوران اصل حکمران بلبن تھا مگر سلطان ناصرالدین کی نرم دلی اسے شرپسندوں اور باغیوں کے خلاف انتہائی سخت قدم اٹھانے سے روکتی رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف تو منگولوں کے حملوں نے ملک کا امن و امان تہ و بالا کر رکھا تھا، دوسرے ڈاکوؤں اور لٹیروں نے ہر طرف اودھم مچایا ہوا تھا اور خوف و ہراس کی فضا پیدا کی ہوئی تھی۔ دارالسلطنت دہلی کے گردونواح میں ڈاکوؤں کا راج تھا اور شہر سے باہر ایک گھنے جنگل کو انہوں نے اپنی آماجگاہ بنایا ہوا تھا۔ دور دراز علاقوں کے امن و امان کی صورت حال اور بھی ابتر تھی۔ بلبن کا کافی وقت فوج کی تنظیم نو پر صرف ہوا۔ منگولوں کے خطرے سے نپٹنے کے لیے ایک مضبوط فوج کی اشد ضرورت تھی۔ 1266ء میں جب سلطان ناصرالدین فوت ہوا تو بلبن اس کی جگہ تخت دہلی پر متمکن ہوا، وہ پہلے ہی ملک کی اہم ترین شخصیت بن چکا تھا۔

سلطان غیاث الدین بلبن (1266ء - 1287ء)

بلبن کہا کرتا تھا کہ نبوت کے بعد خلق خدا کی خدمت کا سب سے عمدہ ذریعہ بادشاہت ہے۔ اس نے مطلق العنان اور خود مختار حکمران بنتے ہی شرپسندوں اور حکومت دشمن عناصر کے خلاف انتہائی سخت اقدامات کرنے کا فیصلہ کرلیا، ان لوگوں

Marfat.com

کے لیے اس کے دل میں نرمی اور رعائت کا کوئی گوشہ نہ تھا۔ سب سے پہلے اس نے دارالحکومت میں امن وامان بحال کرنے کے لیے ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو قانون سے بالا سمجھتے تھے برسر عام پھانسی پر لٹکا دیا۔ دہلی کے مضافات میں واقع جس جنگل کو ڈاکوؤں اور لٹیروں نے اپنی پناہ گاہ بنایا ہوا تھا اس کے گرد فوج کا گھیرا ڈال کر حکم دیا کہ جو درخت اور آدمی نظر آئے اسے کاٹ کر رکھ دو، شہر اور گردونواح میں اس کارروائی کے دوران ایک لاکھ کے قریب آدمی مار دیئے گئے۔ حکومت کی سخت ترین تادیبی کارروائی سے حکومت مخالف قوتوں اور شرپسندوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ بچے کھچے چوروں اور ڈاکوؤں نے اپنا دھندہ چھوڑ کر شریفانہ بودوباش اختیار کر لی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ لٹیرے اور راہ زن اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ بلبن کے مرنے کے ساٹھ سال بعد بھی سڑکیں اور شاہراہیں انتہائی محفوظ و مامون تھیں۔ امن عامہ کو تہ و بالا کرنے والوں کا قلع قمع کرنے کے بعد بلبن نے التمش کے ان مشہور چالیس امراء (امرائے چہلگامی) کے خاندانوں کا دماغ درست کرنے کی ٹھان لی جو اپنے آپ کو حکومت سے بالا سمجھتے تھے۔ یہ لوگ اپنی اپنی جاگیروں میں اپنے آپ کو خود مختار اور موروثی مالک بنائے ہوئے تھے۔ بلبن نے ان سے جاگیریں چھین لیں اور جس کسی پر بغاوت کا شائبہ تک ہوا اس کا سر قلم کر دیا۔ بلبن نے اپنے دربار کا رعب اور دبدبہ اس قدر بڑھایا کہ کسی بڑے سے بڑے امیر کو سلطان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔ اس نے یہ اہتمام کیا کہ محل کے خدمت گار بھی اسے ہمیشہ پورے شاہانہ لباس میں ہی دیکھیں۔ ہنسنا تو درکنار اس کے چہرے پر کسی نے کبھی مسکراہٹ کے آثار تک نہیں دیکھے۔ اس کے سامنے کسی کے ہنسنے مسکرانے یا بے تکلفی سے بات کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

Marfat.com

اس کے دربار کا اتنا دبدبہ تھا کہ کئی غیر ملکی سفیر اس کی ہیبت سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔

منگولوں کو اپنی سرحدوں سے دور رکھنے کے لیے اس نے سرحد پر مضبوط قلعہ بندیاں کیں اور وہاں مستعد اور چاق و چوبند فوجی دستے تعینات کئے۔ اپنے لائق اور بہادر فرزند شہزادہ محمد کو ملتان کا گورنر مقرر کیا اور منگولوں کی سرکوبی کا کام اس کے سپرد کیا۔ حضرت امیر خسرو شہزادہ محمد کے مصاحب اور درباری شاعر تھے۔

بنگال کی مرکز سے دوری کی وجہ سے اور یہ سوچ کر کہ بلبن بڑھاپے میں بنفس نفیس بنگال پر چڑھائی کی صعوبت برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا، بنگال کا گورنر طغرل باغی ہو گیا اور بنگال کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اپنے نام کے سکے جاری کر دیے۔ بلبن نے اس کی سرکوبی کے لیے یکے بعد دیگرے دو جرنیل بھیجے مگر دونوں شکست کھا کر ناکام و نامراد واپس لوٹے۔ بلبن اس شکست اور ناکامی پر آگ بگولہ ہو گیا اس نے ناکام لوٹنے والے جرنیلوں کو برسرِ عام پھانسی پر لٹکا دیا اور خود فوج لے کر بنگال کے دارالحکومت لکھناؤتی پر چڑھ دوڑا۔ بلبن کی آمد کی خبر سن کر طغرل پہلے ہی راہ فرار اختیار کر چکا تھا۔ وہ جنگلوں میں جا کر چھپ گیا۔ مگر بلبن کے آدمیوں نے اسے ڈھونڈ نکالا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ بلبن نے اس کے ساتھیوں کو بازار میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ اتنی تعداد میں لوگوں کو پھانسیاں دی گئیں کہ پورا بازار لاشوں سے اٹ گیا۔ بلبن نے اپنے بیٹے بغرا خان کو بنگال کا حاکم مقرر کیا اور لاشوں کے انبار کی طرف اشارہ کر کے اسے متنبہ کیا کہ اگر اس کے ذہن میں کبھی بغاوت کی بو سمائی تو اس کا اور اس کے ساتھیوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔

Marfat.com

بلبن کا چہیتا بیٹا شہزادہ محمد 1285ء میں دیپالپور کے مقام پر منگولوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ بلبن اس صدمے کی تاب نہ لا سکا۔ اس کی صحت تیزی سے گرنا شروع ہو گئی۔ آخر 1287ء میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے علاوہ ہندوستان کی تاریخ میں بلبن سے زیادہ جابر، سخت گیر اور رعب اور دبدبے والا حکمران اور کوئی نہیں ہوا۔

☆☆☆

Marfat.com

خاندان خلجی

جلال الدین خلجی (1290ء - 1296ء)

بلبن اورنگ زیب عالمگیر کی طرح ان سخت گیر حکمرانوں میں سے تھا جو اپنے پیچھے کوئی اہل اور موزوں جانشین نہیں چھوڑتے۔ بلبن کی وفات کے بعد اس کا پوتا کیقباد تخت نشین ہوا مگر تین سال کی بدامنی کے بعد ایک جرنیل جلال الدین خلجی فیروز شاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ کیقباد قتل ہوا اور اس کے ساتھ ہی خاندانِ غلاماں کا خاتمہ ہو گیا اور خلجی خاندان کی بنیاد پڑی۔ فیروز شاہ ایک لائق جرنیل تھا۔ اس نے منگولوں کی یلغاروں کو بڑی کامیابی سے پسپا کیا تھا جس سے اسے شہرت اور مقبولیت ملی اور جس کے بل بوتے پر اس نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ وہ بڑا رحمدل اور نرم مزاج سلطان تھا، قاتلوں اور ڈاکوؤں کو بھی معاف کر دیتا۔ میدان جنگ کے علاوہ کسی کا خون بہانے پر وہ کبھی راضی نہ ہوا اس نرمی سے شر پسند عناصر کے حوصلے بڑھ گئے۔ بدامنی کا دور دورہ ہو گیا۔ رعیت سلطان کی نرمی اور حلیمی کی وجہ سے اس سے بڑی محبت کرتی تھی مگر اس کے عہد میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتی تھی۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اس کے بھتیجے علاؤالدین خلجی نے 1296ء میں اسے قتل کروایا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

علاؤالدین خلجی (1296ء - 1316ء)

علاؤالدین خلجی ایک ان پڑھ مگر بہت ہی قابل جرنیل تھا۔ اپنے چچا جلال الدین خلجی فیروز شاہ کے آخری سالوں میں اس نے دکن پر چڑھائی کی تھی۔ سلطان نے اسے بندھیل کھنڈ اور مالوہ میں بغاوتیں فرو کرنے بھیجا تھا۔ باغیوں کی سرکوبی کے بعد علاؤالدین خلجی کے دماغ میں دکن پر چڑھ دوڑنے کی دھن سمائی، اس سے پہلے کسی مسلمان جرنیل نے کوہ بندھیاچل کو عبور کر کے دریائے نربدا کے جنوب میں مہاراشٹر کے علاقے پر لشکر کشی نہیں کی تھی۔ مسلمانوں کی تگ و تاز خیبر سے لے کر بنگال اور کشمیر سے لے کر جنوب میں بندھیاچل کے سلسلہ ہائے کوہ تک جو برصغیر کے شمالی علاقوں اور دکن کے درمیان حد فاصل کا کام دیتا تھا، محدود تھی۔ علاؤالدین خلجی اپنے آٹھ ہزار چاق و چوبند رسالے کے ساتھ سات سو میل کا سفر طے کر کے مہاراشٹر کے دارالحکومت دیوگری جا پہنچا۔ اپنے ہراول دستے کے ذریعے اس نے دیوگری کے مرہٹہ راجہ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنے چچا سلطان جلال الدین خلجی کے خلاف بغاوت کر کے راہ فرار اختیار کرتا ہوا دکن تک پہنچا ہے۔ اس پر دیوگری کے دروازے کھول دیے گئے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اس کی فوج نے اچانک حملہ کر دیا۔ راجہ نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ دیوگری سے بے شمار مال و دولت اس کے ہاتھ لگا۔ اس مہم کی کامیابی اور زر و مال کا نشہ اس کے دماغ کو ایسا چڑھا کہ اس نے دکن سے واپسی پر اپنے شفیق اور بوڑھے چچا کو قتل کروا دیا اور اس کی جگہ خود سلطان بن بیٹھا۔ دکن کی لوٹی ہوئی دولت سے اس نے اپنے مخالفوں کا منہ بند کیا اور تخت حکومت پر اپنا قبضہ مضبوط کرنے کے بعد

Marfat.com

اپنے دشمنوں سے نہایت سخت سلوک کیا۔ اس کے عہد کا مشہور مورخ ضیاء الدین برنی لکھتا ہے کہ اس کے چچا کے جو سردار اس سے زرو جواہر لے کر اس کی حمایت پر آمادہ ہوئے تھے ان سب کو نمک حرام قرار دے کر اس نے چن چن کر قتل کروا دیا۔ اس کی سختی اور ظلم و ستم سے سب مخالفتیں دب گئیں۔ نظم و نسق کے لحاظ سے وہ بڑا لائق مگر جابر اور ظالم حکمران ثابت ہوا۔

دکن پر چڑھائی کے علاوہ اس کا دوسرا بڑا کارنامہ منگولوں کی سرکوبی ہے۔ اس زمانے میں منگول ہر سال ہندوستان پر چڑھ دوڑتے تھے۔ پنجاب پر تو باقاعدہ ان کا قبضہ تھا۔ علاؤالدین نے ان کے مقابلے کے لیے ایک مضبوط اور مستعد فوج تیار کی اور منگولوں کو عبرتناک شکست دی۔ پنجاب کا علاقہ ان سے چھین کر انہیں دریائے سندھ (دریائے اٹک) کے پار دھکیل دیا اور پنجاب میں اپنے قابل جرنیل غازی ملک کو گورنر مقرر کیا۔

منگولوں کے حملوں سے نجات پا کر علاؤالدین خلجی پھر دکن کی طرف متوجہ ہوا۔ اپنے منظورِ نظر جرنیل ملک کافور کو ایک ٹڈی دل فوج کے ساتھ اس نے دکن روانہ کیا۔ ملک کافور دیوگری کو دوبارہ فتح کرتا ہوا آگے مالا بار تک نکل گیا اور میسور کے پاس ایک مقام دھور سمندر کو فتح کر کے وہاں اپنی کامیابی کا جھنڈا لہرایا۔ علاؤالدین خلجی کی فوج دکن سے بے حد و حساب مال غنیمت کے ساتھ لوٹی۔ ضیاء الدین برنی کے مطابق ملک کافور اپنے ساتھ 612 ہاتھی، بیس ہزار گھوڑے، 96 ہزار من سونا اور اس کے علاوہ بے شمار زرو جواہر کے صندوق لے کر دہلی پہنچا۔

علاؤالدین خلجی 1316ء میں فوت ہوا۔ اسے پورے برصغیر کا پہلا

Marfat.com

مسلمان فرمانروا ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس کی سلطنت بنگال سے گجرات تک اور لاہور سے مالا بار تک پھیلی ہوئی تھی۔ برصغیر کی تاریخ میں اس سے پہلے صرف مہاراجہ اشوک کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کی حکومت پورے ہندوستان پر تھی۔ علاؤالدین نے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار فوج کو نقد تنخواہیں دینے کا تجربہ بھی کیا۔ اس سے پہلے حکمران فوجی افسروں کو جاگیریں دے دیا کرتے تھے جس کی آمدنی سے وہ اپنے ماتحت دستوں کا خرچ پورا کرتے۔ حکومت کی طرف سے نقد تنخواہوں کے نئے نظام سے فوج براہ راست سلطان کے ماتحت ہو گئی۔ اس طریقے سے علاؤالدین خلجی نے اپنی فوجی قوت میں بے پناہ اضافہ کیا ایک طرف اس نے منگولوں کو مار بھگایا دوسری طرف اس کی فوجیں دکن میں فتح کے جھنڈے گاڑتے ہوئے تلنگانہ دھوراسمندر (میسور کے پاس) اور معبر تک جا پہنچیں۔ یہ سارا علاقہ سلطان کا باجگزار بن گیا۔ دریائے اٹک (دریائے سندھ) سے معبر تک اور گجرات کاٹھیاواڑ سے بنگال تک سارا برصغیر سلطان علاؤالدین خلجی کے زیر نگیں تھا۔ ایک اور شعبے میں بھی سلطان علاؤالدین خلجی کو اولیت حاصل ہے۔ وہ پہلا حکمران تھا جس نے برصغیر کی تاریخ میں اشیائے خوردونوش کی قیمتیں مقرر کیں اور دوکانداروں سے ان پر عمل کروایا۔ نرخ بندی سے سلطان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو تنخواہ فوجیوں کو ملتی تھی وہ اس میں بہ آسانی گزارہ کر سکیں۔ سلطان کی بڑی خواہش تھی کہ وہ کوئی ایسا کام کر جائے کہ اس کے بعد لوگ اسے یاد رکھیں۔ اس مقصد کے لیے اس نے عوام کی سہولت کی خاطر منڈیوں میں ہر جگہ اجناس کی وافر مقدار میں موجودگی اور ارزانی کو یقینی بنایا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ روزمرہ کی اشیائے ضرورت

Marfat.com

جتنے سستے داموں علاؤالدین خلجی کے عہد میں لوگوں کو میسر تھیں اس کے بعد پھر کبھی اتنے سستے داموں نہ ملیں۔

سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد کو کئی حیثیتوں سے امتیاز حاصل ہے۔ اس کے عہد میں جتنے صوفیا، مذہبی رہنما، علما، ادباء اور شعراء اور مختلف فنون کے ماہرین دہلی میں اکٹھے ہو گئے تھے اس کی مثال بھی مشکل سے ملتی ہے۔ پھر اکبر کے زمانے میں دہلی میں علم و ادب کے لحاظ سے یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا، سلطان خلجی اور اس کے فوراً بعد کے عہد کی نمایاں ترین شخصیت ہیں اس زمانے میں دہلی میں دو دربار تھے۔ ایک سلطان دہلی کا اور دوسرا سلطان المشائخ کا ۔سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کا دربار زیادہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں بن بلائے عقیدتمندوں کا جھمگھٹا لگا رہتا تھا اور ان کے دربار کا جو مقام و مرتبہ لوگوں کے دلوں میں تھا اس سے شاہان وقت بھی دبتے تھے۔ برصغیر کی روحانی تاریخ میں پھر یہ مقام و مرتبہ کسی ولی اللہ کے حصے میں نہیں آیا۔ دہلی اس زمانے میں اہل قلم اور اہل علم کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ منگولوں کے حملوں سے جان بچا کر سمرقند، بخارا، افغانستان، ایران سے بہت سے علماء، فضلاء اور صوفیاء ہندوستان چلے آئے تھے اور دہلی میں آکر مقیم ہو گئے تھے، خود علاؤالدین خلجی علم و ادب کا اتنا دلدادہ نہ تھا۔

وسعت سلطنت اور انتظامی قابلیت کے لحاظ سے سلطان علاؤالدین خلجی کا شمار اکبرِ اعظم اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ برصغیر کے عظیم ترین حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ وہ بالکل ان پڑھ تھا مگر آخری دس سالوں میں اس نے پڑھنے لکھنے کی

Marfat.com

اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی تھی۔

جنوری 1316ء میں سلطان علاؤالدین خلجی کی وفات کے بعد اس کے نالائق اور نااہل وارث حکومت میں اپنا تسلط قائم نہ رکھ سکے۔ ایک نومسلم غلام خسرو سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھا اور سلطان علاؤالدین خلجی کے تمام ورثاء کو قتل کر کے مارچ 1321ء میں تخت دہلی پر قابض ہو گیا اور سلطان ناصرالدین خسرو خان کا لقب اختیار کیا۔ وہ دراصل برائے نام مسلمان ہوا تھا۔ اور دوبارہ ہندوراج قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی سلطنت کے تمام بڑے بڑے عہدے اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دیئے، مسجدوں کی بے حرمتی شروع کر دی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس کے ہندو اہلکار اور سردار قرآن حکیم کے نسخوں کو اوپر تلے جوڑ کر ان کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ اس نے فوج کی حمایت حاصل کرنے اور ان کی وفاداریاں خریدنے کے لیے خزانے کا منہ کھول دیا۔ فوجیوں کو تین تین سال کی پیشگی تنخواہ دے ڈالی۔ شہر کے بااثر لوگوں میں بھاری رقوم تقسیم کیں اور اپنے مخالفوں پر ہر طرح کا ظلم وستم روا رکھا، مگر ظلم کا یہ بازار زیادہ دیر گرم نہ رہا۔ اگست 1321ء میں یعنی صرف چار پانچ ماہ بعد علاؤالدین خلجی کے ہردلعزیز اور لائق جرنیل غازی ملک نے جو پنجاب کا گورنر تھا، دہلی پر چڑھائی کر دی اور شہر کو خسرو کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے عمائدین شہر سے کہا کہ علاؤالدین خلجی کا کوئی وارث ڈھونڈ کے لائیں کہ اسے تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔ خلجی کے تمام مرد رشتہ داروں کو خسرو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔

Marfat.com

خاندان تغلق

غیاث الدین تغلق

عمائدین شہر اور علاؤالدین خلجی کے باقی ماندہ سرداروں نے سلطان دہلی کا تاج غازی ملک کے سر پر رکھا اور اس نے سلطان غیاث الدین تغلق کے نام سے سلطنت دہلی کا انتظام وانصرام سنبھالا۔ سلطان غیاث الدین تغلق سے خاندان تغلق کا آغاز ہوتا ہے۔ برصغیر میں اس کی سپہ سالاری کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ علاؤالدین خلجی نے اسے پنجاب کا گورنر مقرر کیا تھا اور منگولوں کے حملوں کو روکنے کا کام اس کے سپرد کیا تھا جس طرح بلبن نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو ملتان کا گورنر بنایا تھا اور منگولوں کے پے در پے حملوں کی روک تھام کا کام اسے سونپا تھا۔ غازی ملک نے منگولوں کا مقابلہ اتنی بہادری اور لیاقت سے کیا اور انہیں بار بار اتنی عبرتناک شکستیں دیں کہ وہ ہندوستان کا راستہ بھول گئے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے 1340ء میں ملتان کی ایک مسجد کے مقصورہ پر غازی ملک سلطان تغلق کا لکھوایا ہوا یہ کتبہ دیکھا۔ ''میں تاتاریوں سے 29 دفعہ لڑا ہوں اور ان کو شکست دی ہے''۔

سلطان غیاث الدین تغلق کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی ہر طرف امن وامان قائم ہو گیا۔ رعایا نے سکھ کا سانس لیا۔ وہ ہر لحاظ سے نہایت ہی قابل تعریف اور لائق حکمران تھا۔ اس عہد کا مشہور مورخ ضیاء الدین برنی سلطان غیاث الدین تغلق کے بارے میں رقمطراز ہے۔ ''در دہلی ہیچ بادشاہے ہمچو سلطان تغلق شاہ پائے بر سریر سلطنت نہ نہادہ است۔ شاید کہ بعد از وہم ہمچو او بادشاہے بر تخت گاہ دہلی جلوہ نکند''۔

Marfat.com

یعنی دہلی میں سلطان تغلق جیسے کسی بادشاہ نے اس سے پہلے تخت سلطنت پر کبھی قدم نہیں رکھا۔ شاید اس کے بعد بھی اس طرح کا بادشاہ تخت دہلی پر جلوہ افروز نہ ہو"۔

سلطان غیاث الدین تغلق جیسا لائق اور خلیق و شفیق بادشاہ زیادہ عرصہ ہندوستانی عوام اور مسلمانوں کی قسمت میں نہ تھا۔ 1325ء میں بنگال کی کامیاب مہم سے واپسی پر سلطان کی فتح کا جشن منانے اور اس کے استقبال کے لیے ایک چوبی محل بنایا گیا تھا جو سلطان کے سر پر گر پڑا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ سلطان غیاث الدین تغلق کی ناگہانی موت سلطنت دہلی کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان تھی۔

محمد تغلق

سلطان غیاث الدین تغلق کی وفات کے بعد اس کا عالم فاضل شاعر اور فلسفی بیٹا محمد جونا، سلطان محمد تغلق کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس نے 1325ء سے 1351ء تک حکومت کی۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ اس کے عہد میں برصغیر پاک و ہند آیا تھا۔ اس نے ابن بطوطہ کی بڑی عزت افزائی کی پہلے اسے قاضی شہر کے عہدے پر فائز کیا پھر اسے اپنا سفیر بنا کر چین بھیجا۔ جب اس نے واپس آ کر اپنے سفر کے دلچسپ واقعات سنائے تو سلطان محمد تغلق نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے تبت اور چین کو فتح کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ سارا برصغیر پہلے ہی سلطان کے زیرنگیں تھا۔ اسے دوسرے ممالک فتح کرنے کی سوجھی۔ اس کی فوج چین کی سرحد پر پہنچ کر برسات کا موسم آجانے سے تباہ ہوگئی۔ اس نے تین لاکھ ستر ہزار سواروں پر مشتمل ایک اور فوج خراسان اور ماوالنہر کے علاقے فتح کرنے کے لیے تیار کی۔ ان بڑے بڑے خیالی منصوبوں کے اخراجات

Marfat.com

سے خزانہ خالی ہو گیا۔ تو سلطان نے سونے کے بجائے تانبے کا سکہ رائج کر دیا۔ برصغیر کی تاریخ میں ٹوکن کرنسی کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس پر ہندو بنیوں اور سناروں نے بڑی تعداد میں تانبے کے جعلی سکے بنا کر چلا دیئے۔ ہر بنیے کا گھر ٹکسال بن گیا۔ شاہی سکے کا نرخ اتنا گر گیا کہ لوگوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً سلطان کو تانبے کے تمام سکے سونے کے عوض واپس لینے پڑے جس سے خزانے کی بچی کھچی پونجی بھی لٹ گئی۔ سلطان محمد تغلق نے دہلی سے سات سو میل دور دکن میں دیوگری (دولت آباد) کو اپنا نیا دارالحکومت بنایا اور دہلی کے سب بچوں بوڑھوں، نوجوانوں، مردوں، عورتوں کو حکم دیا کہ دہلی چھوڑ کر دولت آباد جا کر آباد ہوں۔ کئی لوگ راستے کی صعوبتوں سے جاں بحق ہو گئے۔ نئی جگہ راس نہ آئی تو پھر حکم ہوا کہ اب سب لوگ واپس دہلی چلیں۔ اس آنے جانے میں کئی خاندان تباہ ہو گئے خزانہ خالی، لشکر بے دل امیر ناراض مخلوق پریشان، جگہ جگہ بغاوتیں اور شورشیں شروع ہو گئیں۔ محمد تغلق کو تخت نشینی کے وقت اتنی وسیع و عریض خوشحال اور پرامن سلطنت ملی تھی جس کی مثال نہیں ملتی مگر اس نے اپنے احمقانہ منصوبوں سے سب کچھ تباہ و برباد کر دیا۔ وہ بہت پڑھا لکھا تھا مگر عالموں اور صوفیوں سے بھی اس کا سلوک بڑا ناروا اور ظالمانہ تھا۔ اس نے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کے جانشین حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی پر بڑی سختیاں کیں اور زبردستی انہیں اپنے ذاتی ملازموں میں شامل کر لیا۔ وہ بڑا بے رحم تھا۔ قتل سے کم سزا دینے کا قائل نہ تھا۔ اس کے آخری سالوں میں ہر جگہ عوام قحط اور بدامنی کا شکار ہو گئے۔ دکن اور بنگال کے وسیع علاقے اس کی قلمرو سے نکل گئے۔ تاریخ میں کم ہی کوئی حکمران اتنے موافق حالات کے ہوتے ہوئے اس قدر

Marfat.com

ناکام و نامراد ہوا ہوگا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ سلطان محمد تغلق کبھی کسی سے کوئی مشورہ نہیں کرتا تھا۔ جو خیال اس کے ذہن میں آتا اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے پوری قوت اور شدت کے ساتھ کمربستہ ہو جاتا۔

فیروز شاہ تغلق

آخر 1351ء میں محمد تغلق کی وفات پر عوام کو مصیبتوں سے نجات ملی۔ اب محمد تغلق کا چچا زاد بھائی فیروز شاہ تغلق تخت نشین ہوا۔ اس نے 1388ء تک یعنی 37 سال حکومت کی۔ وہ بڑا نیک طینت اور رعیت پرور حکمران تھا۔ اس نے لوگوں کی سہولت اور بہبودی کے لیے بے شمار کام کیے۔ کئی نئے شہر آباد کیے۔ ان میں جونپور، فتح آباد اور فیروز آباد مشہور ہیں۔ دہلی کے گردونواح میں ایک قلعہ حصار فیروزہ کے نام سے بنوایا اور اس کے لیے آب رسانی کی خاطر جمنا اور ستلج سے دو نہریں نکال کر لایا۔ جمنا کی یہی پرانی دو سو میل لمبی نہر اب تک آب رسانی کے کام آتی ہے۔ مشہور مورخ فرشتہ کے مطابق فیروز شاہ تغلق نے رفاہ عامہ کے چھوٹے بڑے 845 منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جن میں متعدد چھوٹی بڑی نہریں، پل، حوض، تالاب، غسل خانے، حمام، شفا خانے، مساجد، مدرسے، مکتب، درسگاہیں، سرائیں اور باغات شامل ہیں۔ صرف دہلی اور اس کے گردونواح میں بارہ سو باغات لگوائے۔ اس نے کئی اہم اور پرانی عمارتوں کی مرمت کروائی جن میں قطب مینار کی مرمت اور زیبائش کا کام نمایاں ہے۔ دہلی سے تھوڑے فاصلے پر اس نے فیروز آباد کے نام سے جو ایک بڑا شہر آباد کیا تھا اس میں آٹھ جامع مسجدیں بنوائیں۔ اس سے شہر کی وسعت کا اندازہ ہوتا

Marfat.com

ہے اس نے فیروز آباد میں ایک بڑا گھنٹہ گھر بھی بنوایا جو برصغیر میں بننے والا غالباً پہلا گھنٹہ گھر تھا۔ فیروز شاہ تغلق اہل علم وفضل کا بڑا دلدادہ تھا اس نے اپنی تاریخ کا نام تاریخ فیروز شاہی رکھا۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں اسلامی فقہ کے علوم کو فروغ حاصل ہوا۔ اس نے اسلامی فقہ پر ایک مبسوط کتاب فقہء فیروز شاہی لکھوائی جو برصغیر میں فقہ کی قدیم کتابوں میں بہت معروف ہے۔

یہ نیک دل اور رعیت پرور سلطان جس کا مقام تختِ دہلی سے زیادہ لوگوں کے دلوں میں تھا، ستمبر 1388ء میں فوت ہوا، اس کے بعد سلطنت دہلی کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔ صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ان میں دکن کی بہمنی سلطنت اور مالوہ گجرات جونپور اور بنگال کی حکومتیں نمایاں ہیں۔ دہلی میں کئی شہزادوں کے قتل اور معزولی کے بعد آخر فیروز شاہ تغلق کا ایک پوتا محمود تغلق 1394ء سے 1412ء تک 18 سال تخت دہلی پر متمکن رہا مگر ایک وقت ایسا آیا جب کہ اس کا چچا زاد بھائی نصرت شاہ دہلی کے پاس ہی فیروز آباد میں دہلی کا سلطان بن بیٹھا۔ گویا ایک وقت میں دہلی میں بیک وقت دو سلطان تخت نشین تھے۔ دسمبر 1398ء میں تیمور 92 ہزار گھڑسواروں کا لشکر جرار لیکر دہلی پر ٹوٹ پڑا اور شہر میں قیامت برپا کر دی۔ چودہ پندرہ دن دہلی لٹتی رہی اور گلیوں میں خون بہتا رہا۔ تیمور شاہی محل میں اپنی فتح کا جشن مناتا رہا۔ یکم جنوری 1899ء کو اس نے اپنی فوجوں کو دہلی سے کوچ کا حکم دیا۔ اس نے سلطان محمود تغلق کی جاں بخشی کر دی اور اس کا خزانہ اپنے ہمراہ لے کر ہندوؤں کی سرکوبی کے لیے کشمیر روانہ ہوا۔ تین ماہ دہلی سے نگرکوٹ اور جموں تک کے علاقے میں قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے افغانستان لوٹ گیا۔ دہلی پھر 1526ء میں بابر کی آمد تک جانبر نہ

Marfat.com

ہو سکی۔ محمود تغلق کے مرنے کے بعد 1413ء میں خاندان سادات کا پہلا بادشاہ خضر خان تخت نشین ہوا۔ اس خاندان نے تقریباً چالیس سال حکومت کی۔ اس زمانے میں دہلی کے سلطان کی حیثیت عام صوبیداروں سے بھی بدتر تھی۔

خاندان لودھی

1451ء میں لاہور کے صوبیدار بہلول لودھی نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح خاندان لودھی کے دور کا آغاز ہو گیا۔ لودھی افغانی تھے۔ بہلول لودھی نے سلطان دہلی کا اقتدار بحال کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ دہلی کے گرد و نواح کے علاقوں پر اپنا تسلط قائم کیا۔ جونپور کو فتح کیا۔ بہار پر چڑھائی کی جسے اس کے بیٹے سکندر لودھی (1488ء سے 1517ء) نے فتح کیا۔

سکندر لودھی

سکندر لودھی کے عہد میں جونپور، اودھ، بہار دھولپور، چندیری، گوالیار، پنجاب، دوآبہ، بندھیلکنڈہ کے علاقے پھر سلطنت دہلی کی قلمرو میں شامل ہو گئے مگر وہ اقتدار و اختیار جو بلبن اور علاؤالدین خلجی کے عہد سے لے کر فیروز شاہ تغلق تک سلطان دہلی کو حاصل تھا، لودھی خاندان کے کسی حکمران کو نہ مل سکا۔ ان کی سلطنت آزاد اور خود مختار صوبوں، ضلعوں اور جاگیروں کا ایک مجموعہ تھی۔ سکندر لودھی اس خاندان کا سب سے لائق اور علم پرور سلطان تھا۔ اس نے آگرہ شہر کی بنیاد رکھی اور اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ سکندر لودھی کے عہد تک ہندو پٹواری اور قانون گو جن کے سپرد معاملہ اور لگان کا کام ہوتا تھا، اپنا حساب کتاب ہندی زبان میں ہی رکھا کرتے تھے۔ اس نے حکم دیا

Marfat.com

کہ معاملہ اور لگان کے حساب کتاب کے جملہ دفتر فارسی زبان میں مرتب کیے جائیں چنانچہ ہندوؤں نے سکندر لودھی کے عہد میں فارسی زبان سیکھی۔ ہندوستانی طبیبوں کے نسخوں پر مشتمل سکندر لودھی نے ایک کتاب طب سکندری (معدن الشفا) کے نام سے لکھوائی جس میں ایک ہزار ایک سو سات امراض اور ان کی ادویہ کا ذکر ہے۔ ہندوستان میں اسلامی طب کی ترویج و ترقی میں اس کتاب کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد کا ایک بڑا شاعر شیخ جمالی تھا۔ نعت کا یہ مشہور شعر شیخ جمالی کا ہی ہے:

موسیٰ ز ہوش رفت زیک جلوہء صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمے

سکندر لودھی خود بھی شاعر تھا اور شیخ جمالی سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ ملتان کے ایک بڑے عالم شیخ عبداللہ سکندر لودھی کے عہد میں دہلی آ کر مقیم ہو گئے تھے۔ سلطان خود ان کے درس میں جا کر شامل ہوتا تھا۔

سکندر لودھی کے بارے میں مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھتا تھا کہ آٹے کا نرخ بڑھنے نہ پائے۔

سکندر لودھی کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم لودھی تخت نشین ہوا۔ اس میں اپنے باپ کی کوئی خوبی نہ تھی۔ لودھی اور لوہانی سرداروں سے اس کا رویہ بھی متکبرانہ اور درشت تھا۔ امرائے سلطنت اس کے خلاف ہو گئے۔ خود اس کا چچا علاؤالدین لودھی اس سے ناراض ہو کر پنجاب کے گورنر دولت خان لودھی کی شہ پر افغانستان کے بادشاہ ظہیرالدین بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دینے کابل جا پہنچا۔

Marfat.com

عہد مغلیہ

(1526ء سے 1857ء)

یہ بھی تاریخ کا ایک دلچسپ مذاق ہے کہ پوری تین صدیوں تک سلاطین دہلی چنگیز خان، امیر تیمور اوران کے جانشینوں کے جن خون خوار لشکروں کی تباہ کن یلغاروں کو روکتے رہے، آخر برصغیر میں مسلمانوں کی عظیم ترین حکومت کا قیام انہی کی قسمت میں تھا۔ عہد مغلیہ کا باب صرف برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بھی سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے۔ مغلیہ خاندان کے بادشاہوں کو اہل یورپ ''دی گریٹ مغل'' اور ''دی گرینڈ مغل'' یعنی عظیم مغل کہا کرتے تھے۔

ظہیر الدین بابر

(1526ء تا 1530ء)

برصغیر میں مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابر (1526ء سے 1530ء) باپ کی طرف سے تیمور اور ماں کی طرف سے چنگیز خان کی نسل سے تھا۔ چھ واسطوں سے اس کا شجرہ نسب امیر تیمور سے جا ملتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو چنگیز خان کی بجائے تیمور کی اولاد ہونے کے ناطے تیموری کہتا تھا۔ عہد مغلیہ کے سارے بادشاہ اپنے آپ کو تیموری کہتے تھے مگر تاریخ نے انہیں مغلوں کے نام سے یاد رکھا۔

Marfat.com

یہ بادشاہ بڑے شائستہ، مہذب اور باذوق تھے۔ وہ منگولوں یا مغلوں کو یعنی چنگیز خان کی نسل کو وحشی درندے سمجھتے تھے۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ اگر بابر کو اب بھی اس بات کا پتہ چل جائے کہ اس کے خاندان کو خاندانِ مغلیہ کہا جاتا ہے تو وہ قبر میں بھی بڑبڑا اُٹھے۔

بابر نے 21 اپریل 1526ء کو پانی پت کے تاریخی میدان میں سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کرلیا۔ یہ ہندوستان پر اس کا پانچواں حملہ تھا۔ اپنے جدامجد امیر تیمور کی طرح اس نے دہلی کو تاخت و تاراج نہ کیا بلکہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کو یقینی بنایا۔ ابراہیم لودھی کا جو خزانہ اس کے ہاتھ لگا اس نے وہ اپنے لشکریوں اور شہر کے نادار لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اسے قدم جماتے دیکھ کر ہندوستان کے سارے راجپوت راجے اور مہاراجے اس کا مقابلہ کرنے اور اسے برصغیر سے باہر نکالنے کے لئے مشہور جنگجو راجپوت سردار رانا سانگا کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ انہوں نے بابر کے خلاف ابراہیم لودھی کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ بابر بھی اپنے جدامجد کی طرح لوٹ مار کر کے واپس کابل چلا جائے گا اور ابراہیم لودھی کے خاتمے کے بعد وہ ہندوستان میں ہندو راج قائم کر لیں گے مگر بابر کے عزائم دیکھ کر ان کا خواب پریشان ہو گیا۔ چنانچہ وہ بابر کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی پوری قوت میدانِ جنگ میں لے آئے۔ بابر نے مارچ 1527ء میں کنواہہ کے مقام پر راجپوتوں کی 80 ہزار سے زاید اسلحہ سے لیس، چاق و چوبند گھڑ سواروں اور پانچ سو جنگی ہاتھیوں پر مشتمل فوج کو اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ جو دشمن کی فوج کا پانچواں حصہ بھی نہ تھی، شکست فاش دی۔ اس فتح کے بعد سارا برصغیر بابر کے

Marfat.com

قدموں میں تھا۔

بابر کو زیادہ دیر ہندوستان میں حکومت کرنے کا موقع نہ ملا۔ ابھی وہ اپنے قبضے کو مستحکم ہی کر رہا تھا۔ کہ 1530ء میں انتقال کر گیا۔ اس نے اپنے سب سے بڑے بیٹے ہمایوں کو جو وصیت کی، اس سے بابر کی شخصیت اور اس کے کردار کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے اپنی وصیت میں لکھا:-

''فرزند من! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے۔ اپنی بادشاہی میں تمھیں ذیل کی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

۱۔ تم مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے رو رعایت کے بغیر سب لوگوں کے ساتھ پورا انصاف کرنا۔

۲۔ گاؤ کشی سے بالخصوص پرہیز کرو تا کہ اس سے تمہیں لوگوں کے دل میں جگہ مل جائے اس طرح وہ احسان اور شکریے کی زنجیر سے تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔

۳۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ مسمار نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ سب سے پورا انصاف کرنا چاہیے تا کہ بادشاہ اور رعیت کے تعلقات دوستانہ ہوں اور ملک میں امن وامان رہے۔

۴۔ اسلام کی اشاعت ظلم وستم کی تلوار کے مقابلے میں لطف واحسان سے بہتر ہو سکے گی۔

Marfat.com

۵۔ شیعہ، سنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہو کیونکہ ان سے اسلام کمزور ہو جائے گا۔

۶۔ اپنی رعیت کی مختلف خصوصیات کو یہاں کے مختلف موسم سمجھو۔

بابر بڑی مسحور کن شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی تلوار جتنی تیز تھی، اس کا قلم اتنا ہی رواں تھا اس کی زندگی کے حالات کسی رومانوی داستان کا ٹکڑا معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی خود نوشت سوانح عمری ''تزک بابری'' عالمی ادب کا حصہ ہے۔ اسے ''خودنوشت سوانح نگاروں کا شہزادہ'' کہا گیا ہے۔ وہ فارسی اور ترک زبانوں کا عمدہ شاعر بھی تھا۔ اس نے ایک نیا رسم الخط بھی اختراع کیا جسے خط بابری کہا جاتا تھا۔ اس رسم الخط میں بابر نے قرآن حکیم کے دو نسخے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ اور مدینہ بھیجے۔

بابر کی ایک غزل:

در دور ما زکھنہ سواران یکی می است وآن کو دم از قبول نفس می زند نی است

گل ہم نشستہ بر سر تخت زمردی جوش و خروش بلبل بیچارہ از وی است

آن سلطنت کہ ما ز گدایشش یافتیم دارا نداشت ہرگز و کاووس را کی است

گیرم سکندری و جھان سر بہ سر تر است زان ہم چہ سود عاقبتش مرگ در پی است

می خور بہ بانگ چنگ و لب دلبران ببوس کاین یک دو لحظہ عیش بہ از ملکت ری است

دانی کمان ابروی خوبان سیہ چراست کز گوشہ ھاش دود دل خلق در پی است

بابر رسید نالۂ زارت بہ گوش یار لیلی وقوف یافت کہ مجنون درین حی است

☆☆☆

Marfat.com

نصیرالدین ہمایوں

(1530ء تا 1540ء،1555ء)

شیر شاہ سوری

(1540ء تا 1545ء)

بابر کے بعد نصیر الدین ہمایوں 1530ء میں تخت نشین ہوا مگر 1540ء میں شیر شاہ سوری نے اسے شکست دے کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہمایوں ایران چلا گیا۔ 1540ء سے 1545ء تک شیر شاہ سوری نے حکومت کی۔ شیر شاہ سوری کا پانچ سال کا یہ مختصر دور حکومت کئی اعتبار سے تاریخ میں یادگار ہے، وہ بڑا قابل محنتی ، انصاف پسند اور رعیت پرور بادشاہ تھا۔ اس کی بنائی ہوئی کئی عمارات اور شاہراہیں آج تک موجود ہیں۔ اس کے بندوبست اراضی کی روشنی میں اکبر نے اپنا بندوبست اراضی مرتب کیا۔

1555ء میں پندرہ سالہ جلاوطنی کے بعد ہمایوں نے ایران سے واپس آ کر شیر شاہ سوری کے نالائق جانشینوں سے حکومت چھین لی مگر اسے حکومت کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ وہ ایک شام اپنے دارالمطالعہ سے نکل کر سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ کہ پاؤں پھسلنے سے گر کر مر گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

جلال الدین اکبر

(1556ءتا1605ء)

ہمایوں کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین اکبر نے 1556ء سے لے کر 1605ء تک برصغیر پر بڑے تزک احتشام اور شان وشوکت سے حکومت کی۔ اکبر دنیا کے چند بڑے حکمرانوں میں سے تھا۔ اس کی سلطنت کابل قندھار سے لے کر بنگال اور کشمیر سے لیکر دکن اور گجرات تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی اس وسیع و عریض سلطنت میں تقریباً نصف صدی تک امن وامان اور قانون کی حکمرانی قائم کی۔ وہ ان پڑھ ہونے کے باوجود انتہا کا ذہین و فطین، علم و ادب کا دلدادہ اور حق و صداقت کا متلاشی تھا۔ اس نے اپنے عہد کے بہترین دانشور، علما اور شعراء اپنے اردگرد اکٹھے کر رکھے تھے جنہیں اکبر کے نورتن کہا جاتا تھا۔ اسے صوفیوں اور درویشوں سے بڑی رغبت تھی۔ اس نے علماء کی مجلس اور مباحثوں کے لیے عبادت خانہ کے نام سے ایک عالی شان ایوان تعمیر کرایا اور تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان علماء کو عبادت خانہ میں مدعو کیا، لیکن پہلے ہی اجلاس میں علماء میں نشستوں کے تعین پر جھگڑے شروع ہو گئے۔ بات بات پر آپس میں تو تو میں میں ہونے لگی۔ اکبر کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان فرقوں کے علماء ایک جگہ بیٹھ کر متنازعہ فیہ مسائل پر رواداری سے تبادلہ خیال کریں لیکن

Marfat.com

انہوں نے ایک دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے الفاظ ''ہر فتورے کہ دریں زماں درملت و دیں ظاہر گشتہ از شومئ علماء سواست'' (کمپنی کی حکومت مصنفہ باری علیگ صفحہ 49)۔ شہنشاہ اکبر نے اختلافی مسائل کا حتمی فیصلہ کرنے اور حکومتی سطح پر ممکنہ اختلافی امور نپٹانے کے لیے جید علماء کا ایک خصوصی اجلاس بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ اس اجلاس میں بحث و تمحیص کے بعد ایک محضر نامہ تیار کیا گیا جس کا نفسِ مضمون یہ تھا کہ جہاں کسی شرعی مسئلے میں علماء میں اختلاف ہو، بادشاہ علماء کی مختلف آراء میں سے جس رائے کو صائب سمجھے اس کے بارے میں فرمانِ شاہی جاری کر دے۔ اس فرمان شاہی کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہوگی، اس محضر نامے پر تصدیق کے طور پر علماء نے اپنے دستخط ثبت کئے۔ یہ محضر نامہ آئین اکبری کا ایک حصہ بن گیا۔ اس پر جونپور کے قاضی مُلا یزدی نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ بد مذہب ہو گیا ہے اس کے خلاف جہاد واجب ہے مگر عامۃ الناس نے اس فتوے کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ اکبر کا بھائی میرزا حکیم جو کابل کا حکمران تھا اکبر کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کرتا ہوا حملہ آور ہوا مگر اس کے حملے کو آسانی کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ اکبر نے حکیم کی جگہ مان سنگھ کو کابل کا صوبیدار بنا دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد اس محضر نامے کے بارے میں رقمطراز ہیں۔ ''اصلاً تو یہ بات ٹھیک تھی۔ فی الحقیقت خلیفہ ء وقت وارباب حل وعقد واصحاب شوریٰ کو ہر عہد و دور میں حق اجتہاد حاصل ہے۔ اور اس کے سد باب نے تاریخ اسلام کے تمام مصائب کی بنا ڈالی''۔ (رودِ کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام صفحہ 104)

شہنشاہ اکبر کے بارے میں عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ اس نے ایک نیا

Marfat.com

مذہب ''دین الٰہی'' کے نام سے نکالا تھا۔ دین الٰہی کو ایک مذہب کہنا صحیح نہیں ہے، نہ ہی یہ کسی قسم کی کوئی سنجیدہ کوشش تھی۔ یہ فری میسزی (Free Masonery) کی طرح کا ایک شغل تھا۔ ورنہ اگر نیا مذہب رائج کرنے کی یہ ایک سنجیدہ کوشش ہوتی اور اکبر جیسا عظیم حکمران اس کا بانی اور داعی ہوتا تو اس ''نئے مذہب'' کے ماننے والوں کی تعداد صرف 17 تک محدود نہ رہتی۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضورﷺ کے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کئی شخص اپنے پیروؤں کی تعداد ہزاروں لاکھوں تک لے گئے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اکبر نے کبھی پیغمبری یا نبوت کا دعویٰ نہیں کیا نہ کبھی اس نے یہ کہا کہ اس پر الہام ہوتا ہے یا وحی اترتی ہے۔

یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ خلفائے راشدین اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے بعد مسلمان حکمران شاذ و نادر ہی صحیح معنوں میں مسلمان حکمران تھے۔ صرف اکبر کو ہی دین و شریعت کے معیاروں پر پرکھنا قرینِ انصاف نہیں ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ اکبر نے سیاسی ہم آہنگی اور یک جہتی کے لیے ہندوؤں کے ساتھ اپنے تعلقات ضرورت سے زیادہ بڑھائے۔ ہندو عورتوں سے شادیاں کیں۔ ان کو خوش کرنے کے لیے ان کے رسم و رواج اپنائے۔ سلاطینِ دہلی کی پالیسی کے برعکس ہندوؤں کو حکومت میں حصہ دار بنایا۔ وہ اپنی ہندو رعایا کے دل جیتنے کی فکر میں تھا۔ اکبر کے بعد مغل بادشاہ کم و بیش اسی پالیسی پر عمل کرتے رہے۔

یہ پالیسی سلاطین دہلی (1206ء۔1526ء) کی عمومی حکمتِ عملی کے

Marfat.com

بالکل برعکس تھی جنہوں نے حکومت کے اہم عہدے صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص رکھے۔ ہندو مغلوں کے ایسے حلیف تھے جو زوال کے آثار ظاہر ہوتے ہی ان کے طاقتور حریف بن گئے اور مسلمانوں کے خلاف ہر سازش میں سرگرم ہو گئے۔

....

نورالدین جہانگیر

(1605ء تا 1627ء)

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین سلیم، جہانگیر کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس نے 1605ء سے 1627ء تک حکومت کی، تخت نشین ہوتے ہی اس نے اپنی سلطنت کے طول وعرض میں شراب نوشی کو ممنوع کر دیا۔ شاہی خزانہ بے آباد اضلاع کو آباد کرنے اور نئی سڑکیں بنانے پر کھلے دل سے خرچ کیا۔ ناک کان کاٹنے کی سزا منسوخ کر دی۔ رعیت کی سہولت کے لیے بہت سے شفاخانے بنوائے۔ اس کا عہد عدل وانصاف کے لیے مشہور ہے۔

جب جہانگیر نے نور جہاں سے شادی کی تو ملکہ نور جہاں بھی کاروبارِ حکومت میں جہانگیر کے ساتھ برابر کی شریک ہو گئی۔ اس عہد میں جو سکے جاری ہوئے ان پر شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں دونوں کا نام کندہ ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں یہ اپنی

Marfat.com

نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔

عہد جہانگیری میں انگلستان سے کیپٹن ہاکنز اور شاہِ انگلستان کا سفیر سر ٹامس راؤ دہلی آئے۔ ٹامس راؤ تین سال تک جہانگیر کے دربار میں رہا۔ اس نے شہنشاہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے کئی تجارتی مراعات حاصل کیں۔

شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں کے مقبرے شاہدرہ لاہور میں ہیں مقبرہ جہانگیر مغلیہ طرزِ تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

شہاب الدین شاہجہان

(1627ء تا 1657ء)

جہانگیر کے بعد اس کا بیٹا شہزادہ خرم، شاہ جہان کے لقب سے بادشاہ بنا۔ اس نے 1627ء سے 1657ء تک حکومت کی۔ اس کا عہد دورِ مغلیہ کا زریں عہد سمجھا جاتا ہے۔ امن وامان کے قیام اور عوام کی خوشحالی کے لحاظ سے عہدِ شاہجہانی اپنی مثال آپ ہے۔ اپنی رعیت سے شاہجہان کا سلوک اس طرح تھا جس طرح باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس نے متعدد نئی عمارات اور نئے باغات بنوائے، تاج محل آگرہ اسی کی یادگار ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر

(1657ء تا 1707ء)

1657ء کی جنگِ تخت نشینی میں فتح پا کر اور اپنے بھائیوں دارا شکوہ اور مراد کو موت کے گھاٹ اتار کر اور اپنے باپ شاہ جہان کو آگرہ کے شاہی محل میں قید کرنے کے بعد شہزادہ اورنگ زیب، اورنگ زیب عالمگیر کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا، وہ برصغیر کے عظیم ترین حکمرانوں میں آخری شہنشاہ تھا۔ اس نے 1707ء تک پورے

Marfat.com

پچاس سال حکومت کی۔ وسعت سلطنت کے لحاظ سے برصغیر کا اور کوئی حکمران اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلخ سے لے کر راس کماری تک اور کراچی سے لے کر آسام تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ سلطان علاؤلدین خلجی دہلی کا پہلا حکمران تھا جس نے اپنی سلطنت کی حدود دکن میں میسور تک بڑھادی تھیں مگر اورنگ زیب عالمگیر نے اس سے آگے دریائے کرشنا تک کا علاقہ فتح کر لیا، پھر سلطان علاؤالدین خلجی اور محمد تغلق کے برعکس شمال مغرب میں کشمیر، کابل اور قندھار بھی اورنگ زیب عالمگیر کی سلطنت میں شامل تھے۔ اکبر اعظم کی سلطنت کی حدود بھی دکن کی جانب بیجاپور اور گولکنڈہ تک محدود تھیں۔ اورنگ زیب ان دونوں ریاستوں کو فتح کر کے آگے مہاراشٹر کی آخری سرحد دریائے کرشنا کے اس پار تک جا پہنچا۔ مشرق کی طرف اورنگ زیب کے حکم پر بنگال کے گورنر میر جملہ نے آسام کا علاقہ فتح کر کے مغلیہ سلطنت میں شامل کر دیا۔ کشمیر اور افغانستان اورنگ زیب عالمگیر کے دو صوبے تھے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں وسعتِ سلطنت کے لحاظ سے اورنگ زیب عالمگیر عظیم ترین فرماں روا تھا۔ اس کی زندگی کے آخری بیس پچیس سال دکن میں مرہٹوں کی سرکوبی کرتے ہوئے گزرے۔ دکن کی یہی ربع صدی پر محیط نہ ختم ہونے والی لڑائیاں آخر کار اس کی عظیم سلطنت کے زوال کا ایک اہم سبب بنیں۔

اورنگ زیب عالمگیر انتہائی متشرع اور پرہیز گار مسلمان تھا اس نے اپنی 90 سالہ زندگی میں شاید ہی دوسرے بادشاہوں کی طرح عیش و عشرت کا کوئی لمحہ گزارا ہو۔ سادہ پانی کے علاوہ اس کا اور کوئی مشروب نہ تھا۔ رقص و سرود اور موسیقی وغیرہ حتیٰ کہ مصوری اور شاعری بھی اس کے دربار اور اس کی مجلس میں بار پانے کی جرأت نہیں

Marfat.com

کر سکتی تھی۔ بطور حکمران وہ بڑا عادل اور منصف مزاج تھا۔ عہد مغلیہ کا مستند مورخ لین پول لکھتا ہے کہ پچاس سال کے طویل دور حکومت میں اس سے بے انصافی اور ظلم و تشدد کا کوئی ایک واقعہ بھی سرزد نہیں ہوا۔ ہاں البتہ وہ بڑا سخت گیر تھا اور مجرموں کو عبرتناک سزا دینے میں کبھی پس و پیش نہیں کرتا تھا۔ طبیعت کے لحاظ سے وہ بڑا درویش صفت اور انتہائی محنتی اور سخت مزاج تھا۔ خود بھی علم کے زیور سے آراستہ تھا اور عالموں کی قدر کرتا تھا۔ اس نے اپنی نگرانی میں فتاویٰ عالمگیری مرتب کرائی۔ رقعات عالمگیری اس کے خطوط کا مجموعہ ہے جو اس کے عالم اور ایک بڑا ادیب ہونے کا ثبوت ہے، مگر بابر ہمایوں، اکبر اور شاہ جہان کی طرح لوگ اس سے محبت نہیں کرتے تھے بلکہ ہر وقت اس سے خوفزدہ رہتے تھے۔ وہ مشکل ہی سے کسی پر اعتماد کرتا تھا۔ کاروبار حکومت سے متعلق چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اسی کے فیصلے اور حکم سے ہوتا۔ اس کی قوتِ کار پر حیرت ہوتی ہے۔

مغلیہ سلطنت کا زوال

1707ء میں عالمگیر کی وفات گویا دفعتاً ایک عظیم الشان عمارت کا انہدام تھا۔ اس کی وسیع و عریض سلطنت کا شیرازہ تیزی سے بکھرنا شروع ہو گیا۔ اس کے جانشینوں میں اتنی اہلیت اور ہمت نہ تھی کہ اس کی جگہ لے سکتے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ وہ اتنا بے تدبیر، نالائق اور عیش کوش تھا کہ کاروبارِ مملکت کی طرف سے بالکل غافل ہو گیا۔ درباری اور منشی متصدی جو چاہتے کرتے اور جس

Marfat.com

فرمان پر چاہتے اس سے دستخط کروا لیتے۔ ''تاریخِ ہندوستان'' کا مصنف مولوی ذکاء اللہ رقمطراز ہے۔ ''باضابطہ اور بے ضابطہ اجرائے کار میں فوراً تفاوت ہوتا۔ بادشاہ کے دستخطوں کا اعتبار نہ رہا۔'' ....شوخ اور خوش طبع شعراء نے اس کی تاریخ جلوس ''شاہِ بے خبر'' کہہ کر کہی ہے۔ وہ راتوں کو شراب و شباب کی بزم آراستہ کرتا اور دن کو دو پہر تک سویا رہتا۔ ہر طرف شورشیں اور بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ صرف چھ برس کی مدت میں مغلیہ سلطنت کی چولیں ہل گئیں۔ اور اس کی وہ ساکھ اور دھاک ختم ہو گئی جو بابر کے زمانے سے مخالف قوتوں، فتنہ پردازوں اور خاص و عام کے دل و دماغ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آخر 1711ء میں لاہور میں وہ انتقال کر گیا۔

شاہ عالم کا لڑکا شہزادہ معزالدین جہاں دار شاہ کے لقب سے اپنے بھائی بھتیجوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد تخت پر بیٹھا۔ وہ شراب و شباب کا اس قدر رسیا تھا کہ رات دن مدہوش پڑا رہتا۔ مشکل سے ایک سال گذرا تھا کہ اس کے بھتیجے فرخ سیر نے پٹنہ کے سادات کی مدد سے جہاں دار کو شکست دے کر تخت پر قبضہ کر لیا۔ فرخ سیر نے سادات کی مدد سے تخت حاصل کیا تھا۔ اس نے سادات میں سے سید عبداللہ خان کو قطب الملک اور اس کے بھائی سید حسین علی خان کو امیر الامراء کا خطاب دیا۔ یہ دونوں بھائی تاریخ میں سید برادران کے نام سے مشہور ہیں۔ اصل اقتدار ان کے ہاتھ میں تھا۔ مغل شہنشاہ فرخ سیر محض کٹھ پتلی تھا۔

چھ سال بعد سید برادران نے فرخ سیر کو قید کر دیا اور اسی قید میں اسے مروا ڈالا۔ پھر انہوں نے شاہ عالم کے پوتے رفیع الدرجات کو تختِ شاہی پر بٹھایا۔ تین ماہ کے بعد وہ مر گیا۔ پھر اس کے بھائی رفیع الدولہ کو بادشاہ بنایا لیکن دو ماہ بعد وہ بھی چل

Marfat.com

بسا۔ ملک میں ہر طرف بدنظمی پھیل چکی تھی۔ صوبے دار خود مختاری کے خواب دیکھنے لگے۔ قلیچ خان جسے فرخ سیر نے نظام الملک فتح جنگ کا خطاب دے کر دکن کا صوبیدار مقرر کیا تھا کھلم کھلا سید برادران کے خلاف ہو گیا۔ سید برادران نے رفیع الدولہ کے ایک اور پوتے میرزا روشن اختر کو محمد شاہ کا خطاب دے کر تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ وہ تاریخ میں محمد شاہ رنگیلا کے نام سے مشہور ہے۔ وہ 1748ء تک تقریباً (30) تیس سال تخت نشین رہا۔ اس کے عہد کا سب سے پہلا قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ سید برادران نے نظام الملک صوبیدار دکن کے خلاف فوج کشی کی۔ نظام الملک نے سید برادران کو نہ صرف شکست دی بلکہ لڑائی میں دونوں بھائی مارے گئے۔ اس طرح سید برادران سے محمد شاہ کو نجات مل گئی۔ محمد شاہ نے نظام الملک کو دہلی بلا کر آصف جاہ کا خطاب دیا اور اپنا وزیر بنایا مگر آصف جاہ نظام الملک بادشاہ کی عیش کوشیوں اور بے اعتدالیوں سے دل برداشتہ ہو کر دکن واپس چلا گیا اور اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

محمد شاہ کے عہد کا دوسرا قابل ذکر اور اہم واقعہ یہ ہے کہ ایران کے بادشاہ نادر شاہ کے کچھ باغی امیر بھاگ کر پنجاب آ گئے تھے۔ نادر شاہ نے محمد شاہ کو لکھا کہ ان باغیوں کو اپنے ملک سے نکال دو۔ محمد شاہ نے کچھ پرواہ نہ کی۔ جس پر نادر شاہ 1738ء میں برصغیر پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ پنجاب کو فتح کرتا ہوا دہلی کی جانب بڑھا، آصف جاہ نظام الملک نے اپنے تدبر اور دانشمندی سے نادر شاہ کو کچھ روپیہ بطور تاوان دے کر واپس جانے پر آمادہ کر لیا۔ مگر اودھ کے صوبیدار برہان الملک سعادت خان نے نادر شاہ سے خفیہ ملاقات کی اور اسے کہا کہ تم نے نظام الملک سے بڑا سستا سودا کیا

Marfat.com

ہے۔اس پر نادر شاہ نے بیس کروڑ کا مطالبہ کر دیا۔ سعادت خان مغل بادشاہ محمد شاہ کو بھی نادر شاہ کے کیمپ میں لے آیا جہاں نادر شاہ نے محمد شاہ کو اپنا قیدی بنالیا اور اسے ساتھ لے کر اپنی فوج سمیت دہلی میں داخل ہو گیا۔ سات روز تک دہلی میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ آخر نادر شاہ پندرہ کروڑ نقد، کوہ نور ہیرا اور شاہ جہان کا بنایا ہوا تخت طاؤس لے کر واپس لوٹا۔

1748ء میں محمد شاہ رنگیلے کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ تخت نشین ہوا 1753ء میں اس کے وزیر غازی الدین نے اس کی آنکھیں نکلوا دیں اور جہاں دار شاہ کے لڑکے کو عالمگیر ثانی کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا۔ ادھر نادر شاہ کے مرنے کے بعد اس کا سپہ سالار اعلیٰ احمد شاہ ابدالی قندھار اور کابل پر قابض ہو گیا۔ وہ پنجاب پر اپنا قبضہ جماتا ہوا 1756ء میں دہلی پر چڑھ دوڑا۔ احمد شاہ ابدالی کی واپسی کے بعد غازی الدین خان نے مرہٹوں سے ساز باز شروع کر دی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرہٹے نہ صرف دہلی اور پنجاب میں لوٹ مار کرنے لگ گئے بلکہ انہوں نے دہلی اور پنجاب پر قبضہ کر لیا۔

مرہٹوں نے اس قدر قوت پیدا کر لی کہ وہ پورے ہندوستان پر مرہٹہ راج قائم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ انہوں نے ''ہندوستان صرف ہندو کا'' کا نعرہ بلند کر دیا اور مسلمانوں پر بے دریغ ظلم وستم ڈھانے لگے۔ عالمگیر ثانی 1759ء میں قتل ہو چکا تھا۔ ایسے عالم میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی سے احمد شاہ ابدالی کو خط لکھا کہ وہ آئے اور مسلمانوں کو مرہٹوں کے ظلم وستم سے چھٹکارا دلائے، احمد شاہ ابدالی 1760ء میں مرہٹوں کے لیے قہر خداوندی بن کر نازل ہوا۔ چھ جنوری 1761ء

Marfat.com

کو پانی پت کے میدان میں ایک خوفناک لڑائی ہوئی جو اندلس میں یوسف بن تاشفین کی جنگ زلاقہ کی یاد تازہ کرتی ہے ان دونوں مشہور جنگوں نے مسلمان دشمن قوتوں کی کمر توڑ کر رکھ دی اور مسلمانوں کو سنبھلنے اور اپنی صفیں مضبوط کرنے کا ایک سنہری موقعہ فراہم کیا مگر مسلمان اپنی نا اہلی، اندرونی ریشہ دوانیوں اور غداریوں کی وجہ سے اس موقعہ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ احمد شاہ ابدالی نے پانی پت میں مرہٹوں کی پوری متحدہ قوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کا ہندوستان میں مرہٹہ راج قائم کرنے کا خواب ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہو گیا۔ برصغیر کی سیاسی بساط پر مرہٹہ قوت کے انہدام سے جو جگہ خالی ہوئی تھی اسے مسلمان تو پر نہ کر سکے مگر اس سے انگریزوں نے بھر پور فائدہ اٹھایا۔

برصغیر میں یورپی اقوام کی آمد اور ان میں سے آخر انگریزوں کا ہندوستان پر سیاسی تسلط قائم کر لینا باری علیگ کی مشہور کتاب کمپنی کی حکومت میں بڑی تفصیل کے ساتھ دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

پرتگیزی ملاح واسکوڈے گاما افریقہ کے جنوب میں راس امید کا چکر لگاتے ہوئے 27 مئی 1498 کو ہندوستان کے ساحلی مقام کالی کٹ پر لنگر انداز ہوا۔ 1509ء تک پرتگیزیوں نے اپنے بہتر اور طاقتور بحری بیڑے سے عرب ملاحوں کو شکست دے کر بحر ہند میں اپنی تجارتی فوقیت قائم کر لی۔ اس وقت تک پرتگیزی ہندوستان کے ساحلی علاقوں کالی کٹ اور گوا کے قرب و جوار میں اپنے قدم جما چکے تھے۔ 1509ء میں الفانسو البوقرق ہندوستان میں پرتگالی مقبوضات کا گورنر بن کر آیا۔ اس نے بیجا پور کی مسلمان سلطنت سے مشہور بندرگاہ گوا چھین

Marfat.com

لی۔

اس اثنا میں پرتگالی جہازرانوں نے کئی نئے ممالک جن میں امریکہ برازیل لاطینی امریکہ شامل ہیں دریافت کر لئے ہندوستان سے ان کی توجہ ان نئے علاقوں کی طرف مبذول ہو گئی مگر پرتگیزوں نے دمن دیو اور گوا پر اپنا قبضہ قائم رکھا بھارتی حکومت نے 1957 میں فوجی کاروائی کر کے ان جگہوں پر پرتگیزیوں کا تسلط ختم کیا۔

1580 میں پہلا مسیحی مشن شہنشاہ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا۔ 1600ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم ہوئی۔ 1612 میں انگریزوں نے سورت کے مقام پر اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کیں۔ 1615ء میں سر ٹامس ریو طانوی حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے جہانگیر کے دربار میں آیا۔

1626ء میں ایران کے بادشاہ کی مدد سے انگریزوں نے ہرمز پر قبضہ کر لیا اور مسولی پٹم میں اپنی تجارتی کوٹھیاں تعمیر کیں۔ 1632ء میں انگریزوں نے پرتگیزیوں کو ہگلی کے مقام پر شکست دی۔ یہ شاہ جہان کا دور حکومت تھا۔ 1632ء میں انگریزوں نے چندی گڑھ میں تجارتی کوٹھیاں قائم کیں اور سینٹ جارج کا قلعہ تعمیر کیا۔ اسی سال انگریزوں نے مدراس کی بنیاد رکھی۔ 1649ء میں جب انگریز دولت مشترکہ برطانیہ (کامن ویلتھ) کا اعلان کر رہے تھے۔ شاہ جہان آگرہ میں تاج محل کی تعمیر مکمل ہونے پر مبارک بادیں وصول کر رہا تھا۔ وہ خوش تھا کہ اس نے اپنی شان و شوکت کو دوام بخش دیا ہے کسی مغل بادشاہ کو شاہ جہان اور اورنگ زیب سمیت کبھی یہ خیال نہ آیا کہ انہوں نے ہندوستان کے ساحلوں کو دشمنوں کے لیے کھلا چھوڑ رکھا ہے۔

Marfat.com

مغل بادشاہ بحری طاقت کی اہمیت سے ہی آگاہ نہ تھے۔ اس بے خبری اور عاقبت نا اندیشی کا خمیازہ پورے برصغیر کو بھگتنا پڑا۔

1660ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے بمبئ (ممبئ) کی بنیاد رکھی۔ 1668ء میں انگریزوں نے سورت اور ممبئ میں تجارتی کوٹھیاں تعمیر کیں۔ اسی سال انگریزوں نے بنگال میں فورٹ ولیم کا سنگ بنیاد رکھا۔ 1674ء میں فرانسیسیوں نے پانڈی چری کی تعمیر شروع کر دی۔ یہ اورنگزیب عالمگیر کا زمانہ تھا۔ 1682ء میں انگریزوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر سورت سے بمبئ منتقل کیا۔ انہوں نے احمد آباد، برہان پور، اجمیر، آگرہ، الٰہ آباد، پٹنہ اور ڈھاکہ میں تجارتی کوٹھیاں قائم کر لیں۔ 1690ء میں انگریزوں نے کلکتہ شہر کی بنیاد ڈالی اور نگ زیب عالمگیر کو کچھ ادراک نہ ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہے وہ دکن میں مرہٹوں کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتا رہا اور سیوا جی (جسے وہ مُوشِ کوہی کہتا تھا) کو پکڑنے میں 25 سال ضائع کر دیئے۔

1716ء میں ایسٹ ایڈیا کمپنی نے مغل بادشاہ فرخ سیر سے مکمل تجارتی مراعات حاصل کر لیں۔ 1744ء میں رابرٹ کلائیو جو بعد میں ہندوستان میں انگریزی مقبوضات کا گورنر جنرل بن گیا، ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک معمولی کلرک کی حیثیت سے ہندوستان آیا۔ 1756ء تک انگریز کافی طاقت پکڑ چکے تھے۔ یہ مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کا زمانہ تھا۔

1757ء میں رابرٹ کلائیو نے جو کمپنی میں اب ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھا بنگال کے نواب سراج الدولہ کے نمک حرام وزیر اور سپہ سالار میر جعفر سے ساز باز کر کے پلاسی کے میدان میں بغیر کسی لڑائی کے فتح حاصل کر لی۔ میر جعفر کے حکم پر نواب کی

Marfat.com

فوج دشمن کی طرف پیش قدمی کرنے کے بجائے پیچھے ہٹتی گئی حتیٰ کہ نواب سراج الدولہ اپنے خیمے میں بے یار و مددگار رہ گیا اور آخر انگریزوں کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اس غداری کے عوض انگریزوں نے میر جعفر کو اپنی شرائط پر بنگال کا نواب بنا دیا۔ وہ انگریزوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ تین سال بعد انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے اس کی جگہ میر قاسم کو بنگال کا نواب بنا دیا۔

1761ء میں احمد شاہ ابدالی نے پانی پت میں مرہٹوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے کچل کر رکھ دیا اور خود واپس افغانستان چلا گیا اس طرح انگریزوں کے لیے میدان صاف ہو گیا۔

اس وقت مغلوں کی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی دہلی میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے اودھ کے نواب وزیر شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا اور الہٰ آباد میں قیام پذیر ہوا۔ 1764ء میں بنگال کے نواب میر قاسم نے بھی انگریزوں سے اپنی جان بچانے کے لیے شجاع الدولہ کے ہاں پناہ لی۔ 15 ستمبر 1764ء کو انگریزوں نے شجاع الدولہ، شاہ عالم اور میر قاسم، تینوں کو بکسر کے مقام پر شکست دی۔ اس پر مغل بادشاہ شاہ عالم انگریزوں کی پناہ میں چلا گیا۔ میر قاسم نے راہ فرار اختیار کر کے اپنی جان بچائی اور شجاع الدولہ نے مزید کچھ عرصہ برسر پیکار رہ کر انگریزوں کیساتھ ان کی شرائط پر معاہدہ کر لیا۔ انگریزوں کی شرائط کا لب لباب یہی تھا کہ خود محض برائے نام تخت نشین رہ کر سارا اقتدار و اختیار ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیا جائے اور کمپنی کے افسروں اور کارندوں کو ہر حربے سے ملکی دولت لوٹنے کی پوری طرح آزادی دے دی جائے۔ اس لوٹ مار کا آنکھوں دیکھا حال خود ایک

Marfat.com

انگریز تاجر ولیم بولٹس نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''انگریز اپنے کالے بنیوں (ہندوؤں) کے ذریعے یہ طے کر دیتے ہیں کہ ہر کاریگر کتنا سامان مہیا کرے گا اور اسے اس کی کیا قیمت ملے گی۔ اگر وہ یہ مقررہ قیمت لینے سے انکار کرتا تو اس کی مشکیں کس دی جاتیں۔''

''انگریز تاجر چوتھائی قیمت دے کر رعیت اور دیسی تاجروں کا سامان اور غلہ زبردستی چھین لیتے ہیں۔ اپنی چیزوں کے پانچ روپے وصول کرتے ہیں جو مشکل سے ایک روپے کی ہوتی ہیں۔''

(بنگال کے نواب میر قاسم کے ایک خط سے اقتباس)

1765ء میں شاہ عالم ثانی نے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی انگریزوں کے حوالے کر دی اور خود ان کی حفاظت میں قلعہ الٰہ آباد میں مقیم ہو گیا جہاں وہ مرکزی پایہء تخت دہلی سے لاتعلق ہو کر دس سال تک بیٹھا رہا۔ پھر مرہٹوں کی امداد کے بھروسے دہلی آیا لیکن غلام قادر روہیلہ نے جو دہلی پر قابض ہو گیا تھا، شاہ عالم کی آنکھیں نکال دیں اور مغل شہزادیوں کو گھنگھرو باندھوا کر زبردستی اپنے سامنے نچوایا۔ آخر مرہٹوں نے غلام قادر کے پنجہ سے نجات دلا کر بادشاہ کو اپنا دست نگر بنا لیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا افسر لارڈ لیک انگریزی فوج کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا۔ 1804ء میں انگریزوں نے بادشاہ کو مرہٹوں سے نجات دلا کر اس کی پنشن مقرر کر دی اور اسے لال قلعہ دہلی میں گویا ایک طرح سے مقید کر دیا۔ قلعے سے باہر مغل بادشاہ کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ شہر دہلی کمپنی کے انتظام و انصرام میں چلا گیا۔ یہ ایک عجیب و غریب صورت حال تھی۔ تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈنی مشکل ہے۔ ہم

Marfat.com

دیکھ چکے ہیں کہ مغل بادشاہ الہٰ آباد میں انگریزوں کی پناہ میں چلا گیا تھا۔اس میں اتنی سکت نہ تھی کہ اپنے پایہء تخت دہلی جا کر قیام کرے۔ مغل بادشاہ کے بجائے برصغیر کی مرکزی حکومت کا اصل اقتدار و اختیار انگریزوں کے پاس تھا مگر انہوں نے دہلی میں اپنی تخت نشینی اور اپنی حکومت کے قیام کا اعلان نہ کیا، حالانکہ اصل حاکم وہ تھے مگر 1764ء سے 1857ء تک یعنی تقریباً پورے سو سال تک وہ اپنے آپ کو مغل بادشاہ کے کارندوں کی حیثیت میں پیش کرتے رہے۔وہ یہ ظاہر کرتے رہے کہ مغل بادشاہ نے مالیہ اور لگان وصول کرنے اور امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی ہوئی ہے۔یہ انگریزوں کی بڑی گہری چال تھی۔اپنے تدبر اور بصیرت سے وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ مغل بادشاہ کے پاس اگرچہ کوئی طاقت نہیں ہے مگر اکبر اور اورنگ زیب عالمگیر کی عظمت و شوکت اور جاہ و جلال کا ہالہ ابھی تک اس کی شخصیت کے گرد منڈلا رہا ہے۔اگر وہ لال قلعہ پر قبضہ کر کے دہلی کے تخت پر اپنے قدم رکھیں گے تو ہندوستان کے مختلف حصوں میں موجود منتشر قوتیں انکے خلاف جمع ہو جائیں گی اور ایسا نہ ہو کہ ان کا بھی وہی حشر ہو جو پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کا ہوا تھا۔خاص طور پر وہ مملکت خداداد میسور کے سلطان ٹیپو سے خائف تھے۔انہیں ڈر تھا کہ اگر وہ دہلی میں کھلم کھلا اپنے آپ کو تختِ شاہی پر متمکن کر لیں گے تو ہر کسی پر ان کے اصل عزائم روز روشن کی طرح واضح ہو جائیں گے اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ نظام حیدر آباد دکن سلطان ٹیپو کی بات مان لے اور دونوں ان کے خلاف اعلان جہاد کر دیں اور کابل کے بادشاہ کو بھی اپنی مدد کے لیے بلا لیں۔چنانچہ انگریزوں نے ایک چالاک لومڑی کی طرح یہ رویہ اپنائے رکھا کہ وہ

Marfat.com

مغل بادشاہ کو جوان کے ٹکڑوں پر پل رہا تھا اسی طرح احترام دیتے رہے جس ادب واحترام کا مظاہرہ سرٹامس ریو نے جہانگیر کے دربار میں حاضری کے وقت کیا تھا۔ ان کا نمائندہ جب لال قلعہ میں بادشاہ سے ملنے جاتا تو پورے آداب کے ساتھ جھک کر کورنش بجالاتا۔ وہ دربار میں اس مغل بادشاہ کے حضور دست بستہ کھڑا رہتا جو انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا اور جس کا فرمان صرف لال قلعے کے اندر چلتا تھا یہ ڈرامہ 1857ء تک جاری رہا۔

☆☆☆

Marfat.com

سلطان ٹیپو
(1781ء تا 1798ء)

برصغیر کے بالکل جنوب میں دکن کے آخری سرے پر ایک چھوٹی سی ریاست میسور تھی۔ 1781ء میں اپنے لائق اور بہادر باپ حیدر علی کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا فتح علی (سلطان ٹیپو) میسور کا سلطان بنا۔ وہ بڑا بہادر ہوشیار اور مدبر حکمران تھا۔ اس نے زمام اقتدار ہاتھ میں لیتے ہی اردگرد کے علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دی، اور اپنی سلطنت کا نام مملکت خداداد میسور رکھا۔ سلطان ٹیپو نے اپنی مملکت میں بعض ایسی اہم اور دوررس اصلاحات کیں کہ اس کی دانش مندی اس کے تدبر اور اس کے فہمِ اسلام پر حیرت ہوتی ہے۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی جاگیرداروں (پالیگاروں) کا خاتمہ کر دیا۔ اس نے فرمان جاری کیا کہ زمین اس کی ہے جو ہل چلائے، اور حکم دیا کہ جو شخص زمین کے لیے درخواست دے اسے اس کی ضرورت کے مطابق مفت زمین دی جائے۔

سلطان ٹیپو نے زراعت، صنعت و حرفت، اسلحہ سازی اور اپنی فوج کو بہت ترقی دی، اس کے عہد میں مملکت خداداد میسور کی جو حالت تھی اسے ایک انگریز کی زبانی ملاحظہ کریں۔ ”جب ہم اس کے ملک میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صنعت و حرفت میں ترقی کی وجہ سے شہر آباد ہو رہے ہیں، رعایا اپنے اپنے کاموں میں

Marfat.com

مصروف ہے۔ زمین کا کوئی حصہ بھی بنجر نظر نہیں آتا۔ قابل کاشت زمین پر کھیتیاں لہلہا رہی ہیں، رعایا اور فوج کے دل میں اپنے بادشاہ کے لیے محبت ہے۔ فوج کی تنظیم اور جدید آلاتِ حرب وضرب کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ میسور کی فوج یورپ کے مہذب سے مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں ہے" (کمپنی کی حکومت۔ صفحہ 226)

سلطان ٹیپو نے جو بینک قائم کیے ان میں چھوٹے سرمایہ کاروں کو زیادہ منافع دیا جاتا۔ پانچ سو روپیہ جمع کرانے والوں کو پچاس فیصد سالانہ منافع اور پانچ سو سے پانچ ہزار تک پچیس فی صد سالانہ منافع اور پانچ ہزار سے زیادہ پر بارہ فی صد سالانہ منافع۔ اس طرح سلطان ٹیپو نے جاگیرداری کے ساتھ ساتھ سرمایہ داری کا بھی قلع قمع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دولت چند ہاتھوں میں محدود رہنے کے بجائے ساری ملکی معیشت میں پھیل گئی برٹش پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے مملکت خداداد میسور کی معیشت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا "میسور کے باشندے ہندوستان میں سب سے زیادہ خوشحال ہیں"۔ (کمپنی کی حکومت)

سلطان ٹیپو ہر قیمت پر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتا تھا، اس مقصد کے لیے اس نے اپنی فوج کی تعداد بڑھائی، جدید اسلحہ تیار کرایا، ترکی کے سلطان کو مدد کے لیے لکھا اور اسے اپنے سفیر کے ذریعے بتایا کہ انگریزوں کے خلاف مملکت خداداد کی مدد کے لیے سلطان ترکی جو فوج بھیجے گا، باقاعدہ اس کا معاوضہ نقد ادا کیا جائے گا مگر سلطان ترکی کے دربار میں بھی انگریزوں کی لابی کام کر رہی تھی، وہاں سے سلطان ٹیپو کا سفیر ناکام واپس لوٹا۔ پھر ٹیپو نے یکے بعد دیگرے ایران اور افغانستان سفارتیں

Marfat.com

بھجیں مگر وہ آپس کی لڑائیوں میں الجھے ہوئے تھے۔ سلطان ٹیپو نے اس پر نپولین کو خط بھیجا کہ انگریزوں کے خلاف مدد کے لیے پہنچو۔ نپولین نے قاہرہ سے سلطان ٹیپو کو جواب میں لکھا ''میرے عظیم الشان سلطان! عزیز ترین دوست ٹیپو سلطان! غالباً آپ کو یہ اطلاع پہنچ چکی ہوگی کہ ہماری فوج نے ان دنوں بحیرۂ قلزم کے ساحل پر ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ میری اور میری فوج کی دلی تمنا ہے کہ آپ کو برطانیہ کے پنجے سے رہائی دلا سکوں''۔

ہندوستان میں سلطان ٹیپو نے نظام حیدر آباد کو انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے پکارا مگر اس نے سلطان ٹیپو کے خلاف انگریزوں کی مدد کی۔ انگریز سلطان ٹیپو کے عزائم اور اس کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوف زدہ تھے۔ انہوں نے نظام حیدر آباد کو اپنے ساتھ ملا کر 1798ء میں میسور کے دارالحکومت سرنگا پٹم پر حملہ کر دیا۔ جب انہیں سرنگا پٹم کے قلعہ کو سر کرنا مشکل نظر آیا تو سازش سے سلطان کے معتمد خاص میر صادق کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس نے سلطان ٹیپو سے غداری کی اور قلعے کے دروازے کھلوا دیئے۔ دشمن فوج قلعے میں داخل ہوگئی، سلطان ٹیپو کو انگریزوں نے جان بخشی کے وعدے پر ہتھیار ڈال دینے کو کہا مگر سلطان نے جواب دیا ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔ سلطان ٹیپو شیروں کی طرح بہادری سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا۔ جب انگریزوں کے جنرل ہارس کو سلطان کی شہادت کی خبر پہنچائی گئی تو وہ خوشی سے چلا اٹھا: ''آج سے ہندوستان ہمارا ہے''۔

1806ء میں شاہ عالم دوم کا انتقال ہوا۔ اس کی جگہ معین الدین اکبر دوم برائے نام دہلی کا بادشاہ بنا۔ 1837ء میں اکبر دوم فوت ہوا تو انگریزوں نے اس کے

Marfat.com

بیٹے سراج الدین کو بہادر شاہ دوم کا لقب دیکر تخت پر بٹھایا۔

پنجاب میں انیسویں صدی کی پہلی دہائی میں رنجیت سنگھ نے سکھوں کی حکومت قائم کر لی تھی۔ اس نے لاہور کو اپنا دارالحکومت بنایا، اور تمام پنجاب کشمیر اور سرحدی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ 1839ء میں اس کی وفات کے بعد اس کے نالائق جانشینوں کے زمانے میں انگریز سکھ حکومت میں دخیل ہو گئے۔ 1849ء میں گورنر جنرل ڈلہوزی نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت تک ہندوستان بھر میں انگریزوں کی عملداری قائم ہو چکی تھی مگر لال قلعہ دہلی کے اندر ابھی تک مغل بادشاہ بہادر شاہ دوم (جو بطور شاعر بہادر شاہ ظفر کے نام سے مشہور ہے) تخت شاہی پر رونق افروز تھا اور شاہی محل کی غلام گردشوں میں باادب باملاحظہ ہوشیار کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

جنگ آزادی 1857ء

انگریزوں نے جس بے دردی سے حکومت کی اور جس بے رحمی سے ہندوستان کو لوٹا اس سے اہل ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف شدید غم و غصے اور نفرت کی آگ سلگ رہی تھی۔ مئی 1857ء میں جب میرٹھ کے مقام پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج کے دیسی سپاہیوں نے اپنے انگریز افسروں کے خلاف بغاوت کر دی تو ہندوستان کے طول و عرض میں یہ آگ اچانک شعلہء جوالہ بن کر پھیل گئی اور اس عوامی تحریک نے جنگ آزادی کا روپ دھار لیا۔ ہر طرف سے لوگوں کے جتھے مسلح ہو کر دہلی پہنچے۔ ان جتھوں نے بہادر شاہ دوم کو اپنا لیڈر بنا لیا اور انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

Marfat.com

انگریزوں نے اپنے منظم فوجی دستوں اپنے بہتر اسلحہ اور خاص کر توپوں سے اور نظام حیدر آباد دکن اور سکھوں کی مدد سے جلد ہی اس تحریک کو کچل دیا حالانکہ اس کا آغاز ان کی اپنی فوج کے ہندو سپاہیوں سے ہوا تھا مگر انگریزوں نے اس کا سارا الزام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا اور انتقامی کارروائی میں مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑے۔ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کر کے اس کے بیٹوں کے کٹے ہوئے سر دستر خوان میں سجا کر اس کے سامنے پیش کیئے۔ پھر اس کی آنکھیں نکال دیں اور اسے جلاوطن کر کے رنگون میں قید کر دیا جہاں وہ 1863ء میں مر گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

سر سید احمد خانؒ

1857ء کے ہنگامے کے بعد جب انگریزی عمل داری دوبارہ قائم ہوئی تو انگریزوں نے مسلمانوں کو خصوصی طور پر اپنے انتقام اور غیض و غضب کا نشانہ بنایا۔ ان پر بغاوت کا جرم ثابت کرنے کے لیے یہی دلیل کافی تھی کہ وہ مسلمان ہیں۔ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے ہتھیائی تھی۔ وہ بجا طور پر اُنہیں ہی اپنا حریف اور دشمن سمجھتے تھے۔ وہ شروع سے ہی مسلمانوں کو سیاسی، معاشی اور سماجی طور پر ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں جب نواب سراج الدولہ کو شکست دے کر انگریزوں نے بنگال میں اپنا تسلط بڑھایا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے پہلے گورنر جنرل لارڈ کلائیو نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعے یہ لازم قرار دیا کہ کسی مسلمان کو چپراسی، چوکیدار، ماشکی اور زیادہ سے زیادہ جونیئر کلرک سے بڑا عہدہ نہ دیا جائے۔ انیسویں صدی میں لارڈ بینٹنگ کے دورِ حکومت میں جب فارسی کے بجائے انگریزی کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا تو مسلمانوں کے لیے باعزت ملازمت کے دروازے بند ہو گئے۔

1857ء میں جو کچھ ہوا انگریز مسلمانوں کو ہی اُس کا ذمہ دار ٹھہراتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ سب ان ہی کی سازش ہے۔ ہندو بھی گورنمنٹ کی خیر خواہی کی آڑ میں

Marfat.com

مسلمانوں سے اپنی ایک ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے رہے تھے۔ اور چن چن کر مسلمانوں کی ممتاز اور سرکردہ شخصیات کی نشاندہی کر رہے تھے۔ جس کا نتیجہ مسلمانوں کی ہمہ گیر تباہی اور بربادی کی صورت میں نکلا۔ شہر شہر اور گاؤں گاؤں مسلمانوں کی مشکیں باندھ کر انہیں توپ سے اُڑایا جا رہا تھا۔ اُن سے جاگیریں اور جائیدادیں چھین لی گئیں۔ مسلمانوں کے علاقوں میں قبرستان کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ زندگی کا شعلہ راکھ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مستقبل کے اُفق پر دور دور تک روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ حالات کا مقابلہ تو دور کی بات ہے۔ مسلمانوں کو اپنی جانیں بچانے اور سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ ایسے حوصلہ شکن اور روح فرسا حالات میں سر سید احمد خانؒ مسلمان قوم کی دستگیری کو آگے بڑھے۔ ''اگر سر سید احمد خانؒ نہ اُٹھتے تو ہندوستان کے مسلمانوں کا وہی حال ہوتا جو سپین کے مسلمانوں کا ہوا تھا۔''

(مطالعۂ سر سید احمد مرتبہ مولوی عبدالحق)

سر سید احمد خانؒ کے کارناموں کا خیال کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک تن تنہا شخص اپنوں اور غیروں دونوں کی مخالفت کے باوجود کیا کچھ کر گزرا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اکبر اور شاہجہان جیسے بادشاہوں نے اپنی قوت اور دولت کے بل بوتے پر کیا وہ ہرگز حیران کن نہیں ہے۔ اُن کے پاس تو بے شمار وسائل اور بے پناہ طاقت تھی۔ شاہجہان نے اگر تاج محل تعمیر کرا دیا تو کون سا کمال کیا۔ وہ اپنے وقت کا دنیا کا امیر ترین بادشاہ تھا۔ اس کے باوجود اُس نے اپنے عوام کی تعلیم و تربیت اور ترقی و بہبود کے لیے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس طرح کا عظیم کارنامہ سر سید احمد خانؒ نے علی گڑھ کالج قائم کر کے سر انجام دیا۔ آج سر سید کی تعمیر کردہ علی گڑھ کی عمارت دیکھ کر انسان

Marfat.com

ورطہء حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ عمارت اپنی وسعت اور عظمت کے لحاظ سے کسی طرح بھی مغلوں کی مشہور عمارات سے کم نہیں ہے۔ اور یہ ایک ایسے شخص کا کارنامہ ہے۔ جس کے پاس نہ تاج و تخت تھا نہ کوئی مالی وسائل تھے۔ اُس نے تو شہر شہر گھوم پھر کر لوگوں سے ایک ایک دو دو روپے چندہ جمع کر کے مسلمانوں کی یہ عظیم درسگاہ تعمیر کی۔ علی گڑھ کالج جو بعد میں سرسید کے پروگرام کے مطابق علی گڑھ یونیورسٹی بنا محض ایک تعلیمی درسگاہ نہ تھی۔ یہاں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے مستقبل کی لیڈر شپ تیار کی گئی۔ یہ علی گڑھ کالج نہ تھا علی گڑھ تحریک تھی۔ جو بنیادی طور پر سیاسی تھی۔ اس کا سیاسی اظہار سرسید کی قائم کردہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے روپ میں ہوا۔ سرسید احمد خان نے اس کانفرنس کے ذریعہ شہر شہر جا کر مسلمانوں کو بیدار کیا اور اُن میں یکجہتی پیدا کی۔ چالیس سال پر پھیلی ہوئی اپنی انتھک شبانہ روز کوششوں سے سرسیدؒ نے ہندی مسلمانوں کے جسد مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ مسلمانوں کے بکھرے ہوئے منتشر اور راہ گم کردہ گروہوں کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنا دیا تا کہ مسلمان بحیثیت ایک قوم ہندو قوم کے سامنے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ ہندو مسلمانوں کو تعلیمی اور معاشی لحاظ سے پسماندہ رکھ کر نہ صرف انہیں اپنا غلام بنانا چاہتے تھے بلکہ اُن کے دور حکومت کا ہر تہذیبی نشان مٹا دینے کے درپے تھے۔ جب 1867ء میں بنارس کے ہندوؤں نے اُردو کے خلاف تحریک چلائی تو سرسید احمدؒ کی سیاسی بصیرت نے جانچ لیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا باہم متحد ہو کر کسی ایک مقصد کے لیے کام کرنا ممکن نہیں ہے۔ اُن کا کہا ہوا یہ جملہ اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا:

"اب مجھ کو یقین ہو چکا ہے کہ یہ دونوں قومیں کسی کام میں دل سے شریک نہ ہو سکیں

Marfat.com

گی۔ جوں جوں وقت گزرے گا ان میں اختلاف کی خلیج بڑھتی جائے گی۔ جو زندہ رہے گا وہ دیکھے گا۔" سر سید احمد خانؒ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

سر سید احمد خانؒ کی سیاسی بصیرت اور فراستِ مومنانہ نے شروع سے ہی یہ بھی بھانپ لیا تھا کہ ہندوؤں نے انگریزوں کی تحریک پر بزعم خود تمام ہندوستانیوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کا جو ایک مشترکہ سیاسی پلیٹ فارم آل انڈیا نیشنل کانگریس کے نام سے بنایا تھا، اس میں شرکت مسلمانوں کے مفاد میں نہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو واضح ہدایات دیں کہ کانگریس سے دور رہیں۔ سر سید نے مسلمانوں کے لیے اپنا ایک الگ سیاسی پلیٹ فارم آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے قائم کیا۔ مسلم لیگ اسی ایجوکیشنل کانفرنس کے بطن سے پیدا ہوئی۔

عامۃ المسلمین کے لیے سر سید احمد خانؒ کا قول یہ تھا کہ دین چھوڑنے سے دنیا نہیں جاتی مگر دنیا چھوڑنے سے دین بھی جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

علامہ اقبالؒ

سرسید احمد خانؒ کے بعد بیسویں صدی میں برصغیر کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبالؒ کو بھیج دیا۔ اقبالؒ نے اپنی شاعری سے مسلمانوں کے دل میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا

اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاک بخارا و سمرقند

ہر میدان میں ہندوؤں کی بے پناہ ترقی اور انگریزوں کی لائی ہوئی مغربی تہذیب سے مسلمان ایک طرح کی ذہنی غلامی کا شکار ہو رہے تھے۔ اُن میں احساس کمتری روز بروز بڑھ رہا تھا۔ اقبالؒ نے مسلمانوں کے عظیم الشان ماضی کی درخشاں روایات کو اپنی شاعری کے ذریعے پھر سے زندہ کر دیا۔ مسلمانوں کو ہر طرح کے احساس کمتری سے نکالا اور ان کے دلوں میں خود اعتمادی اور یقین کی شمع روشن کر دی۔ مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک کا پول اقبالؒ نے اس طرح کھولا کہ پر انگریزوں کا سارا رعب اور دبدبہ جاتا رہا۔

سیاسی میدان میں اقبالؒ نے مسلمانوں کی بے مثال رہنمائی کی۔ 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں اقبالؒ نے اپنے تاریخی صدارتی

Marfat.com

خطبہ میں دین اسلام کی تشریح کی اور نہایت واضح طور پر بیان کیا کہ اسلام مسلمانوں سے جو تقاضا کرتا ہے وہ کسی غیر مسلم حکومت کے تحت زندگی بسر کرنے سے پورا نہیں ہوسکتا۔ اسلام کا مقصد محض عبادات نہیں بلکہ اسلام ایک آزاد اور خود مختار معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ جس کے افراد اسلام کے عطا کیئے ہوئے نظریہ ء حیات کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمان خود مختار اور آزاد ہوں۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبے میں فرمایا:

''میں دیکھ رہا ہوں کہ کم از کم برصغیر کے شمال مغرب میں ایک مربوط اسلامی ریاست کی تشکیل برصغیر کے مسلمانوں کا مقدر ہے۔''

اس خطبے نے واضح طور پر مسلمانانِ ہند کو آزادی کی راہ پر ڈال دیا۔ بعد میں یہی خطبہ 1940ء کی قراردادِ پاکستان کی بنیاد بنا۔

علامہ اقبالؒ کی ایک بہت بڑی سیاسی خدمت قائداعظم کو اس بات پر قائل کرنا تھا کہ وہ مسلمانوں کے لیے ایک علاحدہ خود مختار ملک کا مطالبہ کریں۔ ہندوؤں اور انگریزوں سے کسی خیر کی امید نہ رکھیں۔ 19 جون 1937ء کو علامہ اقبالؒ نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو اپنے خط میں لکھا ''ہندوستان میں صرف آپ ہی ایک ایسے مسلمان ہیں جو اپنی قوم کو اُس طوفان سے جو ہندوستان پر ٹوٹنے والا ہے بچا سکتے ہیں۔ اور اس لیے قوم کو حق ہے کہ وہ آپ سے رہنمائی کی امید رکھے۔''

علامہ اقبال نے مسلمانانِ برصغیر کی سیاسی جدوجہد کی منزل کا تعین کیا۔ منزل تک پہنچنے کے لیے میر کارواں کا انتخاب کیا اور پھر منزلِ مراد کو پاکستان کا نام

Marfat.com

بھی دیا۔ پاکستان کا لفظ حضرت علامہ اقبالؒ کی عطا ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ لفظ پاکستان چوہدری رحمت علی کی تخلیق ہے۔ چوہدری رحمت علی تو پاکستان اور بانی پاکستان کے سخت خلاف تھا۔ (دیکھیئے جناب شیخ محمد اکرام کی کتاب ''ماڈرن مُسلم انڈیا اینڈ دی بَرتھ آف پاکستان'' اور جناب عبدالوحید خان کی کتاب ''تاثرات و تصورات'')۔ چوہدری رحمت علی سے منسوب پمفلٹ "Now or Never" علامہ اقبالؒ کی تحریر ہے جو چوہدری صاحب نے اپنے نام سے چھپوادی تھی۔ چوہدری رحمت علی کی اپنی تحریریں جو وہ ایک انگریز سے لکھواتا تھا سب پاکستان کے خلاف ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

قائداعظم محمد علی جناحؒ

بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کا کارنامہ کیا تھا۔اس کا تصور کرنے کے لیے قائداعظمؒ کے سوانح نگار سٹینلے وال پرٹ کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کریں۔اُس نے اپنی کتاب جناح آف پاکستان میں لکھا ہے

"بہت کم شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑ دیتی ہیں۔ان سے بھی کہیں کم تعداد میں ایسی شخصیات ہوں گی جنہوں نے دنیا کے نقشے کو بدل کر رکھ دیا ہو۔مگر ایک نئی قوم اور ایک نئے ملک کی تخلیق کا سہرا تو شاید ہی کسی کے سر ہو۔قائداعظمؒ نے یہ تینوں کارنامے کر دکھائے۔"

بھارت ہی نہیں پاکستان میں بھی بھارتی لابی زور و شور سے یہ بے بنیاد اور بے سروپا پروپیگنڈہ کرتی رہی ہے کہ ہندوستان کی تقسیم دراصل انگریزوں کا منصوبہ تھا، قائداعظم ان کے ایجنٹ تھے۔ جہاں تک تاریخی حقائق کا تعلق ہے اس سے زیادہ جھوٹی اور بے بنیاد بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔اس قسم کا جھوٹا اور بے بنیاد دعویٰ نہ صرف حقائق کے منافی ہے بلکہ حقائق کے بالکل برعکس اور اُلٹ ہے۔

اگر قائداعظم انگریزوں کے ایجنٹ تھے تو پھر کیا علامہ اقبال بھی انگریزوں کے ایجنٹ تھے، جنہوں نے پاکستان بننے سے 17 سال پہلے 1930ء میں مسلم لیگ

Marfat.com

کے پلیٹ فارم سے پہلی دفعہ پاکستان کا تصور پیش کیا؟ کیا خطبۂ الٰہ آباد بھی انگریزوں کی ترغیب پر لکھا گیا تھا؟

انگریز تو شروع سے ہی پاکستان کے سخت خلاف تھے تاریخ کے ناقابلِ تردید حقائق پر ایک نظر ڈالیں۔ قراردادِ پاکستان (23۔ مارچ 1940ء) کی منظوری پر ہندوستان کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے برطانوی حکومت کے وزیرِ ہند کو لکھا۔ ''مسلم لیگ کی تقسیم کی تجویز احمقانہ ہے۔ ہم نہ اسے منظور کر سکتے ہیں اور نہ اس سے ہمارا کوئی تعلق ہے۔'' 17۔ دسمبر 1940ء کو چیمبر آف کامرس کلکتہ سے خطاب کرتے ہوئے لنلتھگو نے اپنی تقریر میں کہا ''جغرافیائی لحاظ سے عملی طور پر ہندوستان ایک وحدت ہے۔ یہ بات ماضی میں جتنی صحیح تھی آج اس سے کہیں زیادہ صحیح اور اہم ہے۔''

لِن لِتھگو کے بعد 1942ء میں جب لارڈ ویول وائسرائے بن کر آیا تو اس کا موقف بھی ہو بہو یہی تھا اس نے ہندوستان کی مرکزی اسمبلی سے اپنے پہلے خطاب میں کہا ''آپ جغرافیہ نہیں بدل سکتے۔ دفاع، بیرونی دنیا سے روابط اور بہت سے داخلی اور خارجی مسائل کے نقطۂ نظر سے ہندوستان ایک وحدت ہے۔''

1946ء میں جب کیبنٹ مشن ہندوستان آیا تو اس نے بھی اپنے مجوزہ پلان میں پاکستان کے تصور کو مسترد کر دیا۔ اس فیصلے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ گزشتہ صدی میں برطانوی حکومت نے جس محنت سے فوجی اقتصادی اور انتظامی وحدت قائم کی ہے وہ قیامِ پاکستان سے ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائے گی۔

ہندوستان کے آخری وائسرائے کی حیثیت سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی لندن سے روانگی کے موقع پر 18 مارچ 1947ء کو برطانوی وزیرِاعظم نے جو فرمان جاری کیا

Marfat.com

اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''ہز میجسٹی (شاہ انگلستان) کی حکومت کا یہ واضح، غیر مبہم اور قطعی مقصد ہے کہ ہندوستان اور ہندوستانی ریاستوں کے لیے ایک وحدانی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس مقصد کی خاطر تمام جماعتوں کا اتفاق حاصل کرنے کے لیے آپ کے اختیار میں جو کچھ ہے اور جتنی زیادہ سے زیادہ کوشش آپ کر سکتے ہیں کریں۔''

کیا اس سے زیادہ واضح اور پرزور الفاظ میں برطانوی حکومت کا مقصد اور اس کے عزائم بیان کیے جاسکتے ہیں۔ یہ وہ مشن تھا جس کی تکمیل کے لیے ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان بھیجا گیا تھا۔

قائداعظم کو انگریزوں نے نہیں، ہندوؤں نے مطالبۂ پاکستان پر مجبور کیا تھا۔ لکھنو پیکٹ (1916ء) سے لے کر کابینہ مشن (1946ء) تک، پورے 30 سال قائداعظم کی سرتوڑ کوشش یہی تھی کہ کسی طرح ہندو برہمن اپنے ہم وطن مسلمانوں کو بھی اپنے جیسا انسان سمجھ کر ان کے سیاسی اور بنیادی انسانی حقوق تسلیم کرنے پر راضی ہو جائے اور متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کو آئینی تحفظ دینے پر آمادہ ہو، مگر ہندو ذہنیت کی ہٹ دھرمی مسلمانوں کے حقوق کو آئینی تحفظ دینے پر کبھی تیار نہ ہوئی۔ انگریز حکومت کی موجودگی میں اگر ہندوؤں کی مسلمان دشمنی کا یہ حال تھا تو بعد میں جب اکثریت کے بل بوتے پر سارا اقتدار ہی ہندوؤں کے ہاتھ میں جانے والا تھا مسلمانوں کے ساتھ ان کا رویّہ کیا ہوتا، اس کا اندازہ پنڈت جواہر لعل نہرو (صدر کانگرس) کے اس فقرے سے لگایا جا سکتا ہے جو 10 جون 1946ء کو کابینہ مشن کے سامنے کانگرس کا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے اس کے مُنہ سے نکلا۔ نہرو کے الفاظ

Marfat.com

تھے۔ ''جناح کے لیے اس ملک میں کوئی جگہ نہیں ہے۔'' (دیکھئے فرنٹ لائن، نیو دہلی مورخہ 2۔ اگست 2002ء میں ممبئی کے ممتاز قانون دان مسٹر اے. جی نورانی کا مضمون بہ عنوان ''کرپس اینڈ انڈیاز پارٹیشن'')

ہندوؤں کے رویے کے بارے میں مسلمانوں کو کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ 1937ء کے انتخابات کے نتیجے میں ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے آٹھ صوبوں میں جو کانگرسی حکومتیں قائم ہوئیں اور سوا دو سال تک برسر اقتدار رہیں، انہوں نے مسلم دشمنی اور اسلام سے نفرت کی ایسی گھناؤنی مثالیں قائم کیں کہ مسلمانوں کی رہی سہی خوش فہمی بھی دور ہو گئی۔ ابھی انگریز کا اقتدار اعلیٰ ان صوبائی حکومتوں کے سروں پر موجود تھا۔ اس کے باوجود ان کی فسطائیت اور خودسری کا یہ عالم تھا۔ کانگرسی حکومتوں کے اسی رویے نے ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ وہ قائداعظم کی قیادت میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہو گئے اور انہوں نے 23 مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان کی صورت میں اپنے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کر دیا۔

کابینہ مشن (1946ء) کی مرتب کردہ تجاویز پر عمل درآمد ہندوستان کو متحد رکھنے کی آخری امکانی صورت تھی۔ چونکہ ان تجاویز میں مسلمانوں کے حقوق کو مکمل آئینی تحفظ فراہم کیا گیا تھا اور ہندوستان کے چھ صوبوں میں مسلمانوں کی حکومتیں بنتی تھیں اور ان کو یہ اختیار بھی دیا گیا تھا کہ یہ صوبے مل کر اپنا ایک علیحدہ گروپ بنا لیں۔ اس لیے قائداعظم نے ان تجاویز کو مان لیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس پیش رفت پر بیحد خوش تھے کہ ہندوستان تقسیم ہونے سے بچ گیا مگر 17 مئی 1946ء کے ''ہریجن'' میں

Marfat.com

گاندھی کا بیان آ گیا کہ ہم صوبوں کے اس اختیار کو نہیں مانتے کہ وہ اپنا الگ گروپ بنا لیں اور یہ کہ سارے اختیارات مرکزی حکومت کے پاس ہوں گے جو اس بات میں آزاد ہو گی کہ کابینہ مشن پلان میں درج شدہ شرائط اور الفاظ کو اپنی مرضی کے معنی پہنائے۔ جب قائداعظم نے اس پر احتجاج کیا تو گاندھی کے ''ارشاداتِ عالیہ'' کی روشنی میں نہرو نے کانگرس کی طرف سے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ ''اس ملک میں جناح (یعنی مسلم لیگ) کے لیے کوئی جگہ نہیں'' (دیکھیے ڈاکٹر آفتاب احمد کا مکتوب، ''جناح، بی فور اینڈ آفٹر'' روزنامہ ڈان اسلام آباد، مورخہ 29 جون 2005ء)

اس صورت حال میں کابینہ مشن ناکام ہو گیا جس کی ساری ذمہ داری صرف گاندھی اور نہرو پر عائد ہوتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا بھی یہی موقف ہے کہ ان دونوں نے ہندوستان کو منقسم ہونے سے بچانے کا آخری موقع بھی ضائع کر دیا (دیکھیے آزاد کی کتاب ''آزادئ ہند'')

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے حضرت قائداعظم محمد علی جناح کو انگریزوں نے نہیں ہندوؤں نے پاکستان بنانے پر مجبور کیا تھا بلکہ کوئی اور چارۂ کار چھوڑا ہی نہ تھا۔ جو شخص اس صورت حال کی تفصیلات میں جانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ لکھنؤ پیکٹ (1916ء) سے لے کر کابینہ مشن (1946ء) تک ہندوستان کے سیاسی اتار چڑھاؤ کا مطالعہ کرے اور مندرجہ ذیل موضوعات کی طرف خاص توجہ دے۔

لکھنؤ پیکٹ (1916ء) آریہ سماج، شُدھی، سنگھٹن، ہندو مہا سبھا، راشٹریہ سیوک سنگھ، ہندو مسلم فسادات (1922ء ملتان، کوہاٹ، کلکتہ، بمبئی، کانپور، یہ فسادات مسلسل پھیلتے ہی چلے گئے)، تجاویز دہلی (1927ء)، نہرو رپورٹ (1928ء)،

Marfat.com

جناح کے چودہ نکات (1929ء)، علامہ اقبال کا خطبۂ الٰہ آباد (1930ء)، انتخابات (1937ء) اور کانگرس کی صوبائی حکومتوں کی مسلمان دشمن پالیسیاں، قرارداد پاکستان (1940ء) اور کابینہ مشن (1946ء)۔

اس حقیقت کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں کہ 47-1946ء میں انگلستان میں لیبر پارٹی کی حکومت انڈین نیشنل کانگرس کی طرف واضح جھکاؤ رکھتی تھی اور ہندو مسلم تنازعے میں ہرگز غیر جانبدار نہ تھی۔ وہ ہر حالت میں ہندوستان کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں تھی۔ اس حکومت نے کابینہ مشن بھی اسی غرض سے بھیجا تھا کہ کسی نہ کسی طرح مسلم لیگ کو تقسیم ہند اور تشکیل پاکستان کے مطالبے سے ہٹایا جائے۔ مشن نے ایک کمزور مرکزی حکومت کے تحت ہندوستان کو اندرونی طور پر تین خودمختار حصوں میں بانٹ دینے کی تجاویز پیش کیں۔

(1) زون اے ہندو اکثریت کے صوبے (2) زون بی۔ مسلم اکثریت کے شمال مغربی صوبے (پنجاب سندھ سرحد بلوچستان) (3) زون سی۔ مسلم اکثریت کے شمال مشرقی صوبے (بنگال آسام)۔ ان تین گروپوں کو دس سال بعد اپنی مرضی سے اس سکیم پر نظر ثانی کا اختیار بھی دیا گیا۔ اس اسکیم میں چونکہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور مستقبل میں تشکیل پاکستان کے امکانات موجود تھے۔ اس لیے قائداعظم کے مشورے پر مسلم لیگ نے اس منصوبے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ مگر کانگرسی لیڈروں بالخصوص گاندھی اور نہرو کی تنگ نظری تعصب بلکہ مسلم دشمنی کی وجہ سے کابینہ مشن پلان پر عمل نہ ہو سکا۔ کانگرس ان تجاویز کو ماننے سے انکاری ہو گئی۔

کابینہ مشن کی تجاویز پیش کرتے ہوئے ہندوستان کے وائسرائے لارڈ

Marfat.com

ماؤنٹ بیٹن نے اعلان کیا تھا کہ جو پارٹی اس پلان کو منظور کرے گی، ہندوستان کی مرکزی حکومت اس کے حوالے کردی جائے گی۔ جب مسلم لیگ نے کانگرس اور وائسرائے کی توقعات کے خلاف ان تجاویز کو قبول کرلیا تو وائسرائے اپنے وعدے سے پھر گیا۔ دراصل کانگرس کے لیڈروں اور انگریزوں، دونوں، کو، پختہ یقین تھا کہ قائداعظمؒ پاکستان سے کم ترکسی تجویز کونہیں مانیں گے اوراس طرح حکومت کانگرس کو دے دی جائے گی۔ قائداعظم اس شاطرانہ چال کو سمجھ گئے۔ ان کے مشورے پر مسلم لیگ نے کابینہ مشن کی تجاویز مان لیں۔ اس پر کانگرس بوکھلا گئی۔ قائداعظم نے وائسرائے سے مطالبہ کیا کہ اب وہ اپنے اعلان کے مطابق حکومت مسلم لیگ کے حوالے کردے کانگرس نے کابینہ مشن پلان کومن وعن ماننے سے انکار کردیا تھا مگر وائسرائے نے حکومت مسلم لیگ کے حوالے کرنے کے بجائے کچھ دنوں بعد قلابازی مارتے ہوئے بغیر کسی جواز کے کانگرس کوحکومت بنانے کی دعوت دے دی۔ اس پر قائداعظم نے انگریزوں کی وعدہ خلافی اور بدنیتی کے خلاف پُرزور احتجاج کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا کہ وہ انگریزوں اور ہندوؤں سے کسی خیر کی توقع نہ رکھیں اور ڈائریکٹ ایکشن کے لیے تیار ہو جائیں جب کال دی جائے تو پورے برصغیر میں مسلمان سر پر کفن باندھ کرحکومت اور ہندو گٹھ جوڑ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔

اس وقت قائداعظمؒ کی سیاسی قوت اپنے نقطۂ عروج پر تھی۔ بیورلے نکلس کے الفاظ میں۔ ”دس کروڑ مسلمان ان کے ایک اشارے پر دائیں بائیں اور آگے پیچھے بڑھ سکتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ وہ ان کے حکم کے علاوہ کسی اور کا حکم ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔“

Marfat.com

19۔ مئی 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن نے انگلستان کے وزیر اعظم ایٹلی کو لکھا کہ اگر پاکستان کے مطالبے کو کسی نہ کسی شکل میں منظور نہ کیا گیا تو مسلم لیگ ہتھیار اٹھا لے گی۔ پنجاب میں مسلم لیگ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر چکی تھی۔ سردار شوکت حیات نے لاہور کی مال روڈ پر لاکھوں مسلمانوں کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے طاقت کے استعمال کی دھمکی دے کر انگریزوں کے چہیتے اور کانگرس کے پروردہ وزیر اعلیٰ ملک خضر حیات ٹوانہ کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ مسلم لیگ گارڈز نے سرکاری عمارتوں سے انگریزوں کا جھنڈا یونین جیک اتار پھینکا اور اس کی جگہ مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ لاہور سیکریٹریٹ کے اندر وزیر اعلیٰ کے دفتر پر بھی یونین جیک کی جگہ مسلم لیگ کا جھنڈا نصب کر دیا گیا۔ حکومت کوئی مزاحمت نہ کر سکی۔

''جناح آف پاکستان'' کے مصنف پروفیسر سٹینلے والپرٹ کے مطابق برطانوی کابینہ نے باقاعدہ اس بات کا نوٹس لیا کہ ہندوستان میں سول وار کے خطرے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مسلم لیگ کی سرگرمیاں اگر اسی طرح جاری رہیں تو خدشہ ہے کہ انڈین آرمی میں بھی پھوٹ نہ پڑ جائے۔

حالات یہاں تک قابو سے باہر ہو گئے کہ پشاور میں مسلمانوں نے سرحد کے کانگرسی وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب (ولی خان کے چچا) کی سرکاری رہائش گاہ پر حملہ بول دیا۔ عمارت کو نقصان پہنچایا۔ کھڑکیوں کے شیشے توڑ دیئے۔ موقعہ پر موجود پولیس تماشہ دیکھتی رہی۔ اسے ہجوم پر فائر کھولنے کا حکم دیا گیا مگر پولیس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے ''انڈین سمر'' کا مصنف ولفرڈ رسل رقمطراز ہے۔ ''مسلم لیگ کی بڑھتی ہوئی طاقت نے کانگرس کی اس چالبازی کا اثر

Marfat.com

خاک میں ملا دیا جس سے وہ مسلمانوں کے ووٹ خرید ا کرتی تھی۔"

یہ تھے وہ حالات جن میں کانگرس کے زیرک ترین لیڈر وی پی کرشنا مینن نے کہا کہ "ہندوستان کی تقسیم اب ناگزیر (inevitable) ہے۔"

قائداعظمؒ کے ڈائریکٹ ایکشن کے اعلان سے خوفزدہ ہو کر گاندھی، نہرو اور ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کو ہندو مسلم آبادی کی بنیاد پر تقسیم کے لیے تیار ہو گئے اور 3۔جون 1947ء کو وائسرائے نے اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

مرتے دم تک لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اس بات کا افسوس رہا کہ "1947ء کے موسم گرما میں اُسے اس بات کا علم نہ ہوسکا کہ جناح تپ دق کے موذی مرض میں مبتلا ہے اور ڈاکٹروں کے مطابق زیادہ سے زیادہ چھ ماہ اور زندہ رہے گا۔ اگر اُسے اس راز کا پتہ چل جاتا تو وہ تقسیمِ ہند اور انتقالِ اقتدار کی کارروائی روک دیتا اور جناح کی موت کا انتظار کرتا کیونکہ ہندوستان کو متحد رکھنے کی کوشش میں جناح ہی اس کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ اس کی موت کے بعد پاکستان کبھی وجود میں نہ آ سکتا۔" (دیکھئے فریڈم ایٹ مڈنائٹ صفحہ XVII ایڈیشن 1997ء)

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بیوی ایڈوینہ جواہر لعل نہرو پر فریفتہ تھی اور اُسے اپنے محل میں بلا کر اس کے ساتھ سوئمنگ پول میں نہایا کرتی تھی۔ جب کہ بعض اوقات اس کا خاوند سامنے بیٹھا اس رومان پرور منظر سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا۔

تقسیم ہند کے پلان کا ڈرافٹ نہرو کو دکھا کر اور اس سے او کے کروانے کے بعد ماؤنٹ بیٹن نے حکومت برطانیہ کی منظوری کے لیے لندن بھیجا ہر چند کہ اس کے مشیروں نے اُسے کہا کہ ایسا کرنے میں وہ بددیانتی اور بے ایمانی کا مرتکب ہو رہا

Marfat.com

ہے۔اسی طرح ماؤنٹ بیٹن نے نہرو کے کہنے پر باؤنڈری کمیشن کے بنائے ہوئے نقشے میں تبدیلی کر کے گورداس پور کا مسلم اکثریت کا ضلع بھارت کے حوالے کر دیا تا کہ کشمیر سے بھارت کا زمینی رابطہ منقطع نہ ہونے پائے۔

ہندوستان کی تقسیم پر کانگرس کے لیڈروں کی رضامندی سراسر بدنیتی پر مبنی تھی۔ان کو یقین تھا کہ وہ ایسے حالات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جن میں پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کے لیے اپنا وجود قائم رکھنا ناممکن ہو جائے گا اور مسلمان جو پاکستان کا مطالبہ منوانے کے لیے اپنی جانیں قربان کر دینے کو تیار ہیں، خود اُن کے پاؤں پڑیں گے کہ ہمارے حال پر رحم کرو اور ہمیں دوبارہ بھارت میں شامل کرلو۔(نعوذ باللہ)

ہندوؤں کے یہ عزائم کوئی ڈھکے چھپے نہ تھے۔ 3۔جون 1947ء کی شام وائسرائے ہند ماؤنٹ بیٹن نے آل انڈیا ریڈیو سے تقسیمِ ہند کے پلان کا اعلان کیا۔ اس کے بعد نہرو، قائداعظم اور بلدیو سنگھ نے ریڈیو سے خطاب کیا۔حالانکہ کانگرس اور نہرو تقسیم ہند اور قیامِ پاکستان پر متفق ہو چکے تھے اور اسی اتفاقِ رائے کا اعلان کرنے کے لیے تینوں لیڈروں کو ریڈیو سے تقریریں کرنے کی دعوت دی گئی تھی مگر اس موقع پر بھی نہرو نے اپنے خُبثِ باطن کا اظہار کر دیا۔اس نے اپنی تقریر میں اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''اس وقت تقسیمِ ہند ناگزیر ہو چکی ہے اور کوئی چارہ کار نہیں مگر ہمیں امید ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اس غلطی کا ازالہ ہو جائے گا اور آخر کار ہندوستان کی تقسیم کالعدم ہو جائے گی۔''

15۔ جون 1947ء کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے اپنے اجلاس میں

Marfat.com

3۔ جون 1947ء کے پلان کو منظور کرتے ہوئے اپنی قرارداد میں کہا۔ ''ہمیں اُمید ہے کہ انڈیا ایک دن پھر متحد ہو جائے گا اور دو قومی نظریئے کے جھوٹے تصور کو مسترد کر دیا جائے گا۔''

اپنے اس مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بھارتی حکومت نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

سب سے پہلے تو کانگرسی لیڈروں نے انگریزوں سے بنگال اور پنجاب کے مسلم اکثریت کے صوبوں کو علاقائی بنیادوں پر، مسلم اور غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں تقسیم کر دینے کا فیصلہ کروایا۔ 1906ء میں بنگال کی تقسیم پر ہندوؤں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا تھا اور جب تک تقسیم کو منسوخ نہ کر دیا گیا چین سے نہ بیٹھے کیونکہ اس وقت بنگال کی تقسیم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا تھا اور یہ بات ہندوؤں کو کسی صورت گوارا نہ تھی۔ اب 1947ء میں جب پورا بنگال اور پورا پنجاب پاکستان کے حصے میں آ رہا تھا، کانگرس نے انگریز حکومت سے گٹھ جوڑ کر کے ان دونوں صوبوں کے دو دو حصے کروا دیئے۔ مغربی پنجاب اور مشرقی پنجاب۔ مغربی بنگال اور مشرقی بنگال۔ نہرو کی کوشش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح کلکتہ پاکستان کو نہ ملے جو پورے بنگال کی صورت میں پاکستان کے حصے میں آ نا تھا۔ چنانچہ پنجاب اور بنگال کو کاٹ دیا گیا۔ قائداعظمؒ نے اسی لیے کہا تھا کہ ہمیں کٹا پھٹا truncated پاکستان ملا ہے۔ اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے جب باؤنڈری کمیشن نے پنجاب کا ضلع گورداسپور پاکستان کے حوالے کر دیا تو نہرو نے اپنی محبوبہ ایڈوینہ کی سفارش پر ماؤنٹ بیٹن کے ہاتھوں اس فیصلے کو تبدیل کروا دیا تاکہ بھارت کا کشمیر سے زمینی رابطہ منقطع نہ ہونے پائے اور کشمیر کا تنازع کھڑا کرنے

Marfat.com

کا موقع مل جائے۔

تشکیل پاکستان کا اعلان ہوتے ہی (3۔جون 1947ء)، سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ہندو بلوائی اور سکھ غنڈے ان مسلمان آبادیوں پر ٹوٹ پڑے جو بھارت میں رہ گئی تھیں۔ ہر جگہ مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ ہزاروں بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں کو اچانک حملہ کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا گیا۔ ایک تو یہ مسلمانوں سے ہندوؤں کی شدید نفرت کا اظہار تھا، دوسرے مقصد یہ تھا کہ بھارت کے لاکھوں مسلمان اپنے گھر بار چھوڑ کر انتہائی بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں پاکستان کو ہجرت کر جائیں اور پاکستان کی نئی مملکت پر جس کے پاس اس وقت کوئی وسائل نہ تھے یک دم ناگہانی طور پر لاکھوں مہاجرین کا بوجھ ڈال دیا جائے۔ مسلمان اتنی بڑی تعداد میں ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے کہ تاریخ میں اسے انسانی آبادی کی سب سے بڑی نقل مکانی اور ہجرت کا نام دیا گیا ہے۔

حکومتِ پاکستان نے اپنے دفاتر بھی ابھی قائم نہیں کیے تھے اور انتظامی ڈھانچہ بھی ابھی صورت پذیر نہیں ہوا تھا کہ لاکھوں مہاجرین کے بے سروسامان، لٹے پٹے زخم خوردہ قافلوں کو سنبھالنے کا بوجھ پاکستان کے نحیف و نزار کندھوں پر ڈال دیا گیا۔ ہندوؤں کو یقین تھا کہ پاکستان اس بوجھ کے نیچے دب کر دم توڑ دے گا۔

پاکستان کا خزانہ بالکل خالی تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ ابھی وزارتِ خزانہ تشکیل کے مراحل میں تھی۔ سارے حکومتی ڈھانچے کا یہی حال تھا۔ فوج اور سول ملازمین کی تنخواہوں کے لیے پیسے نہیں تھے۔ دفتروں میں فرنیچر نہیں تھا۔ افسر اور اہلکار اپنے گھروں سے کرسیاں اور میزیں اٹھا کر لائے۔ کئی دفتر سول سیکریٹریٹ کراچی

Marfat.com

کے احاطے میں اور باہر درختوں کے نیچے استعمال شدہ کریٹ اور ٹوٹے پھوٹے بکسے رکھ کر بنائے گئے۔ کاغذوں کو نتھی کرنے کے لیے کامن پنوں کی جگہ کیکر کے کانٹے استعمال ہو رہے تھے۔ ایسے عالم میں تقسیمِ ہند کے معاہدے کے مطابق ہندوستان کے خزانے میں جو حصہ پاکستان کا بنتا تھا اور بھارتی حکومت جس کی فوری ادائیگی کی پابند تھی، اس کی ادائیگی بھارتی وزیراعظم پنڈت نہرو نے روک دی۔ یہ سب پاکستان کو ختم کرنے کی کوششیں تھیں۔

پاکستان کے پاس پھوٹی کوڑی نہیں تھی۔ قائداعظمؒ نے اپنا سارا ذاتی سرمایہ پاکستانی خزانے کو منتقل کر دیا اور بطور گورنر جنرل تنخواہ نہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے علاوہ حیدرآباد دکن کی اس وقت کی آزاد مسلم ریاست کے وزیراعظم میر لائق علی پاکستان کے لیے ایک کروڑ روپیہ لے کر کراچی پہنچ گئے۔ قائداعظمؒ کے جاں نثار ساتھی راجہ صاحب محمود آباد محمد امیر احمد خان نے ایک بلینک چیک قائداعظمؒ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ جتنی رقم ضرورت ہو لکھ لیں۔ امیر آف بہاول پور نے بھی لاکھوں روپے دیئے۔ اس طرح پاکستان نے اپنی ابتدائی مالی مشکلات پر قابو پایا۔

بھارت کے اخبارات یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ پاکستان کے لیے زندہ رہنا مشکل ہے۔ وہ تو اپنا پہلا بجٹ ہی نہیں بنا سکے گا۔ جب چوہدری محمد علی اور غلام محمد نے ایک متوازن بجٹ بنا کر پاکستان کی اسمبلی کے سامنے پیش کر دیا تو دنیا کے مالیاتی ماہرین حیران رہ گئے اور غلام محمد کو معاشی جادوگر کا خطاب دیا۔

پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ کر پاکستان کو مار دینے کی بھارتی کوششوں کی فہرست یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ تقسیم ہند کے معاہدے (پارٹیشن ایگریمنٹ) کے

Marfat.com

مطابق بھارت نے پاکستان کو ایک لاکھ ستر ہزار ٹن آف آرمی سٹورز دینا تھا جن میں سے صرف چھ ہزار ٹن پاکستان روانہ کیا گیا۔ سارا فوجی اور دفتری سامان پاکستان پہنچانے کے لیے تین سوسپیشل ٹرینیں بھیجی جانی تھیں۔ صرف تین ٹرینیں پاکستان پہنچیں۔ پاکستان پہنچنے والے فوجی ساز و سامان کے کریٹ اور بکسے جب کھول کر دیکھے گئے تو اندر سے پانچ ہزار پرانے ناکارہ فوجی بوٹوں کے جوڑے اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں ناکارہ اور ناقابل استعمال رائفلیں برآمد ہوئیں۔ بہت سے صندوق صرف اینٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔

فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکنلیک جو فوجی ساز و سامان کی تقسیم کا نگران تھا، اس نے حکومت برطانیہ کو اپنی رپورٹ 28۔ ستمبر 1947ء میں لکھا۔ ''مجھے اس بات کی تصدیق کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ بھارت کی موجودہ کابینہ انتہائی ڈھٹائی اور سختی سے اس کوشش پر تلی ہوئی ہے کہ ہر صورت میں پاکستان کا قیام (یعنی اس کا اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جانا) ناممکن بنا دیا جائے اور پیدا ہوتے ہی اس نوزائیدہ مملکت کا گلہ گھونٹ دیا جائے۔'' (دیکھیئے فریڈم ایٹ مڈنائٹ صفحہ 370)

گاندھی نے اعلان کیا کہ پاکستان بن جانے پر ہندو دلبرداشتہ نہ ہوں۔ (اگر پاکستان کو ختم کرنے کی ہماری موجودہ کوششیں اور سازشیں ناکام ہو گئیں تو) میں پیدل پاکستان کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر کا دورہ کروں گا اور مسلمانوں کو اس بات پر مائل کر دوں گا کہ وہ دوبارہ اکھنڈ بھارت میں ضم ہو جائیں۔ (بس ذرا قائد اعظم محمد علی جناح کے آنکھیں بند کرنے کی دیر ہے)۔ گویا گاندھی یہ کہہ رہا تھا کہ اگر بھارتی حکومت کی سر توڑ کوششوں کے باوجود پاکستان ختم نہ ہوا تو میں اپنی طلسماتی شخصیت

Marfat.com

کے جادو سے اس کو ختم کر دوں گا۔

اسی مقصد کے لیے اہل پاکستان کے دلوں میں جگہ پیدا کرنے کی غرض سے گاندھی نے کچھ عرصے بعد مرن برت رکھ لیا کہ پاکستان کو اس کے حصے کی رقم ادا کی جائے۔ جس پر ہندو انتہا پسندوں نے اُسے گولی مار دی۔

اس صورت حال میں برطانوی حکومت کے نمائندے سابقہ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن (جس پر دونوں ملکوں میں اثاثہ جات کی منصفانہ تقسیم اور پُرامن انتقالِ اقتدار کی ذمہ داری تھی) کا رویہ اور طرزِ عمل کیا تھا؟

تقسیم ہند یعنی قیام پاکستان کے دو ماہ بعد ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ایڈوائنا ماؤنٹ بیٹن نے اسٹیٹس مین کے ایڈیٹر آئیان سٹیفنز کو کھانے پر بلایا۔ وہاں جو گفتگو ہوئی اس نے سٹیفنز کو حیران کر دیا۔ اس نے اپنی کتاب **Horned Moon** میں لکھا ہے "ہندوستان اور پاکستان کے اختلافات کے متعلق ماؤنٹ بیٹن نے بالکل یک طرفہ اور متعصبانہ رائے قائم کر رکھی تھی۔ ماؤنٹ بیٹن اور اس کی بیگم قطعی طور پر ہندوؤں کے ساتھ تھے گورنمنٹ ہاؤس کی فضا کچھ ایسی تھی گویا ہندوستان، پاکستان اور جناح کے خلاف حالت جنگ میں ہے۔"

پاکستان دشمنی میں انگریز ہندوؤں سے پیچھے نہ تھے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بطور وائسرائے ہندوستان بھیجا گیا تو اُسے جون 1948ء میں برصغیر کو آزادی دینے اور اقتدار مقامی باشندوں کے حوالے کرنے کا ٹائم ٹیبل دیا گیا تھا۔ برطانوی پارلیمنٹ میں قائد حزب اختلاف سر ونسٹن چرچل نے اس مدت کو نہایت ناکافی قرار دیتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا۔

Marfat.com

''حکومت برطانیہ اور وائسرائے ہند نے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس میں ہندوستان کے مسائل انصاف اور دانشمندی سے حل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو کام وائسرائے کو سونپا گیا ہے وہ سرے سے اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ جو وقت مقرر کیا گیا ہے اس میں صرف گلوٹین سے ہی تقسیم کے عمل کو مکمل کیا جا سکتا ہے۔'' (''جناح آف پاکستان'' سے)۔

سرونسٹن چرچل جون 1948ء تک کی مدت کو بھی نہایت ناکافی اور ناقابل عمل قرار دے رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اتنے قلیل وقت میں برصغیر کی تقسیم صرف ٹوکے (گلوٹین) سے کاٹ کر ہی کی جا سکتی ہے۔ مگر لیبر پارٹی کی ہندو نواز برطانوی حکومت نے نہرو اور ماؤنٹ بیٹن کے ایماء پر اس مدت کو مزید کم کر کے انتقالِ اقتدار کی تاریخ جون 1948ء کے بجائے 15۔ اگست 1947ء مقرر کر دی تا کہ مسلم لیگ کو سنبھلنے اور پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع ہی نہ ملے۔ بھارت کی مرکزی حکومت تو پہلے سے ہی دہلی میں کام کر رہی تھی جبکہ حکومت پاکستان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔

دشمنوں کے ان ناپاک عزائم اور سرتوڑ کوششوں کے باوجود اور اس قدر نامساعد حالات میں پاکستان کا قیام اور زندہ رہ جانا یقیناً ایک معجزہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم تھا، قائداعظمؒ کی بے مثال قیادت اور پاکستانی قوم کا ایثار اور ولولہ اور جذبۂ ایمانی تھا کہ پاکستان نہ صرف قائم رہا بلکہ ترقی اور استحکام کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

قائداعظمؒ دیکھنے میں دبلے پتلے اور نحیف و نزار تھے مگر جو شجاعت جو جرأت اور دلیری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جتنے بے باک اور نڈر وہ تھے، اس پر

Marfat.com

حیرت ہوتی ہے۔ اُن کی ساری شخصیت اُن کے اس زریں قول کی آئینہ دار تھی "حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں کبھی سودے بازی نہ کی جائے۔" جتنے بے لوث، ہر طرح کے لالچ سے پاک اور ایثار پیشہ وہ تھے غریب اور نادار عوام کا جتنا احساس اور ان کے ساتھ جتنی ہمدردی انہیں تھی، نازک اور دل دہلا دینے والے حالات میں اپنے جذبات پر جتنا کنٹرول اُنہیں حاصل تھا، یقین محکم اور خود اعتمادی کی جو بے اندازہ دولت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہوئی تھی۔ فراست و بصیرت کی جو نعمت اُن کے حصے میں آئی تھی، حکمت و تدبر کے خیر کثیر میں جو وافر حصہ اُن کو ملا تھا، اُن کی تحریر و تقریر جتنی واضح، دوٹوک، موثر اور دلنشین ہوتی تھی، اُن کی پوری شخصیت میں جو کشش اور طلسم تھا اُسکی مثال دنیا کے کسی بڑے سے بڑے لیڈر میں نہیں ملتی۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی عظمت کا اندازہ اس اعتراف اور خراج تحسین سے لگائیں جس کا برملا اظہار اُن کے سیاسی حریفوں بلکہ دشمنوں نے کیا۔ اُن کی رحلت پر روز نامہ پربھارت دہلی نے اپنے اداریئے میں لکھا "متحدہ ہندوستان کی تمام طاقتیں اس ایک شخص سے شکست کھا گئیں۔"

مِس سروجنی نائیڈو نے کہا "اگر گاندھی نہرو پٹیل، ابوالکلام آزاد، یہ سارے لوگ مسلم لیگ میں ہوتے اور کانگرس میں صرف ایک محمد علی جناح ہوتا تو ہندوستان کبھی تقسیم نہ ہوتا اور پاکستان کبھی نہ بنتا۔"

یہ عظیم الشان کارنامہ، یہ بے مثال کامیابی، یہ صداقت یہ راستبازی، یہ جرات و دلیری اپنے مقصد کی حقانیت پر یہ اعتماد اور اپنی کامیابی کا یہ یقین جو قائداعظم کی سوانح حیات کے ہر صفحے سے مترشح ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کے گہرے قلبی

Marfat.com

تعلق کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ بنیادی طور پر ایک روحانی شخصیت تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کو کشف میں یہ اشارہ ہوا تھا کہ قائداعظمؒ کی تائید وحمایت کریں۔ حضرت مولانا نے اپنے قریبی ساتھی شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کو بطور خاص اسی مقصد کے لیے قائداعظمؒ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان کا فرمانا تھا کہ ''میں بوڑھا ہو چکا ہوں اگر مجھ میں ہمت ہوتی تو میں خود قائداعظم کی تائیدوحمایت کے لیے کمربستہ ہوجاتا۔'' مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے تمام مریدوں سے فرمایا کہ وہ قائداعظمؒ کی حمایت میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ بھی تحریکِ پاکستان کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے لاہور کے ایک بڑے جلسۂ عام میں مجلس احرار کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان بن چکا ہے۔ اب کسی نے سیاست کرنی ہے تو وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے کرے۔ علامہ اقبالؒ سے زیادہ اسلام کو کون سمجھتا تھا انہیں قائداعظمؒ کی فراست مومنانہ پر اس قدر اعتماد تھا کہ فرمایا کرتے تھے ''قائداعظمؒ میرے سپہ سالار ہیں۔ میں ان کا ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔''

علامہ اقبالؒ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں بیماری کے باوجود شرکت فرمارہے تھے۔ سٹیج سیکرٹری نے سامعین سے درخواست کی کہ آپ حضرات علامہ اقبال کی صحت کے لیے دُعا کریں۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ''آپ میری صحت کی فکر نہ کریں بلکہ یہ دُعا کریں کہ اگر میری زندگی کے کچھ سانس باقی ہیں تو وہ بھی

Marfat.com

قائداعظمؒ کو لگ جائیں۔"

1944ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کراچی میں بہادر یار جنگ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "پروردگار! میں نے جتنے حج کیے ہیں، نمازیں پڑھی ہیں اور جتنے بھی نیک کام کیے ہیں میں آپ سے اس کے اجر کا طالب نہیں ہوں میں آپ سے صرف یہ استدعا کرتا ہوں کہ بہادر یار جنگ کے بقیہ سال قائداعظم محمد علی جناحؒ کو دے دے۔"

مولانا حسرت موہانیؒ جیسا عالم فاضل متشرع اور راسخ العقیدہ مسلمان، دل و جان سے قائداعظمؒ پر فدا تھا اور حضرت قائداعظمؒ بھی اس درویش خدامست سے محبت کرتے تھے۔ یہ امتیاز صرف مولانا حسرت موہانیؒ کو حاصل تھا کہ وہ بغیر پیشگی اطلاع کے اور بغیر کسی روک ٹوک کے جب چاہیں قائداعظمؒ کے گھر تشریف لا سکتے تھے۔ پیر جماعت علی شاہؒ حضرت قائداعظمؒ کو ولی اللہ کہتے تھے۔ پیر صاحب کا ارشاد گرامی ہے۔ "اگر میں چراغ لے کر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو اُن کی طرح اسلام کی خدمت بجا لا رہا ہو۔" مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قائداعظمؒ کی نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے اپنے خطاب میں کہا تھا۔ "قائداعظمؒ اورنگزیب عالمگیر کے بعد برعظیم پاک و ہند کے سب سے بڑے مسلمان تھے۔"

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو قائداعظم نے اپنی موجودگی میں مغربی پاکستان میں قومی جھنڈا لہرانے کے لیے دعوت دی اور مشرقی پاکستان میں قائداعظم کے احکامات کے مطابق مولانا ظفر احمد تھانوی نے پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔

Marfat.com

قائداعظمؒ صحیح معنوں میں اقبال کا مردِ مومن تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ابوالکلام آزادؒ، علامہ مشرقیؒ اور مولانا مودودیؒ اور علمائے دیوبند کے ہوتے ہوئے برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں کی قیادت اور رہنمائی کا تاج قائداعظمؒ کے سر پر نہ رکھتا اور بیسویں صدی کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا بانی ہونے کا بے مثال اور عظیم الشان اعزاز قائداعظمؒ کو عطا نہ کرتا۔

حضرت قائداعظمؒ جیسے ولی اللہ اور مردِ مومن کا تصورِ پاکستان کیا تھا اور وہ پاکستان میں کس قسم کے نظام کا نفاذ چاہتے تھے۔ اس کا اندازہ ان کی متعدد تقریروں اور بیانات سے ہوتا ہے۔ قائداعظمؒ کے معالج کرنل ڈاکٹر الٰہی بخش اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ راوی ہیں کہ قائدِاعظمؒ نے فرمایا تھا۔ ”آپ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ پاکستان قائم ہونے سے مجھے کس قدر اطمینان اور سکون ہے۔ میں یہ کام تنہا نہیں کر سکتا تھا، اگر رسولِ خدا کی روحانی تائید مجھے حاصل نہ ہوتی۔ اب آگے مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ اس ملک میں خلافتِ راشدہ کا نظام قائم کریں۔“

آل انڈیا مسلم لیگ کے سیشن الہٰ آباد (1942ء) میں قائداعظمؒ سے سوال کیا گیا تھا کہ پاکستان میں کس قسم کی حکومت ہوگی؟ اُن کا جواب تھا یہ ایک اسلامی حکومت ہوگی، جس طرح مدینۃ النبیؐ کی حکومت تھی، پاکستان میں سب شہریوں کے بنیادی انسانی حقوق مکمل طور پر محفوظ ہوں گے۔ ہر شہری کو بلالحاظِ مذہب و ملت اور بلاامتیاز رنگ ونسل فکر وعمل کی وہی آزادی، مساوات اور جمہوری اصولوں کے مطابق وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ کے عہد میں میثاق مدینہ کے تحت عیسائیوں، یہودیوں اور بت پرستوں کو حاصل تھے۔ پاکستان میں انصاف،

Marfat.com

مذہبی رواداری، باہمی اخوت اور مساوات کا دور دورہ ہوگا۔ (روزنامہ ڈان 6۔ ستمبر 1997ء)۔

قائداعظم کے الفاظ ہیں "میں کوئی مولوی نہیں ہوں، نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے۔ البتہ میں نے قرآن مجید کی تعلیمات میں اسلامی زندگی کے روحانی پہلو، معاشرت، سیاست، معیشت سب کے متعلق راہ نمائی حاصل کی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآن مجید کی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ قرآن کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے سلوک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور ممکن نہیں۔"

قائداعظم نے 27 نومبر 1945ء کو ایڈورڈز کالج پشاور کے طلباء سے خطاب کے دوران مطالبۂ پاکستان کی ان الفاظ میں وضاحت کی: "ہم دونوں قوموں (ہندو اور مسلم) میں صرف مذہب ہی کا فرق نہیں، ہماری تہذیبیں بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارا دین صرف مذہبی اصولوں تک محدود نہیں، بلکہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی پوری زندگی اس ضابطۂ حیات کے مطابق بسر کرنا چاہتے ہیں اور یہی مطالبۂ پاکستان کی بنیاد ہے۔

نومبر 1940ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اپنے خطاب میں پاکستان میں اقلیتوں کی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "چھوت چھات صرف ہندو مذہب اور فلسفے میں جائز ہے۔ ہمارے ہاں ایسی کوئی بات نہیں۔ اسلام انصاف،

Marfat.com

مساوات، معقولیت اور رواداری کا حامل ہے جو غیر مسلم ہماری (مسلمانوں کی) حفاظت میں آ جائیں، ان کے ساتھ فیاضی بھی روا رکھتا ہے۔ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں اور اس ریاست (پاکستان) میں شہریوں کی طرح رہیں گے۔"

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے 11۔اگست 1947ء کو قائداعظمؒ نے اپنے انہی خیالات کا اعادہ کیا۔"تم آزاد ہو۔اس ملک میں تمہیں اپنے گرجا گھروں، اپنی مسجدوں اور اپنی عبادت گاہوں میں جانے کی کھلی آزادی ہے۔تمہارا تعلق چاہے کسی مذہب، فرقے، ذات یا نسل سے ہو، کاروبارِ حکومت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے" (یعنی حکومت، مذہب اور رنگ و نسل یا ذات پات کی بنیاد پر کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کرے گی)۔

تین دن بعد چودہ اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی کی افتتاحی تقریب میں جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی تقریر میں کہا کہ "مجھے امید ہے پاکستان میں اقلیتوں سے رواداری اور انصاف کا وہی سلوک کیا جائے گا جو مغل شہنشاہ اکبر نے غیر مسلموں سے کیا تھا۔" تو قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں فرمایا۔"غیر مسلموں سے جس رواداری اور فراخ دلی کا برتاؤ شہنشاہ اکبر نے کیا تھا، وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔آج سے 13 سو سال پہلے ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ نے عیسائیوں اور یہودیوں پر فتح پانے کے بعد ان سے انتہائی مہربانی، رواداری اور فراخ دلی کا سلوک کیا تھا اور اپنے قول و فعل سے مفتوحہ قوموں کے مذہبی اعتقادات اور شخصی آزادیوں کی پاسداری اور ان کے احترام کی مثال قائم کی تھی۔مسلمانوں کی ساری تاریخ، جہاں جہاں انہوں نے حکومت کی، غیر مسلموں سے حسن سلوک، احترامِ آدمیت، مذہبی رواداری اور اُن

Marfat.com

سنہرے اصولوں سے بھری پڑی ہے جن پر (صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ سب قوموں کو) عمل کرنا چاہیے۔"

قائداعظمؒ کی گیارہ اگست 1947ء کی تقریر سے بعض ناسمجھ یا بدنیت لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ قائداعظمؒ کا تصور پاکستان ایک سیکولر پاکستان کا تھا۔ ان لوگوں کو غالباً یہ معلوم نہیں ہے کہ اسلام اقلیتوں اور غیر مسلموں کو وہ حقوق اور آزادیاں دیتا ہے جو آج کسی سیکولر عیسائی یا ہندو مملکت میں مسلمانوں کو حاصل نہیں ہیں۔ قائداعظمؒ نے اپنی گیارہ اگست 1947ء کی تقریر میں انہی حقوق اور آزادیوں کا ذکر کیا ہے۔ فرانس، جرمنی، امریکہ اور انگلستان جیسے بزعم خویش روشن خیال اور سیکولر ملکوں میں تو مسلمان لڑکیوں کو اپنا سر ڈھانپنے کی اجازت نہیں۔

معنوی لحاظ سے حضرت قائداعظمؒ کی آل انڈیا مسلم لیگ سیشن الٰہ آباد (1942ء) کی وضاحت، گیارہ اگست 1947ء اور چودہ اگست 1947ء کی تقاریر میں کوئی فرق یا اختلاف نہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قائداعظمؒ نے سیکولر کا لفظ اپنی کسی تقریر یا بیان میں کبھی استعمال نہیں کیا۔

فروری 1948ء میں امریکہ کے عوام کے نام اپنی براڈ کاسٹ تقریر میں پاکستان کے آئین کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"پاکستان کی مجلس آئین ساز کو ابھی پاکستان کا آئین بنانا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی حتمی شکل کیا ہوگی، لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی جمہوری آئین ہوگا۔ ہماری زندگی میں آج بھی یہ اصول اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے۔ اسلام اور اس کے بنیادی تصور نے ہمیں

Marfat.com

جمہوریت کی تعلیم دی ہے۔ اس نے ہمیں مساوات، انصاف اور ہر شخص کے ساتھ سچائی کا رویہ اختیار کرنا سکھایا ہے۔ ہم ان عظیم روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کا آئین بنانے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ہمارے ہاں ہندو، عیسائی، پارسی کافی غیر مسلم آباد ہیں۔ انہیں یہاں دوسرے شہریوں کی طرح ہی حقوق اور مراعات حاصل ہوں گی اور پاکستان کے معاملات میں اپنا کردار ادا کرنے کا انہیں پورا موقعہ حاصل ہوگا۔''

قائداعظم نے اپنی گیارہ اگست 1947ء کی تقریر میں غیر مسلموں کے لیے انہی حقوق کا اعلان کیا ہے جو میثاقِ مدینہ اور حضرت عمر فاروقؓ کے اس فرمان میں موجود ہیں جو یروشلم کی فتح کے بعد انہوں نے عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کو لکھ کر دیا تھا اور طارق بن زیاد، محمد بن قاسم اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے مشہور فاتح جس پر عمل پیرا رہے۔

حضرت قائداعظمؒ ایک سال ایک ماہ پاکستان کے گورنر جنرل رہے۔ انہوں نے اپنے دور حکومت میں سرکاری خزانے سے ایک پیسہ بھی اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔

امریکہ میں پاکستان کے سفیر جناب اصفہانی نے 1948ء میں قائداعظمؒ کو لکھا کہ ''امریکہ میں ٹی بی (تپ دق) کا علاج ہو رہا ہے آپ علاج کے لیے یہاں آنے کا پروگرام بنائیں۔'' قائداعظم نے دریافت کیا کہ اس علاج پر کتنی رقم خرچ ہو گی؟ انہیں بتایا گیا کہ ستر (70) پچھتر (75) ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ اس پر قائداعظم نے کہا میرا ملک اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں قومی خزانے پر اتنا بوجھ

Marfat.com

نہیں ڈالنا چاہتا۔"

دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے شیئرز بیچ کر اُن کی قیمت اور سارا منافع سرکاری خزانے میں جمع کر گئے۔ اپنی جائیداد کے بارے میں انہوں نے وصیت کی کہ ساری جائیداد کے تین حصے کیئے جائیں ایک حصہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو دے دیا جائے۔ دوسرا حصہ اسلامیہ کالج پشاور کو دیا جائے اور تیسرا حصہ ان کے ابتدائی سکول سندھ مدرسۃ الاسلام کو دیا جائے۔ یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ قائد اعظمؒ کی اس وصیت سے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ اُن کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ محترمہ فاطمہ جناح کے علاوہ اُن کی کئی بہنیں اور ایک بھائی اور کئی قریبی عزیز موجود تھے۔

سقوطِ ڈھاکہ

حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ دنیا میں پانچویں بڑی مملکت کے بانی تھے جو مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت تھی۔ یہ مملکت خداداد اپنے اس قابل فخر مقام و مرتبہ سے دسمبر 1971ء میں کیسے محروم کر دی گئی اور اس کا ایک بازو جسے مشرقی پاکستان کہتے تھے کن حالات میں کاٹ کر اس سے الگ کر دیا گیا۔ اس کو سمجھنے کے لیے اس وقت کے فوجی ڈکٹیٹر کے سیرت و کردار، فہم و فراست اور انداز حکمرانی پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں پاکستان کے ممتاز مورخ اور محقق ڈاکٹر صفدر محمود کے مضمون "مشرقی پاکستان سے بلوچستان تک" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"یحییٰ خان سے ملنے بلکہ سمجھانے کے لیے جو وفد روانہ ہوا اس میں ممتاز دولتانہ، سردار شوکت حیات، ولی خان، مولانا شاہ احمد نورانی اور بروہی صاحب شامل تھے۔ یہ بات آپ کے ذہنوں میں رہے کہ یہ حضرات اپنی

Marfat.com

اپنی جماعتوں کے سربراہ، اسمبلی کے منتخب اراکین اور نامور لوگ تھے اور ان میں میاں ممتاز دولتانہ اور سردار شوکت حیات نہ صرف قائداعظم کے ساتھیوں میں سے تھے بلکہ میاں صاحب پنجاب کے وزیراعلیٰ اور سردار صاحب پنجاب میں اس دور میں صوبائی وزیر بھی رہے تھے جب شاید یحییٰ خان فوج میں بمشکل کیپٹن ہوں گے۔ ان حضرات کو آدھ گھنٹہ انتظار کروایا گیا اور پھر وہ کیا دیکھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا فوجی سربراہ ملک کے اہم ترین مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے مغربی پاکستان کے ممتاز اور معزز منتخب اراکین و قائدین سے ملنے آتا ہے تو اس نے دھاری دار پاجامہ پہنا ہوا ہے، بش شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے ہیں اور سینے کے بال نمایاں ہیں، پاؤں میں سلیپر، گلے میں تولیہ اور ہاتھوں میں جام ہے۔

یحییٰ خان کو شیخ مجیب الرحمٰن سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کرنے کے بعد دست بستہ گزارش کی گئی کہ وہ مجیب الرحمٰن سے گفتگو کریں، بحران کا حل ڈھونڈیں اور ملک کو بچانے کے لیے اسمبلی کے اجلاس کی تاریخ کا اعلان کریں۔ راوی کا بیان ہے کہ یحییٰ خان پر ساری گفتگو کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا کہ ''مجیب الرحمٰن میری بیوی نہیں کہ میں اسے مناتا پھروں۔''

(روزنامہ نوائے وقت 29۔ مارچ 2005ء)

ان سیاستدانوں کو تو خیر یہ جرنیل بزعم خویش اپنا غلام سمجھتا تھا ان کے ساتھ تو وہ اس سے زیادہ گستاخی اور رعونت سے بھی پیش آ سکتا تھا۔ اس کی حرکات کا یہ عالم تھا کہ اس نے شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی کے ڈھائی ہزار سالہ جشن شاہی کے موقع پر سب لوگوں کے سامنے اپنی پتلون کے بٹن کھول کر پیشاب کر دیا تھا۔ (دیکھیئے مشہور

Marfat.com

ادیب جناب مختار مسعود کی کتاب لوحِ ایام) آج بھی ایرانی ٹورسٹ گائیڈ اس مقام پر پاکستانیوں کو بتاتا ہے کہ آپ کے صدر نے یہاں سب کے سامنے پیشاب کر دیا تھا۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی اس بے پایاں نعمت جسے مملکت خداداد پاکستان کا نام دیا گیا تھا، پر اپنی وردی اور بندوق کے بل بوتے پر زبردستی قبضہ کر لیا اور جس قوم کو حضرت قائداعظمؒ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نجات دلائی تھی اسے فوج کے سپہ سالار نے اپنا غلام بنا لیا۔ مسلمانوں نے جو آزادی لاکھوں قربانیاں دے کر اور اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و ناموس لٹا کر حاصل کی تھی، اُن سے چھین لی گئی۔ جب کسی قوم سے یہ اختیار چھن جاتا ہے کہ وہ اپنے حکمران خود اپنی مرضی سے چُن سکے تو پھر اُسے آزاد کیسے کہا جا سکتا ہے۔ خاص کر ایک ایسی قوم کو ووٹ کے آزادانہ اور منصفانہ استعمال سے محروم کر دینا، جس نے اپنا ملک ہی ووٹ سے بنایا ہو، سیاسی جبر و تشدد اور قوم کے بنیادی حقوق پر ڈاکہ مارنے کی بدترین مثال ہے۔ 1947ء سے پہلے اس قوم کے حکمران حکومت برطانیہ مقرر کرتی تھی۔ 1958ء کے بعد پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ گویا فردِ واحد پورے ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا اور زبردستی صدر پاکستان بن بیٹھا۔

1958ء میں جب یہ بدقسمت ملک ایک متفقہ آئین (1956ء) بنا کر اپنے حکمران چننے کے لیے عام انتخابات کی تیاریوں میں مصروف تھا، اور ورلڈ بینک کی سالانہ رپورٹ کے مطابق معاشی اور اقتصادی طور پر مستحکم اور ترقی پذیر تھا، جنرل ایوب خان نے بغیر کسی استحقاق اور جواز کے مارشل لاء لگا دیا اور امریکن کاؤبوائے کی طرح ملک و قوم پر سوار ہو گیا۔ اس وقت بھارت کے وزیراعظم جواہر لعل نہرو نے طنزاً

Marfat.com

کہا تھا۔ ''ویل ڈن جنرل! تم نے اپنے ہی ملک کو فتح کر لیا ہے۔''

دنیا کے پانچویں اور مسلمانوں کے سب سے بڑے ملک کو فتح کر لینے کی شاندار کامیابی پر جنرل ایوب نے اپنے آپ کو جنرل کے عہدے سے ترقی دے کر فیلڈ مارشل بنا دیا۔

ایوب کے گیارہ سالہ دورِ حکومت کا ناقابلِ فراموش کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ملک کا آئینی صدر بنانے کے لیے جعلی الیکشن کا ڈھونگ رچایا اور اپنے مدمقابل امیدوار محترمہ فاطمہ جناح کو دھاندلی اور دھونس سے ہرا دیا۔ اگر قائداعظم اس سے مقابلہ کرتے تو وہ یقیناً انہیں بھی ہرا دیتا۔

ایوب خان نے قوم کا متفقہ آئین (1956ء) تو پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا تھا، خود اپنے بنائے ہوئے آئین کی بھی خلاف ورزی کی اور 1969ء میں اقتدار چھوڑتے وقت حکومت قومی اسمبلی کے سپیکر (عبدالجبار خان) کے حوالے کرنے کے بجائے جنرل یحییٰ خان جیسے شخص کو قوم پر مسلط کر دیا۔

جنرل یحییٰ کی بدنیتی اور فریب کاری کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اُس نے ملک میں عام انتخابات کرانے کے لیے مارچ 1970ء میں لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) جاری کیا۔ اس آرڈر میں لکھا ہے کہ اگر منتخب اسمبلی نوے دنوں میں آئین نہ بنا سکی تو اُسے توڑ دیا جائے گا اور اگر اسمبلی نے نوے دن میں آئین بنا لیا اور وہ جنرل صاحب کو پسند نہ آیا تو پھر بھی اسمبلی کو توڑ دیا جائے گا یعنی دونوں صورتوں میں عوام کی منتخب اسمبلی ہی ٹوٹے گی۔ غاصب اپنی جگہ ڈٹا رہے گا۔ اگر ہر حال میں اسمبلی ہی کو توڑنا تھا تو پھر انتخابات کا ڈرامہ رچانے کی ضرورت کیا تھی؟ ان انتخابات میں شیخ

Marfat.com

مجیب الرحمٰن بڑی واضح اکثریت سے کامیاب ہوگیا۔اس نے 160 سیٹیں جیتیں جبکہ دوسرے نمبر پر ذوالفقار علی بھٹو نے 80 سیٹیں حاصل کیں۔صورت حال بالکل واضح تھی کہ شیخ مجیب الرحمٰن پاکستان کا منتخب وزیراعظم اور بھٹو قائد حزبِ اختلاف تھا مگر جنرل یحییٰ اور بھٹو دونوں نے انتخابات کے نتائج ماننے سے انکار کردیا۔بھٹو کا مطالبہ تھا کہ ملک میں دو وزیراعظم ہونے چاہئیں۔مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن اور مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو۔

جنرل یحییٰ ان انتخابات (دسمبر 1970ء) کو پاکستان کے پہلے آزادانہ، غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انتخابات کہتے تھکتا نہیں تھا۔اس کے حواری بھی دن رات یہی راگ الاپ رہے تھے۔حیرت ہے کہ جب ان انتخابات کے نتائج کو خود جنرل یحییٰ نے ماننے اور ان پر عمل درآمد کرنے سے انکار کردیا تو پھر یہ انتخابات آزادانہ غیر جانبدارانہ اور منصفانہ کیسے ہوگئے؟

جو شخص انتخابات جیتا، اُسے یحییٰ نے غدار قرار دے کر جیل میں ڈال دیا اور موقف یہ اختیار کیا کہ اس کے چھ نکات غداری کے مترادف ہیں حالانکہ بھٹو کا ''اِدھر ہم اور اُدھر تم'' کا نعرہ اور اس کا یہ مطالبہ کہ مشرقی پاکستان کا وزیراعظم الگ ہونا چاہیے اور مغربی پاکستان کا الگ، شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات سے بھی آگے جاتا تھا۔ (دیکھیئے ایئر مارشل اصغر خان کی کتاب ''ہم نے تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا۔'')

جب جنرل یحییٰ کی اس کھلی زیادتی اور ظلم پر مشرقی پاکستان والوں نے احتجاج کیا تو ان بے چارے نہتے لوگوں پر یحییٰ نے مسلح فوج چڑھادی۔یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب مشرقی پاکستان کے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل صاحبزادہ یعقوب

Marfat.com

علی خان کو یحییٰ نے ملٹری ایکشن کا حکم دیا تو جنرل یعقوب علی خان نے یہ نادر شاہی حکم ماننے سے انکار کر دیا اور یحییٰ کو لکھا کہ "مجھے اپنے ہم وطنوں پر گولی چلانے کی ٹریننگ نہیں دی گئی۔ میرا استعفیٰ حاضر ہے۔" اس پر یہ کام جنرل ٹِکا کے سپرد کیا گیا۔ اس نے بلا جھجک نہتے عوام پر چڑھائی کر دی اور ہزارہا بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور جوانوں کو جو مسلمان تھے اور پاکستانی تھے قتل کر دیا۔ مشرقی پاکستان والوں نے مجبور ہو کر بھارت کو مدد کے لیے پکارا۔ ہمارا ازلی دشمن بھارت تو اس موقع کی تلاش میں تھا۔ اس لڑائی میں ایک ڈکٹیٹر نے ہماری بہادر غیور محبِّ وطن اور جذبۂ شہادت سے سرشار فوج کو ایسی شرمناک شکست دلائی جس کی مثال مسلمانوں کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ نوے ہزار پاکستانی فوج کو ہندوؤں کی قید میں دے دیا گیا اور یہاں مغربی پاکستان کے باشندوں کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ مقامی کمانڈروں کے مابین صلح ہو گئی ہے اور لڑائی ختم کر دی گئی ہے۔

ہم ایک لاکھ تھے ہم نے جھکا دیا سر کو
حسینؓ تیرے بہتر (72) سروں کو لاکھ سلام

☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com